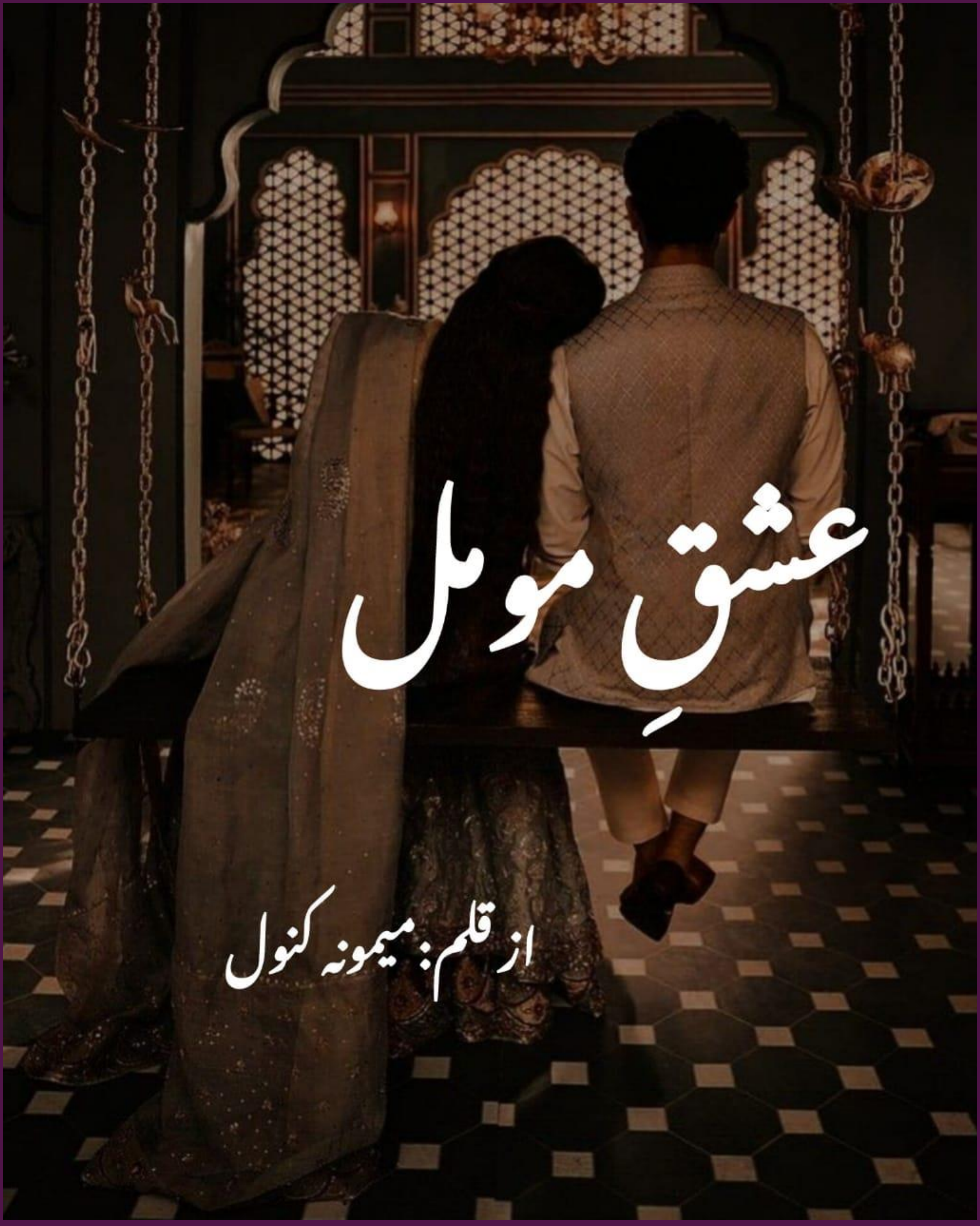
عشقِ مومل
از قلم: میمونہ کنول

آج اس کی یونی ورسٹی کا پہلا دن تھا. سیاہ برقعہ, گندمی رنگ,
مسکراتی آنکھیں جن میں ہر وقت شرارت جھلکتی تھی. حجاب میں لپٹا چہرہ, ہونٹوں پر مخصوص مسکراہٹ جو اس کی شخصیت کا خاصہ تھی. مومل درانی. جسے دنیا کا آٹھواں عجوبہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا.

اس وقت وہ دونوں لاہور کی اس وسیع و عریض یونیورسٹی کے گیٹ پر کھڑی پوری یونیورسٹی کا جائزہ لے رہی تھیں.

ہائے.... فاری دیکھ آخر ہم یہاں پہنچ ہی گئے۔

University of Punjab Lahore

میری ڈریم پلیس۔۔۔....اس نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا۔

ہاں..... چلو اندر چلتے ہیں. اب کیا پورے چار سال یہیں گزارنے ہیں؟

وہ مومل کا ہاتھ پکڑ کر اندر کی طرف بڑھی تھی.

یونیورسٹی میں داخل ہوتے ہی انہیں یوں لگا تھا جیسے وہ کسی اور دنیا میں آ گئے ہوں.

اوے فاری ہم اپنی کلاس کیسے ڈھونڈیں گے ؟راہداری میں سے گزرتے اس نے فاریہ کے کان کے پاس چہرہ کرتے آہستہ سے کہا۔

اللہ کا نام لے کر ڈھونڈیں گے تو مل ہی جائے گی.

چلو. وہ دونوں آگے بڑھیں تھیں. اگر سینئرز کے ہاتھ لگ گئے تو... وہ پھر بولی تھی.

فاریہ نے اسے گھور کر دیکھا تھا اور بولی

تمہارے جیسے لوگوں کے لیے کہا گیا ہے کہ شکل اچھی نا ہو تو بندہ بات اچھی کر لے.

اس کی اس بات پر مومل نے منہ بنایا تھا اور اس کے ساتھ چل دی. آخر انہیں کلاس مل گئی تھی. تھوڑی دیر سے آنے کی وجہ سے انہیں پیچھے جگہ ملی تھی.

____

اسلام علیکم سٹوڈنٹس !! سب سٹوڈنٹس پروفیسر کی طرف متوجہ ہوئے تھے. وہ ایک ادھیڑ عمر کے شخص تھے۔ جن کا چہرا کافی حد تک سنجیدہ تھا۔

میرا نام کامران اکمل ہے اور جیسا کہ آج آپ سب کا پہلا دن ہے. اور آج سے ہی آپ سب یہ بات جتنی جلدی سمجھ لیں گے اتنا ہی آپ سب کے لیے اچھا ہو گا کہ مجھے اپنی کلاس میں کسی بھی قسم کی کوئی الٹی سیدھی حرکت برداشت نہیں ہے اور میں آپ سب سے یہ امید کرتا ہوں کہ آپ مجھے شکایت کا موقع نہیں دیں

گے

چلیں اب آپ سب کا انٹروڈکشن ہو جائے.

مجھے تو یہ یونی لائف اور اس کی پڑھائی کسی پہاڑ سے کم نہیں لگ رہی. سر کی شکل دیکھ کر مجھے ابھی سے چکر آ رہے ہیں. جب پڑھائیں گے تو پکا میری میت نکلے گی اس کلاس میں سے. میں بتا رہی ہوں تمہیں. وہ اس کی طرف ہلکا سا جھکتے خوفناک تاثرات لیے بولی....

مومی کیا تم کچھ دیر خاموش رہ سکتی ہو. کیوں پہلے ہی دن بے عزتی کروانے پر تلی ہو. فاریہ نے دانت پستے ہوئے آہستہ سے کہ تھا.

"پہلے تصدیق کر لے تیری عزت ہے'؟؟. دل جلانے والی مسکراہٹ سجائے وہ اس سے گویا ہوئی...اور وہ مومل ہی کیا جو فاریہ کی بات مان کر خاموش ہو جائے.

اس کی بات پر فاریہ نے اسے گھور کر دیکھا تھا. جیسے کہنا چاہ رہی ہو بیٹا تو صبر کر..

آج پہلے دن کی وجہ سے ان کے کوئی خاص لیکچرز نہیں ہو رہے تھے. اس لیے وہ باہر گراؤنڈ میں آ کر بیٹھ گئیں.

مومل اور فاریہ سکول اور کالج ٹائم سے ایک ساتھ تھیں. ایک دوسرے کے گھر بھی ان کا کافی آنا جانا تھا.

____

ہائے او میرے ربا.... میں تو تھک گئی. قسمے امی آج پہلا دن تھا میرا لیکن پھر بھی اتنی تھکاوٹ ہو گئی.

مومل صوفے پر اپنا بیگ رکھتے, دھپ سے بیٹھی تھی. اور آتے ہی شروع ہو گئی تھی.

مومل تم کب نہیں تھکتی ہو... گھر کے کام کروالو دو چار تو تم تھک جاتی ہو.. یونیورسٹی چلی جاؤ تو تمہارا یہی حال ہے. آسیہ بیگم نے اسے گھورتے ہوئے کہا تھا

اچھا نا امی.... چھوڑیں یہ بتائیں. کچھ کھانے کے لیے ہے یا پھر آپ کی ڈانٹ سے ہی گزانا کرنا پڑے گا. اس نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے شرارت سے کہا۔۔

کچن میں چائنیز چاول رکھے ہیں. تمہاری بڑی امی نے بھیجے ہیں. جاؤ جا کر کھالو.

وہ فوراً سے پہلے ہی کچن میں پہنچی تھی. سنک سے ہاتھ دھو کر وہ چاولوں کی پلیٹ اٹھائے واپس صوفے پر آ کر بیٹھ گئی.

آسیہ بیگم نے نفی میں سر ہلایا تھا جیسے کہنا چاہ رہی ہو کہ اس کا کچھ نہیں ہو سکتا.

____

شام کے سائے چاروں طرف چھا رہے تھے اور وہ اپنے کمرے کی بالکونی میں کھڑی آسمان میں اڑتے پرندوں کو دیکھ رہی تھی.

وہ اکثر عصر کی نماز کے بعد یہاں آجاتی تھی.

اکتوبر کا وسط چل رہا تھا. اس لیے ہوا میں خنکی سی آگئی تھی. ڈھلتا سورج. اپنے آشیانے کو لوٹتے پرندے. ٹھنڈی ہو. روح کو سکون دے رہی تھی.

نماز کی طرح چہرے کے گرد لپٹا ہوا دوپٹا اور ہونٹوں پر مسکراہٹ سجائے وہ اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھی تھی. اس کے ہاتھ میں ایک سیاہ رنگ کی ڈائری تھی. اس کا مطلب تھا کہ آج پھر وہ کسی حسین لمحوں کو مقید کرنے بیٹھی تھی.

____

مومل......مومل بات سنو بیٹا.

جی آئی امی...وہ وہیں پاس رکھی میز ہر اپنی ڈائری رکھتے نیچے کی طرف بھاگی تھی.

آرام سے لڑکی....ابھی گر جاتی.

ارے چھوڑیں امی..اتنی جلدی کچھ نہیں ہوتا مومل کو.

خیر یہ بتائیں....کیا کہنا ہے؟؟

ہاں وہ میں نے کڑھائ بنائی ہے اور بھابھی کی پلیٹس میں ڈال کر رکھی ہے.جاؤ جا کر ان کے گھر دے آؤ.

وہ پلیٹس اٹھاتے باہر کی جانب چلی گئی.

ان کے گھر میں داخل ہوتے ہی بائیں جانب ایک لان تھا کیونکہ مومل کو پودے بہت پسند تھے. اور دائیں جانب دیوار میں ایک دروازہ نصب تھا. جو مظہر صاحب کے گھر کھلتا تھا.

مومل جیسے ہی اندر داخل ہوئی تو مظہر صاحب بیٹھے کوئی کتاب پڑھ رہے تھے. کاشان ساتھ رکھی کرسی پر بیٹھا لیپ ٹاپ پر اپنا کوئی کام کر رہا تھا. نوشین بیگم پودوں کو پانی دے رہی تھیں. اور ارشمان, ملیحہ گھاس پر بیٹھے کھلونوں سے کھیل رہے تھے.

اسلام علیکم اویری ون!!!اس نے تھوڑی اونچی آواز میں بول کر سب کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا.

مومل نے پلیٹس نوشین بیگم کو پکڑائیں تھیں.

ملیحہ اور ارشمان بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کی طرف بھاگے.

اس نے بھی زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے اپنی باہیں پھیلائیں تھیں. اور وہ دونوں زور سے آکر مومل کے گلے لگ گئے.

مومل دونوں کو پیار کرتے کھڑی ہوئی تھی اور مظہر صاحب کی طرف بڑھی.

ارے... ماشاءاللہ ہماری بیٹی آئی ہے. مظہر صاحب نے مسکراتے ہوئے اس کے سر ہاتھ رکھا تھا..... ارے واہ آج تو چاند آیا ہے ہمارے آنگن میں.

"دیکھ لیں..... دیکھ لیں... پورے چاند کا نظارہ بھی کبھی کبھی دیکھنے کو ملتا ہے". کاشان بھائی. مومل کاشان کے ساتھ رکھی کرسی پر بیٹھتے بولی تھی.

ہاہاہاہایہ بھی سہی ہے. ویسے آج تمہار ایونی میں پہلا دن تھا نا کیسا گزرا..... اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا.

اچھا تھا.... بس...... پہلا دن تھانا.. پڑھائی کم ہوئی تھی. اس لیے ہم بھی ادھر ادھر گھوم پھر کہ دن گزار آئے.

انداز ایسا تھا جیسے پہلے دن ہی بیزار ہو گئی ہو.
پو پھو آپ ہمالے شاتھ کھیلیں گی.... ابھی کاشان کچھ بولتا اتنے میں ملیحہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں میں بال اٹھائے وہاں آئی تھی. اور اس کے پیچھے ارشمان بھی بیٹ اٹھائے ان کی طرف آیا تھا.
ارے ارے بچی کو سانس تو لینے دو. ابھی تو آئی ہے. نوشین بیگم نے دونوں کو ڈپٹا تھا.
کچھ نہیں ہوتا بڑی امی.... اس نے مسکراتے ہوئے ارشمان کے ہاتھ سے بیٹ پکڑا تھا.
اب منظر کچھ یوں تھا کہ وہ بیٹینگ کر رہی تھی. ارشمان بالنگ کروا رہا تھا اور ملیحہ صاحبہ فیلڈینگ کر رہی تھیں.
ابھی انہیں کھیلتے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ...... آؤٹ.. پیچھے سے ولید کی آواز آئی تھی.
جو شاید ابھی اپنے آفس سے لوٹا تھا اور انہیں یوں گارڈن میں کھیلتا ان کی طرف آ گیا.
ولی بھائی آپ ہمارے ساتھ نہیں کھیل رہے اس لیے آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں آؤٹ نہیں ہوں.
بھئی آؤٹ تو آؤٹ ہوتا ہے کوئی بھی کیچ کر لے. کیوں بابا. ولید نے مومل کو زچ کرتے مظہر صاحب کو مخاطب کیا تھا.

نہیں جی...دیکھیں نا بڑے پاپا... میں آؤٹ نہیں ہوں.

یہ تو ہمارے ساتھ کھیل بھی نہیں رہے تھے. مومل نے منہ بسور کر کہا تھا.

پتر جی کیوں تنگ کر رہے ہیں بچی کو... مظہر صاحب نے مومل کی سائڈ لی تھی.

ارے بابا آپ اس کی سائڈ کیوں لے رہے ہیں... یہ تو پاگل ہے.. ولید نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے شرارت سے کہا تھا.

مومل کو تو اپنے لیے پاگل کا لفظ سن کر ہی صدمہ لگ گیا تھا.

"آپ مجھے پاگل کہ رہے ہیں....اس نے تصدیق کرتے بولا تھا۔ تو ہاتھ ملائیں آپ بھی تو میرے ہی بھائی ہیں"

.مومل نے ہنستے ہوئے حساب برابر کیا تھا.

اس کی اس بات پر سب نے قہقہ لگایا تھا.

یہ لو جی دہی بھلے...رباب (کاشان کی بیوی) نے ہاتھوں میں پکڑی ٹرے میز پر رکھی تھی۔

واہ بھابھی...دل جیت لیا آپ نے تو..... قسم سے بہت بھوک لگی تھی. اس نے داد دینے والے انداز میں کہا تھا.

کب بھوک نہیں لگتی... کھانے کی مشین!! ولید نے اسے پھر چھیڑا تھا.

ولی باز آجاؤ.... رباب نے اسے گھوری سے نوازہ تھا.

مومل نے ولید کی بات کو مکمل نظرانداز کیا تھا. اور ٹیبل سے پلیٹ اٹھا کر اس میں دہی بھلے ڈالتے وہیں نیچے گھاس پر بیٹھ گئی.

بیٹا تم نیچے کیوں بیٹھ گئی.... ادھر اوپر آکر بیٹھو... چلو شاباش... نوشین بیگم نے اسے اٹھنے ہو بولا تھا۔

کچھ نہیں ہوتا بڑی امی. میں نیچے ہی ٹھیک ہوں... نے کہتے ہی دہی بھلوں کا چمچ منہ میں ڈالا تھا.

کچھ دیر وہاں بیٹھنے کے بعد وہ اٹھتے ہوئے بولی.... اچھا اب میں چلتی ہوں امی انتظار کر رہی ہوں گی.

تھوڑی دیر اور رک جاتی بیٹا اتنے دنوں بعد تو آئی تھی. مظہر صاحب نے اسے روکنا چاہا تھا.

نہیں بڑے پاپا مغرب ہونے والی ہے. میں پھر آؤں گی...اگر ابھی نا گئی تو آپ کی بھابھی جوتا اٹھا کے آجائیں گی. اس نے مظہر صاحب کے گرد باہیں پھیلائے ہنستے ہوئے کہا تھا.

ملیحہ اور ارشمان کو پیار کرتے وہ دروازے کی جانب چلی گئی

____

مومل کتنی دیر لگا دی تم نے؟ کب سے انتظار کر رہی تھی میں تمہارا. آسیہ بیگم نے فکرمندانہ انداز میں کہا تھا.

بس سب کے ساتھ وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلا. اس لیے دیر ہو گئی.
مومل مسکراتے ہوئے سیڑھیوں کی جانب بڑھی تھی. اس کا کمرہ اوپر دائیں جانب تھا کیونکہ اسے بالکونی کا شوق تھا اس لیے.

مومل کے کمرے کے بائیں جانب شایان کا کمرہ تھا. شایان ایک آرمی آفیسر تھا.

اس لیے وہ کم ہی گھر میں پایا جاتا تھا.. آسیہ بیگم اس کے کمرے کی کبھی کبھی صفائی کروادیتی تھیں. ورنہ اس کا کمرہ بند ہی رہتا تھا.

____

مومل اٹھ بھی جاؤ اب..... نماز کا ٹائم نکلا جارہا ہے. اور تم ہو کہ اٹھنے کا نام نہیں لے رہی.

اٹھ گئی...اٹھ گئی.... مومل نے منہ سے کمبل ہٹاتے انہیں تسلی دی تھی. اور پاؤں میں چپل پہنتے وہ واشروم کی جانب بڑھی.

نماز ادا کرنے کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کرنا اس کا معمول تھا.

اسلام علیکم !.

اگر آپ بھی لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اسے دوسروں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو ہم فراہم کر رہے ہیں آپ کو ایک ایسا پلیٹ فارم جو آپ کے لکھی ہوئی پوسٹ کو دنیا تک پہنچائے گا۔

اپنا ناول، ناولٹ، آرٹیکل، افسانہ، شاعری یا کچھ بھی لکھا ہو پبلش کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ہم سے رابطہ کریں ۔

mklibrary13@gmail.com

اس کے علاوہ آپ ہمارے انسٹا گرام اور واٹس ایپ پر بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

Instagram: @mklibrary.official

What's up: +92-3144810202

____

اماں حضور ناشتہ ملے گا یا میں ایسے ہی یونی چلی جاؤں. مومل نے سیڑھیاں اترتے آسیہ بیگم کو آواز لگائی تھی.

بیٹا جی آپ نے ہی دیر کر دی ہے آپ کی امی تو کب کا ناشتہ لگا چکی ہیں اور میں کب سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں. جبار صاحب نے میٹھا میٹھا طنز کیا تھا.

اووووپس..... کوئی نی کوئی نی بابا...

"حسین لوگوں کا انتظار کرنے سے عمر بڑھتی ہے"

.دانت نکالتے ہوئے وہ ان کے پاس رکھی کرسی پر بیٹھ گئی.

____

اوے فاری سن نا..... مجھے بھوک لگی ہے. چل اٹھ نا کچھ کھاتے ہیں. تجھے مجھ معصوم کی دعا لگے گی.

مومل اور فاریہ کو مشکل سے آدھا گھنٹہ ہوا تھا لائبریری میں آئے. انہیں کچھ نوٹس بنانے تھے مومل چپ کر کے بیٹھ جاؤ ورنہ لائبریرین ہمیں اٹھا کر باہر پھینکیں گی. فاری ہنے دانت پستے ہوئے کہا تھا.

چل نا پلیز.......اس نے منت کی تھی.

فاریہ غصے سے کتابیں اٹھائے لائبریری سے نکلی تھی.

تم کیوں نی کھا رہی. یقین مانو یونی والوں نے اس میں زہر نہیں ملایا. مومل نے برگر کی بائیٹ لیتے اسے کو مخاطب کیا تھا.

جو غصے سے منہ پھلائے بیٹھی تھی.

تم ہی ڈھو سو...اللہ تمہیں ہی نصیب کرے...

ارے میری روٹھی محبوبہ کھانے سے کیا ناراضگی ہاں..... چلو مان جاؤ نا اب. مومل ساتھ ساتھ برگر کا بائیٹ بھی لی رہی تھی.

قسم لے لو اگر جو میرا بوائے فرینڈ بھی ہوتا نا اس کو بھی میں نے اتنا نہیں منانا تھا. جتنا تمہیں منا رہی ہوں.

فاریہ نے اسے گھورتے ہوئے برگر اٹھایا تھا.

یہ چیز میرے عزیزاب لگ رہی ہونامومل کی دوست . دونوں کے ہونٹوں پرمایونیز لگا تھا. کیونکہ مومل صاحبہ کا کہنا تھی کہ جب تک مویونیز ہاتھوں اور ہونٹوں پر نالگ جائے بر گر کھانے کا مزہ نہیں آتا.

عجیب ہی منطق تھے مومل بی بی کے.

فاریہ زیادہ دیراس سے ناراض نہیں وہ سکتی تھی بلکہ کوئی بھی اس سے زیادہ دیر ناراض نہیں رہ سکتا تھا.

____

مومل اپنی دادی کے کمرے کی بیڈ شیٹ چینج کردو!!!.آسیہ بیگم نے کچن سے ہی اسے کو آواز لگائی تھی.

جو باہر صوفے پر بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی. ان کی آواز سنتے ہی وہ فوراََ کچن کی جانب بھاگی تھی. آج دادی

آرہی ہیں۔اس نے خوش ہوتے ہوئے آسیہ بیگم سے سوال کیا تھا۔

ہاں میں تمہیں صبح بتانا بھول گئی تھی۔اب جاؤ جا کر ان کے کمرے کو اچھے سے دیکھ لینا کسی چیز کی ضرورت نا ہو۔

ہائے..... کتنا مزہ آئے گا نا.....امی.. مومل نے خوشی سے ان گلے لگ گئی۔اچھا اچھا جو کام کہا ہے وہ کرو.. آسیہ بیگم نے پیار سے اسے خود سے الگ کیا تھا۔

مومل کی دادی حلیمہ بیگم جو کہ کچھ دنوں کے لیے اپنے کسی رشتے دار کے ہاں رہنے گئی ہوئی تھیں اب واپس آرہی تھیں۔اس کو اپنی دادی سے بہت محبت تھی۔وہ اکثر ان کے پاس گھنٹوں بیٹھی رہتی تھی اور کبھی کبھی ان کے پاس ہی سو جاتی تھی۔

____

گاڑی کی آواز پر وہ باہر کی جانب بھاگی تھی. جہاں جبار صاحب حلیمہ بیگم کی گاڑی سے اترنے میں مدد کر رہے تھے.

اسلام علیکم دادی!! مومل سلام کرتے ان کے گلے لگ گئی.

وعلیکم اسلام!! کیسی ہے میری بچی؟ دادی نے اس کے الگ ہوتے ہوئے حال احوال پوچھا تھا.

میں ایک دم فرسٹ کلاس. آپ کے سامنے ہوں. آپ سنائیں کیسی ہیں؟ اور آپ نے اتنے دن لگا دیے آنے میں. اب میں آپ کو کہیں نہیں جانے دوں گی. اب وہ اندر صوفے پر بیٹھی تھیں اور مومل نے لاڈ سے ان کے گرد باہیں پھیلائے کہا تھا.

مومل دادی کو سانس تو لینے دو آتے ہی شروع ہو گئی ہو. آسیہ بیگم نے اسے گھورتے ہوئے کہا تھا جواب حلیمہ بیگم کو چائے کا کپ پکڑا رہی تھیں.

کچھ نہیں ہوتا آسیہ.... ایک یہ ہی تو ہے اس گھر کی رونق. مومل میڈم کو تو مزید شے مل گئی تھی.

وہ تو صوفے پر التی پلتی مار کر دادی کے بلکل قریب بیٹھ گئی. اور حلیمہ بیگم کو آسیہ بیگم کی شکایتیں لگانے لگی تھی. جس کو حلیمہ بیگم مسکراتے ہوئے سن رہی تھیں.

____

اگلا دن اتوار کا تھا. دادی تو باہر لان میں دھوپ لگوا رہی تھیں. اور مومل صاحبہ گھوڑے گدھے مانو پورا استبل بیچ کر سو رہی تھی.

کیونکہ اس کا فرمان تھا کہ ایک سنڈے ہی تو ملتا ہے سونے کو. اس لیے اسے کوئی نہیں اٹھاتا تھا.

مومل اب اٹھ بھی جاؤ... دن کے گیارہ بج رہے ہیں اور تمہاری نیند ہی پوری نہیں ہو رہی.

آسیہ بیگم نے اب کی بار کھینچ کر بلانکٹ اس پر سے اتارا تھا. کیونکہ وہ پہلے بھی دو دفعہ اسے اٹھانے اچکی تھیں.

اچھانا اٹھ گئی. ادھ کھلی آنکھوں سے وہ پاؤں میں چپل پہنتی واشروم کی جانب گئی.

____

ایک ہاتھ میں چائے کا مگ اور دوسرے میں بسکٹ کا پیکٹ لیے وہ بھی دادی کے پاس والی کرسی پر بیٹھ گئی.

تم نے ناشتہ کر لیا جو یہ لے کر بیٹھ گئی ہو. انہوں نے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا تھا اشارہ بسکٹ اور چائے کی طرف تھا.

بس کیا بتاؤں دادی..... آپ کی بہو نے مجھے ناشتہ نہیں دیا. کہتی ہیں یہ ہی کھاؤ. اب بتائیں میں معصوم کہاں جاؤں. اس نے دنیا جہاں کی معصومیت چہرے پر سجائے کہا تھا.

ہاں.....اگر تم وقت پہ اٹھ جاؤ تو وہ ناشتہ بھی بنا کر دے دے یہ ناشتے کا نہیں دوپہر کے کھانے کا وقت ہے.

دادی نے الٹا اسے لتاڑا تھا.

اچھا ہے نا میں گھر والوں کی بچت کروا رہی ہوں. صبح کا اور دوپہر کا کھانا ایک ساتھ کھا کر. مومل نے دانت نکالتے ہوئے کہا.

____

تجھے پتا ہے فاری دادی واپس آگئی ہیں اب ہم ولی بھائی کی شادی بھی جلد کریں گے. کیونکہ دادی نے کہا تھا کہ جب وہ واپس آئیں گی تو ہم شادی کی ڈیٹ فکس کرنے جائیں گے.

اسخوش ہوتے ہوئے فاریہ ساری کو بتا رہی تھی.

اور فاریہ بایئں ہاتھ چہرے کے نیچے رکھے. کہنی کو ڈیسک پر ٹیکائے مسکراتے ہوئے اس کی باتیں سن رہی تھی.

اسلام علیکم سٹوڈنٹس !!!!اب سب پروفیسر کی آواز پر ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے.

کیسے ہیں آپ سب ؟؟انہوں نے ڈائس پر اپنی فائل رکھتے سوال کیا تھا.

سر ہم بہت اچھے, بہت کیوٹ اور بہت پیارے...آپ سنائیں کیسے ہیں؟جواب مومل کی طرف سے آیا تھا.
مومل کی اس بات پر پوری کلاس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا.

مگر ان سب میں فاریہ بہت نارمل انداز میں بیٹھی تھی. کیونکہ وہ مومل سے ہر کام کی توقع کر سکتی تھی کیونکہ وہ مومل تھی.اس لیے

پوری کلاس اس پروفیسر کے غصے سے بہت ڈرتی تھی. مگر وہ مومل ہی کیا جو کسی کی سن لے اور پھر اس پر عمل بھی کر لے.

مومل کی اس بات پر سر بھی مسکرائے بنا نہیں رہ سکے تھے. اور بولے "جی جی میں جانتا ہوں کہ آپ سب بہت کیوٹ اور اچھے ہیں. اللہ آپ کو ایسے ہی خوش رکھے. انہوں نے مسکراتے ہوئے انہیں دعا دی تھی.

جس پر پوری کلاس مزید صدمے میں چلی گئی تھی. کیونکہ یہ سر بہت کم ہی مسکراتے تھے. بقول مومل: سر نے کہیں پڑھا تھا کہ ہنسنا منع ہے بس اسی بات کو سر نے سیریس لے لیا.

مومل ان تین مہینوں میں ہی سب سے گھل مل گئی تھی اور ہر ایک کو اس کی طبیعت کا بھی علم ہو گیا تھا.

____

یار رررر.... اتنی اسائنمنٹ کون دیتا ہے. ہم اتنے معصوم لوگ ہیں. اتنی زیادہ اسائنمنٹ کرتے کرتے ہمیں

موت اگئی تو پھر.....ہائے ے ے ے میں تو اپنے گھر کا اکلوتا چراغ ہوں میرے گھر والوں کا کیا ہو گا. وہ تو مانو رونے پر ہی آگئی تھی.

وہ اور فاریہ اس وقت کینٹین میں بیٹھی تھیں. ان کے ایک پروفیسر نے انہیں کچھ زیادہ ہی اسائنمنٹ دے دی تھی. جس پر مومل صاحبہ کی تو دہائیاں ہی ختم نہیں ہو رہی تھیں.

خدا کا خوف کرو مومی ایسا بھی کوئی پہاڑ نہیں ٹوٹ پڑا جو تم یوں ریئکٹ کر رہی ہو. فاریہ نے اسے ڈپٹا تھا. اب جاؤ جا کر کچھ کھانے کو لے آؤ بہت بھوک لگ رہی ہے.

ابھی میں فیلحال صدمے میں ہوں. خود ہی چلی جاؤ. اس نے ہری جھنڈی دیکھائی تھی.

تو لے کہ آنا پلیز......اس نے منت کی تھی.

اچھا اچھا زیادہ سینٹی نا ہو جا رہی ہوں.

____

ابھی وہ سموسے کی پلیٹ لے کر پلٹی ہی تھی کہ پیچھے آتے انسان سے اس کا بہت برا تصادم ہوا تھا.اور سموسے کی چٹنی اس کی شرٹ پے گر گئی.

I.....i am sorry... i am sorry

مجھے نظر نہیں آیا. پلیز I........i am sorry.وہ پھر بولی تھی. کیونکہ اس کی پوری شرٹ چٹنی گرنے کی وجہ سے خراب ہو چکی تھی. مقابل نے وائٹ ٹی شرٹ کے ساتھ بلیک جیکٹ اور بلیک ہی پینٹ پہن رکھی تھی. کوئی بات نہیں.اس لڑکے نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا.

نہیں شاہ میر تم نہیں جانتے ایسی لڑکیوں کو....ان کو ایسی حرکتیں کر کے لڑکوں سے اٹنشن لینی ہوتی ہے.اور کچھ نہیں.یہ مومل کی کلاس کی رمشہ تھی جسے نا جانے کیوں پہلے ہی دن سے مومل سے کوئی مسلئہ تھا.

تم.... جانتی بھی ہو یہ شرٹ کتنی مہنگی ہے. جسے تم نے اپنی جاہلانہ حرکت کی وجہ سے خراب کر دیا ہے. میں بھی کسے کہ رہی ہوں. تمہیں کیسے پتا ہو گا. اس نے تمسخرانہ انداز میں کہا تھا. مقصد اسے بے عزت کرنا تھا.

مومل نے سر سے پیر تک اسے دیکھا تھا اور پھر بڑے ہی تحمل دے بولی تھی. پہلی بات تو یہ کہ..... بی بی تجھ سے بات بھی کون کر رہا ہے. اور یہ جو بات بولی ہے نا لڑکوں کو اٹریکٹ کرنے والی اس کی کم از کم مجھے نہ کوئی شوق ہے اور نا ہی ضرورت.....

اگلی دفعہ بات کرنے سے پہلے سو دفعہ سوچنا..... ورنہ میں بغیر سوچے بولوں گی... پھر شکوہ مت کرنا. ایک دل جلانے والی مسکراہٹ اس کی طرف اچھالتے وہ شاہ میر کی طرف مڑی تھی. آپ بتا دیں میں پے کرنے کو تیار ہوں.

نو نو... سسٹر اٹس اوکے. اس نے مسکراتے ہوئے منع کیا تھا.

شاہ میر.... تم...

رمشہ یہ میرا مسئلہ ہے اور اس نے مجھ سے سوری بول دی ہے اور یہ بات ختم ہو چکی ہے. خام خواہ بات کو مت بڑھاؤ اور جاؤ یہاں سے. اس نے ہاتھ کے اشارے سے وہاں سے جانے کو کہا تھا.

اپنی اتنی انسلٹ اسے شدید غصہ آیا تھا. مومل تمہیں تو میں نہیں چھوڑوں گی. دل میں عہد کرتے. وہ پیر پٹختے وہاں سے چلی گئی.

____

کیا ہوا تھا.... فاریہ نے اس کی طرف دیکھتے پریشانی سے سوال پوچھا تھا. اب وہ واپس اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئی تھی. سامنے کینٹن کی ونڈو سے آتی سورج کی روشنی اس کے غصیلے چہرے پر پڑ رہی تھی.

فاریہ کی کال آگئ تھی اور اٹھ کر کینٹین سے باہر چلی گئ تھی اس لیے وہ دیکھ ہی نہیں پائی کہ وہاں کیا ہوا.

کچھ نہیں..... بس ایسے ہی کچھ لوگوں کو عادت ہوتی ہے. ٹانگ اڑانے کی... اس نے غصے سے کہتے اپنی کنپٹی مسلی تھی.

ویسے وہ لڑکا کون تھا مومی؟؟؟ فاریہ نے بڑے رازدانہ انداز میں مسکراہٹ دباتے پوچھا تھا.

پوپھی کا بیٹا ہے میری. پچھلی گلی میں رہتا ہے..... مجھے کیا پتا کون تھا. میں نے تو خود آج پہلی دفعہ دیکھا ہے اسے.. مومل نے زچ ہوتے کہا تھا.

ہاہاہاہاہا... اس کی بات پر فاریہ قہقہ لگایا تھا. کافی ہینڈسم لگ رہا تھا... پیارا بھی تھا..... نہیں؟؟؟ اس نے مسکراہٹ دباتے اسے مزید تنگ کیا تھا.

خوفِ خدا کر فاری.... سسٹر بول کر گیا ہے...... مجھے لگتا ہے کسی اچھے گھر کا تھا.

خیر.... تو اپنا کام کر چل... تجھے اس سے کیا... اس نے رعب جماتے ہوئے کہا تھا.

ہاہاہاہا..... مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے میں تو ویسے ہی بول رہی تھی. اس نے ہنستے ہوئے صفائی دی تھی. مقصد اس کا غصہ کم کرنا تھا. ویسے تو اسے غصہ نہیں آتا تھا. مگر جب آتا تھا تو پھر سامنے والا بھی پناہ مانگتا تھا.

____

آج آسیہ بیگم نے سب کو چائے پر بلایا تھا. کیونکہ دادی نے سب سے کچھ ضروری بات کرنی تھی.

مومل کیچن میں کباب رکھے ہیں انہیں فرائی کردو.

آسیہ بیگم نے باہر سے ہی اسے آواز لگائی تھی.

جو اندر صوفے پر بیٹھی بسکٹس کو پلیٹس میں رکھ رہی تھی.

اچھا امی!!!. مومل پاؤں میں چپل پہنتے کیچن کی جانب گئی تھی. یا خدا!!ان کبابوں کو فرائی کرتے کرتے کہیں میں خود ہی فرائی نا ہو جاؤں. مومل نے فرائی پین میں رکھے کباب کو پلٹتے ہوئے کہا تھا.

کیا بڑ بڑائے جا رہی ہو..... جلدی جلدی ہاتھ چلاؤ. آج ہی کھانے ہیں ہم نے. آسیہ بیگم نے آتے ہی اس کو ڈپٹا تھا. کیونکہ مومل بہت مشکل سے ہاتھ آتی تھی. اس لیے آسیہ بیگم اگلی پچھلی ساری کسر نکال لیتی تھیں.

اماں میں... میں آپ کی اکلوتی اولاد.... آپ مجھے پہچانتی ہیں میں مومل ہوں آپ کی بیٹی... اب وہ کباب کو ہاٹ پاٹ میں رکھتے انہیں یاد کرانے کی کوشش میں تھی. مقصد کام سے بچنا تھا.

ہاں ہاں... سب پتا ہے مجھے تم اگر زبان کی بجائے ہاتھ چلاؤ نا تو کام جلدی ہو جائے.

آسیہ بیگم کہتے ہی باہر کی طرف چلی گئیں. کیونکہ نوشین بیگم اور سب آ چکے تھے.

____

ارشمان اور ملی دونوں چپ کر کے بیٹھ جاؤ. دادی بہت ضروری اعلان کرنے والی ہیں. مومل گھاس پر بیٹھی تھی اور اس کے ارد گرد ارشمان اور ملیحہ بیٹھے تھے. انہوں نے مومل کی بات پر یوں ہاں میں سر ہلایا تھا جیسے ان کو اس کی بات سمجھ آئی تھی.

سب بڑے کرسیوں پر بیٹھے چائے پی رہے تھے. ہاں تو...اب سارے میری بات کو غور دے سنو, دادی نے کپ میز پر رکھتے سب کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا.

مظہر.... سوہا (ولید کی منگیتر) کے گھر والوں کو کہو کہ ہمیں اب شادی کی تاریخ دے دیں. اب ہم مزید انتظار نہیں کر سکتے. اس لیے ہم اب جلد از جلد شادی کرنا چاہتے ہیں. وہ بھی اپنے فرض سے سبکدوش ہوں. دادی

نے جیسے ہی بات ختم کی تھی. مومل تقریباً چیختے ہوئے بولی تھی.

ہائے اور باولی بھائی کی شادی..... وہ سب کے سروں آن پر کھڑی ہوئی تھی. آرام سے بیٹا آرام سے.... جبار صاحب نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہہ تھا

سوری باباجانی میں کچھ زیادہ ہی اکسائٹڈ ہو گئی تھی. اس نے دانت نکالتے وضاحت دی تھی.

ارے واہ.. آج تو سارے یہاں جمع ہیں کوئی خاص بات ہے کیا. ولید جو ابھی آفس سے واپس آیا تھا. اپنے گھر میں کسی کو موجود نا دیکھ وہ یہیں چلا آیا تھا.

آپ کو گھوڑی چڑھانے کی باتیں ہو رہی ہیں. مومل کہتے ہی ولید کی جانب گئی تھی اور وہ اسے اپنے ساتھ لگائے سب کی طرف آ گیا تھا.

ویسے کتنا مزہ آئے گا نا آپ کی شادی ہو گی. بہت سارے فنکشن ہوں گے. مومل باقاعدہ ہاتھ ہلا ہلا کر بات

رہی تھی.

اور امی میں آپ کو پہلے ہی بتا رہی ہوں. سارے ڈریسز میں اپنی پسند کے بنواؤں گی آپ مجھے کچھ نہیں بولیں گی. اب وہ آسیہ بیگم کے سر ہر کھڑی ان کو اپنا خطبہ سنا رہی تھی.

اچھا اچھا بنوا لینا... آسیہ بیگم نے بات ختم کی تھی.

تو امس پھر آپ نے کیا تاریخ سوچی ہے. مظہر صاحب نے حلیمہ بیگم کو مخاطب کیا تھا.

یہ ان سے بات کر کے پھر طے کر لیں گے. آخر کو ان کو بھی کچھ تیاریاں کرنی ہوں گی. دادی نے تحمل سے بات ختم کی تھی.

ولید بیٹا تمہیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے نا.... مظہر صاحب نے اس سے پوچھنا لازمی سمجھا تھا.

ہاں ولید پتر جے تینوں کوئی اعتراج ہے تے مینوں ہنڑ ین دس دے میں تیرے دولا کے سارا اعتراج کھتم کرداں گی. (ہاں ولید بیٹا اگر تمہیں کوئی اعتراض ہے تو ابھی بتادو. میں دو تھپڑ لگا کے سارا اعتراض ختم کردوں گی). دادی کی توپوں کا رخ اب ولید کی جانب تھا.

نہیں نہیں دادی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے. ولید نے ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا.

ارے انہیں کیا اعتراض ہو گا. ان کے تو دل میں لڈو پھوٹ رہے ہوں گے. مومل پھر ولید کے سر پہ آن پہنچی تھی. اور اس کی اس بات پر وہاں سب نے قہقہ لگایا تھا. اور اسی طرح ہنستے ہوئے ایک شام کا اختتام ہوا تھا.

____

دسمبر کی سرد راتوں نے موسم کو مزید سرد کر دیا تھا. سردیوں کی دھند نے لاہور کی سڑکوں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا وہیں ایک نفوس اپنی بالکونی میں کھڑا تھا.

ہمارے گھر میں اتنے سالوں بعد اتنی بڑی خوشی کی بات آئی ہے. مگر تمہارے بغیر یہ خوشی بہت ادھوری ہے شانی. ایک آنسو ٹوٹ کر ہاتھ میں پکڑی تصویر پر گرا تھا.

کاش تم نے کبھی آرمی جوائن نا کی ہوتی تو آج ہم اس خوشی کے موقع کو مل کے سلیبریٹ کرتے. وہ اس ٹھٹھرتی سردی میں ہاتھ میں پکڑی تصویر سے محوِ گفتگو تھی.

دراصل وہ پچھلے چھ ماہ سے ایک مشن پر تھا. اور مشن پر ہونے کی وجہ سے پچھلے تین ماہ سے مومل کی اس سے کوئی بات نہیں ہوئی تھی. جب اس نے آرمی جوائن کی تھی تو مومل نے اس بات کی بہت مخالفت کی تھی. مگر شایان کے سمجھانے پر وہ بہت مشکل سے مانی تھی.

ہاتھ کی ہتھیلی سے رخسار کو رگڑتے وہ کمرے میں داخل ہوئی تھی. ٹیرس کے دروازے کو اچھے سے لاک کرتے اب وہ بیڈ پر آ بیٹھی تھی. ہاتھ میں موجود تصویر کو اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا تھا. اور موبائل اٹھا کر شایان کا لاسٹ سین چیک کیا تھا. جو 5 اکتوبر شو کر رہا تھا. ایک اداس مسکراہٹ کے ساتھ اس نے موبائل تکیے کے نیچے رکھا اور لحاف اوڑھ کر سو گئی.

____

آج فاریہ یونیورسٹی نہیں آئی تھی. اس لیے مومل پوری یونیورسٹی میں اکیلے ہی گھوم رہی تھی. چلتے چلتے وہ یونی کے اس ایریے میں اگئی تھی جہاں بہت کم لوگ آتے جاتے تھے.

اچانک اسے کسی کے رونے کی آواز آئی تھی. اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو سامنے بینچ پر ایک لڑکی بیٹھی تھی. اس لڑکی کی مومل کی طرف پیٹھ تھی. اس لیے وہ اسے اس کا چہرہ نظر نہیں آرہا تھا.

آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس کے قریب گئی اور اس کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی تھی.

رانیہ!!! تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ اور تم رو کیوں رہی ہو؟ اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے مومل نے اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھتے پریشانی سے پوچھا تھا.

اس لڑکی نے جلدی سے آنسو صاف کرتے نفی میں سر ہلایا تھا. کچھ نہیں ہوا. تم جاؤ یہاں سے مومل.

ایسے تو ہرگز نہیں جاؤں گی جب تک بتاؤ گی نہیں. یقین کرو تم مجھ سے شیئر کر سکتی ہو. میں جہان سکندر نہیں ہوں. لیکن مجھے راز رکھنے آتے ہیں.

اس کے لہجے میں سنجیدگی تھی.

تم.. تم.. سچ میں کسی کو نہیں بتاؤ گی. اس نے جیسے یقین کرنا چاہا تھا.

ہاں... پکا کسی کو نہیں بتاؤں گی. اب وہ اس کے پاس بینچ پر بیٹھ گئی تھی.

میرے بوائے فرینڈ.... نے... مجھے چھوڑ دیا.... یہ کہ کر.... کہ اب اسے میری ضرورت نہیں ہے. ہچکیوں سے روتے وہ اسے ساری بات بتا رہی تھی۔
اس کے لیے.... میں نے سب..... کچھ چھوڑ دیا. اپنی دوستوں کو....., اپنے گھر والوں کو,.... اپنے بہن

بھائیوں کو ٹائم دینا چھوڑ دیا. پر اس نے کیا کیا۔۔۔اب کی بار اس کی آواز تھوڑی بلند ہوئی تھی۔ آخر میں... ..اس نے مجھے ہی چھوڑ دیا. وہ ہچکیوں میں روتے ہوئے اسے سب بتا رہی تھی.

ارے ارے رونا تو بند کرو. اس طرح فضول لوگوں کے لیے اپنے قیمتی آنسو ضائع نہیں کرتے. مومل نے پیار سے اس کے آنسو صاف کرتے کہا تھا.

اچھا مجھے بتاؤ کہ اب تم کیا چاہتی ہو؟؟

میں اس سے محبت کرتی تھی.... اسے اپنا محرم بنانا چاہتی تھی. میں زنگی گزارنا چاہتی تھی اس کے ساتھ۔۔ مگر اب... اب میں کچھ نہیں چاہتی.

کیوں؟؟؟؟ مومل نے پھر پوچھا تھا.

کیونکہ اب میری ساری فیلنگز سارے ایموشنز سب کچھ ختم ہو گئے ہیں. میں نے سب ختم کر دیا. سب

خراب کر دیا..اپنی زندگی اپنے رشتے..... سب کچھ .اپنی دوستوں کو خود سے دور کو دیا۔ وہ دائیں ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کرتے بولی تھی

کچھ بھی ختم نہیں ہوا. تمہارے پاس اب بھی بہت کچھ ہے....اگر تم دیکھو تو.... مومل نے نہایت مدھم آواز میں اسے پیار سے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ مومل کے اس طرح کہنے پر اس نے حیرانی سے گردن موڑ کر اسے دیکھا تھا.

مطلب ؟؟

مطلب یہ کہ وہ لمحے بھر کو رکی تھی ا۔اللہ سے دوستی کرلو. جانتی ہو اللہ کی دوستی میں بہت طاقت ہے اور جب خدا دوست ہو نا تو کسی اور کی خواہش ہی نہیں رہتی.

. وہ کبھی اپنے بندے کو اکیلا نہیں چھوڑتا.

اور ویسے بھی اس دنیا بنانے والا نے کہا ہے کہ دنیا ایک دھوکا ہے. یہ حقیقت کی زندگی ہے ہی نہیں. امتحان کی جگہ ہے. صرف اس رب پر بھروسہ رکھ کر زندگی گزارو. یقین کرو خوش رہو گی. مومل نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا۔

اسلام علیکم !.
اگر آپ بھی لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اسے دوسروں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو ہم فراہم کر رہے ہیں آپ کو ایک ایسا پلیٹ فارم جو آپ کے لکھی ہوئی پوسٹ کو دنیا تک پہنچائے گا۔
اپنا ناول، ناولٹ، آرٹیکل، افسانہ، شاعری یا کچھ بھی لکھا ہو پبلش کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ہم سے رابطہ کریں ۔

mklibrary13@gmail.com

اس کے علاوہ آپ ہمارے انسٹا گرام اور واٹس ایپ پر بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

Instagram: @mklibrary.official

What's up: +92-3144810202

اور یہ کہ ان لوگوں کو اہمیت دو جن کو تمہاری فکر ہے. جن کو تم سے محبت ہے. یہ ٹکے ٹکے کے عاشق تو تمہیں ہر گلی کی نکر پر مل جائیں گے.

اپنے بہن بھائیوں کو وقت دو. اپنے اماں ابا کا خیال رکھو. اور جسے تم سے سچ میں محبت ہو گی نا۔۔۔۔وہ یوں بوائے فرینڈ نہیں بنے گا۔ وہ سیدھا رشتہ بھیج کر تمہیں محرم بنائے گا.

اس لڑکی نے ایک لمحے کو مومل کو حیرانی سے دیکھا تھا۔اسے مومل سے اس قدر سمجھداری والی باتوں کی امید نہیں تھی.ا.

پر میں اب بھی اس سے محبت.... کرتی ہوں...وہ ابھی بھی اسی بات پر اٹکی تھی.

دیکھو میری بات سنو!!!زندگی۔۔۔۔۔۔ محبت, گرل فرینڈ بوائے فرینڈ...ان سب سے آگے کی چیز ہے محبت کرنا غلط نہیں ہے لیکن ہر چیز ایک انداز میں اور اپنے وقت پر اچھی لگتی ہے...زندگی اللہ نے دی ہے اور ہم نے اس میں کیا کیا..اس سب کا جواب بھی تو دینا ہے...اللہ تعالی قیامت والے دن پوچھیں گے کہ جوانی کہاں گزاری؟؟

کیا جواب دیں گے ہم؟؟؟ کبھی سوچا ہے... مومل کی بات پر اس نے نظریں جھکا لیں تھیں.

دیکھو میرا مطلب تمہیں شرمندہ کرنا نہیں ہے.بس اتنا سمجھانا ہے کہ ہر کام کرنے سے پہلے بس اتنا سوچا کرو کہ اللہ تعالی کو اس کا جواب دینا.مومل نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا.

وہ بھی نم آنکھوں سے مسکرادی تھی اور بولی.. تم صحیح کہہ رہی ہو مومل...میں خیال کروں گی آئندہ سے.

گڈ گرل یہ ہوئی نا بات.. مومل نے پیار سے اس کی گال کھینچی تھی.

اور ہاں اپنی زندگی کو آسان بنالو. جس چیز کو کرنے سے تمہیں خوشی محسوس ہوتی ہے وہ کرو.... اپنی خوشیوں کا گلا گھونٹ کر انسان کبھی خوش نہیں وہ سکتا. چلو اب میں چلتی ہوں.. اللہ حافظ..

کہتے ہی وہ اپنا بیگ اٹھا وہاں سے جانے کو اٹھی تھی.

تم بہت اچھی ہو مومل...... پیچھے سے اس لڑکی نے اونچی آواز بولا تھا.

جانتی ہوں.... کوئی شک؟؟ وہ جاتے جاتے پلٹی تھی. اور بائیں آنکھ سے ونک کرتے ہنستے ہوئے کہا تھا.

رانیہ پر مومل کی باتوں کا اچھا خاصا اثر ہوا تھا. اس نے دل میں عہد کر لیا تھا کہ اب وہ صرف اپنی فیملی کو وقت دے گی. اور دوبارہ کبھی اس طرح کسی پر بھروسہ نہیں کرے گی.

____

وہ عصر کی نماز پڑھ کر دعا مانگ رہی تھی. جب ملیحہ اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی. اس نے اپنی گول مٹول آنکھوں سے مومل کی طرف دیکھا تھا۔

پوپھو آپ تیاتر رہی تھی.

پوپھو کی جان میں دعا مانگ رہی تھی. اس نے ملیحہ کو اٹھا کر اپنی گود میں بیٹھا لیا تھا.

دعا کس سے مانگتے ہیں؟؟ اس نے معصومیت سے پوچھا تھا.

دعااللہ تعالی سے مانگتے ہیں. جب بھی کچھ چاہئے ہو تو اللہ سے دعا مانگو پھر وہ چیز آپ کو مل جائے گی.

میں اللہ سے ٹوائز مانگ سکتی ہوں؟؟؟ اسے اپنے ٹوائز کی فکر ہوئی تھی.

مومل کو اس کے انداز پر ہنسی آئی تھی. جو مرضی مانگو. اللہ تعالی سب دیتے ہیں. مومل نے پیار سے اس کے گال چومے تھے.

____

آہ!!!!! فروری شروع ہو گیا ہے. اب اس میں کوئی بڑے ہی فضول دن آئیں گے جن سے کم از کم ہمارا تو دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے. مومل نے منہ بسورتے فاریہ سے کہا تھا. جہاں وہ اپنے نوٹس بنانے میں مصروف تھی.

ہاہاہاہاہاہا..... سہی کہ رہی ہو..... ویسے تم ہاں کرو تو لڑکوں کی لائن لگا دوں لائن...... فاریہ نے ہنستے ہوئے اسے چھیڑا تھا. جانتی تھی کہ اسے چڑ تھی ایسی باتوں سے.

چل بکواس بند کر....اپنے لیے تو تجھ سے ایک ناڈھونڈا گیا.... میرے لیے لائن لگائے گی. ہنہ... مومل نے اس کا مزاق اڑایا تھا.

مجھے چھوڑ تیرے لیے توڈھونڈ ہی لوں گی. اب اتنا بھی ہلکا نالے اپنی دوست کو تو....اس نے فرضی کالر جھاڑتے کہا تھا.

پڑھائی پے دیہان دے لے بیٹا پڑھائی پر...ان کاموں میں ناپڑ اور چل اٹھ کلاس کا ٹائم ہو گیا.....اس نے بیگ اٹھاتے اسے بھی اٹھنے کا اشارہ کیا تھا.

____

آج جیسے ہی وہ لاؤنچ میں داخل ہوئی تھی. تو سامنے کا منظر دیکھ اس کی آنکھوں میں نمی اتری تھی. جس کو اس نے کمال مہارت سے چھپایا تھا.

سامنے شایان حلیمہ بیگم سے مل رہا تھا اور اس کی کسی بات پر دادی نے اس کا کان پکڑ رکھا تھا. جسے وہ چھڑانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا.

لاڈو... وہاں کیوں کھڑی ہے. ادھر آ دیکھ بھائی آیا ہے. حلیمہ بیگم نے اسے پیار سے اپنے پاس بلایا تھا. شایان کی مومل کی جانب پیٹھ تھی. اس لیے وہ ابھی تک اس کی آمد سے بے خبر تھا.

حلیمہ بیگم کی آواز پر وہ مڑا تھا اور سامنے دیکھا تھا. جہاں وہ سیاہ برقعہ، چہرے گرد حجاب لپیٹے اور کندھے پر بیگ رکھے کھڑی تھی.

آ گئی میری شیرنی..... شایان نے دائیں آنکھ کا آئبرو اچکائے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا. اور چلتے ہوئے اس کے قریب آ گیا تھا.

جیسے ہی وہ اس کے قریب پہنچا مومل نے ایک زور کا مکا اس کے کندھے پر مارا تھا.

ایک لمحے کے لیے وہ بوکھلا کر رہ گیا تھا اسے سمجھ نہیں آئی تھی کہ کیا ہوا ہے۔

بدتمیز انسان. میں نے تمہیں اتنی کالز کیں. اتنے میسجز کیے... مگر نہیں تم.. تم.. کیوں کوئی رسپونس دیتے تم تو فوجی ہو نا. کسی کی کال کا جواب دینا تو تم پر گناہ ہے نا...ہاں....

مومل بولتے ہوئے اس کے پیچھے بھاگ رہی تھی. اب منظر کچھ یوں تھا کہ شایان آگے آگے اور مومل اس کے پیچھے تھی. شایان جان بچانے کے لیے بوٹوں سمیت صوفے پر چڑھ گیا تھا. جیسے صوفہ نہیں برج خلیفہ ہو جہاں وہ نا پہنچ سکتی ہو. اور وہ لڑاکا عورتوں کی طرح کمر پہ ہاتھ رکھے اسے گھور رہی تھی.

کیپٹن شایان درانی جس کے خوف سے اچھے اچھوں کی روح کانپتی تھی. اگر اس کی ٹیم کا کوئی بندہ اسے یوں دیکھ لیتا تو یقیناً منی ہرٹ اٹیک سے ہسپتال میں پڑا ہوتا.

میری اچھی بہن نہ ہو..... پلیز مان جاؤ... شایان مسکے لگاتا اس کے پاس صوفے پہ آ بیٹھا تھا. مومل سینے پر ہاتھ باندھے دوسری طرف رخ موڑے بیٹھی تھی. جس کا مطلب تھا کہ وہ سخت ناراض ہے.

یاااااررر.... میں کیا کرتا وہاں سگنل ہی نہیں آتے تھے. ورنہ شانی مومی سے بات نا کرے ایسا ہو سکتا ہے

کبھی. وہ اسے منانے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا. دادی خاموشی سے بیٹھے سارا تماشہ دیکھ رہی تھیں کیونکہ ان کے لیے یہ کوئی عام بات نہیں تھی.

ہاہاہاہاہاہاہا...... مومل شایان کی طرف مڑی تھی اور زور زور سے ہنسنے لگ گئی تھی. مومل کو یوں ہستا دیکھ شایان کو اس کی دماغی حالت پر شک ہوا تھا.

کیپٹن شایان درانی شکل دیکھو اپنی آئینے میں.... ہاہاہاہا کیسی معصوموں والی بنا رکھی تم نے...پر ہو بلکل بھی نہیں.

میں تو اویں لڑ رہی تھی. کیا مومل بھی کبھی شایان سے ناراض ہو سکتی. وہ تو ایسے ہی میرا موڈ ہو رہا تھا تم سے بھڑنے کا. کیا شانِ بے نیازی تھی.

شایان بے چارہ تو منہ کھولے مومل صاحبہ کے موڈ کا ملاحظہ کر رہا تھا.

آسیہ بیگم ہاتھ میں روٹی پکانے والا چمٹا ہاتھ میں پکڑے موقع واردات پر پہنچی تھیں. وہ جو کب سے ان

کی آوازیں سن رہی تھیں. اب غصے سے ان کو گھورتے ہوئی بولی تھیں.

کیا تماشا لگا رکھا ہے تم دونوں نے.... ہاں؟؟؟

امی ہم نے.... ہم نے کچھ نہیں کیا. آپ کو تو پتا ہے ہم کتنے معصوم ہیں ہنا شانی مومل نے اسے کہنی مارتے متوجہ کیا تھا.

ہاں...ہاں امی...اس نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی تھی.

پتا ہے مجھے تم لوگ کتنے معصوم ہو. اٹھو دونوں اور فریش ہو کر آؤ. میں کھانا لگانے لگی ہوں. دونوں کو آڈر دیتے وہ نفی میں سر ہلاتے کیچن میں واپس چلی گئیں جیسا کہنا چاہ رہی ہوں. پتا نہیں کہاں سے آ ٹپکے یہ دونوں پیس میرے گھر میں... کیونکہ کہ وہ دونوں جب بھی ساتھ ہوتے تھے تو گھر... گھر نہیں چڑیا گھر لگتا تھا.

____

اوے!! اوے مومی سن سب لوگ کہاں جانے کی تیاری کر رہے ہیں. ہاتھ میں سیب لیے وہ مومل کے پاس صوفے پر آ بیٹھا تھا.

مومل ایک ہاتھ میں چائے کا کپ لیے اور دوسرے ہاتھ میں موبائل پکڑے کچھ دیکھنے میں مصروف تھی.

تمہارا رشتہ دیکھنے جا رہے ہیں. لڑکی اچھی لگی تو رشتہ پکا کر آئیں گے. نظریں اب بھی فون پر تھیں اور انداز حد سے زیادہ سنجیدہ. وقفے وقفے سے وہ چائے کے سپ بھی لے رہی تھی.

مومل کی بات پر وہ اچھل کر کھڑا ہوا تھا. میرا رشتہ؟؟ اس نے شہادت کی اُنگلی سینے پر رکھتے تصدیق کرنا چاہی تھی. اور وہ بھی مجھ سے پوچھے بغیر... ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟؟ شایان کو تو مانو صدمہ ہی لگا تھا.

ہاں تمہارا رشتہ... کیوں تمہیں شادی نہیں کرنی... ساری زندگی کنوارے رہنے کا اردہ ہے کیا؟ ہم ساری زندگی تمہیں بیٹھا کر نہیں رکھ سکتے..... مومل نے فون سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا. انداز ایسا تھا جیسے سچ میں گھر والے اس کا رشتہ لے کر جا رہے ہوں. مگر مومل کو اسے تنگ کرنے میں مزہ آ رہا تھا.

میں ابھی جا کر امی ابو سے بات کرتا ہوں کہ وہ ایسا کیسے کر سکتے ہیں.

ابھی وہ جانے کو مڑا ہی تھا کہ مومل نے جلدی سے کپ میز پر رکھتے بازو سے پکڑ کر اسے صوفے پر بیٹھایا تھا.

اووو پائی جان.... حوصلہ... کی ہو گیا ایڈی وی کی جلدی آ... پہلے جا کہ شیشے چے شکل ویکھ اپنڑی.... تینوں کینے کڑی دینڑی آ.... اس نے اپنی طرف سے بہت ضروری بات اسے بتائی تھی. (اووو بھائی جان.... حوصلہ... اتنی بھی کیا جلدی ہے... پہلے جا کر شیشے میں اپنی شکل دیکھو.... تمہیں کس نے لڑکی دینی ہے). میں تو مزاق کر رہی تھی. سب لوگ ولی بھائی کی شادی کی ڈیٹ فکس کرنے جا رہے ہیں.

اس نے لاپرواہی سے جواب دیا تھا.

جس پر شایان اسے غصے سے گھور رہا تھا. شرم تو نہیں آئی ہو گی تمہیں...اپنے بھائی سے ایسی بے غیرتی کرتے ہوئے. اس نے غصے سے کہا تھا.

ہائے.... کیا کروں شانی.. آتی ہے پر میری شکل دیکھ کر بے چاری خود ہی شرمندہ ہو کر واپس چلی جاتی ہے. اس نے ہنستے ہوئے زچ کیا تھا.

____

شکر ہے کہ ہماری یونیورسٹئ والوں کو بھی یاد آیا کہ وہ کوئی پارٹی رکھ لیں

اس نے گھاس پر بیگ رکھتے تھکے ہوئے انداز میں کہا تھا.

اچھاتم عبایامیں ہی آؤگی..یا.....اس نے بات ادھوری چھوڑی تھی.

ظاہر سی بات ہے عبایامیں آؤں گی...اب دنیاکے لیے اپنی آخرت نہیں خراب نہیں کرنی مجھے...اس نے آسمان کی جانب دیکھتے سنجیدگی سے کہاتھا.

اگر کسی نے ہم پر باتیں کیں تو.... کہ دیکھو ان کو تو سینس ہی نہیں ہے. پارٹی میں آئی ہیں اور وہ بھی عبایا پہن کر...

سیر سلی...فاری؟؟؟؟ تجھے لگتاہے کہ مومل لوگوں کی پرواہ کرتی ہے.... کسی بھی معاملے میں....اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھاتھا.

بلکل بھی نہیں....ہماری مومی تو صرف اللہ سے اور ان کے بعد اس زمین پر اپنی امی سے ڈرتی ہے. لوگوں کی وہ کب پرواہ کرتی ہے. فاریہ نے ہنسی دباتے بولا تھا.

اچھا اچھا...اب اتنا بھی بولنے کو نہیں کہا تھا.....اشارہ امی سے ڈرنے والی بات کی طرف تھا.

وہ چاہے جتنی بھی شرارتی تھی لیکن کبھی اپنی حدیں نہیں بھولتی تھی.

____

وہ راہداری سے گزرتے لائیبریری کی طرف جارہی تھی جب اس کی کسی سے بری طرح ٹکر ہوئی تھی.

اندھی ہو کیا....دیکھ کر نہیں چل سکتی.... یہ رمشہ تھی جو اس وقت اپنی دوستوں کے ساتھ جانے کہاں جارہی تھی.

یہ بات تو میں تمہیں بھی کہ سکتی ہوں....دیکھ کر نہیں چل سکتی...سینے پر ہاتھ باندھتے اس نے سامنے والے کا

سکون غارت کیا تھا.

تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھ سے اس طرح بات کرنے کی.... ہاں....

ویسے تو مومل کو بات دھرانے کہ عادت نہیں j ہے... لیکن چلو تمہاری ہی خواہش میں پوری کر ہی دوں....
.اندھی ہو... دیکھ کر نہیں چل سکتی.... اسیے کہا میں نے.... انداز دل جلانے والا تھا.

تم... تم جانتی ہو میں کون ہوں..... وہ غصے سے پھنکارتے ہوئے بولی تھی.

کیوں تمہاری امی نے تمہیں نہیں بتایا کہ تم کون ہو جو یوں مجھ سے پوچھ رہی ہو. مزاق اڑانے انداز میں وہ سامنے والے کو آگ لگا چکی تھی.

How dare you??

میں چاہوں ناتو ابھی اسی وقت تمہیں یونیورسٹی سے نکلوادوں. اس نے دھمکی دینا چاہی تھی. مگر مقابل بھی

مومل تھی.

اووووبی بی گل سنڑ میری...... پہلی گل آ ہے کہ آ جیڑیاں تیریاں شوچے بازیاں نے نااینانوں کو کہر رکھ کہ آیا کر.... تے دوجی گل..... تیری ورگیاں نوں میں ایتھے رکھدی آ. جوتی کی نوک کی طرف اشارہ کرتے بولی تھی. سمجھ آ گی کہ کوئی نی.... ہاتھ کہ اشارے سے اس سے پوچھتی وہ سامنے والے کو مزید تپا گئی تھی.
(اووو.... بی بی بات سنو میری.. پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ جو تمہاری شوچے بازیاں ہاں نا ان کو گھر رکھ کر آیا کرو.... اور دوسری بات.... تمہاری جیسیوں کو مومل یہاں رکھتی ہے).

سر جھٹکتے وہ لائبریری کی طرف بڑھ گئی تھی.

یہ کچھ زیادہ ہی سر پر چڑھتی جا رہی ہے. کچھ کرنا پڑے گا اس کا. اس نے دانت پیستے اس کی پشت کو دیکھتے کہا تھا.

وہ دونوں اس بات سے انجان تھیں کہ ان کی یہ ساری باتیں کسی اور نے بھی سنی ہیں....

واہ.... یہ تو پوری کی پوری شیرنی ہے.... پتا نہیں ابھی تک کہاں تھی. شاہ میر خود سے کہتا آگے بڑھ گیا.

____

شاہ میر کے ابو تین بہن بھائی تھے. بڑے ریحان قریشی جن کی شادی شازیہ بیگم سے ہوئی تھی. اور ان کی دو اولادیں تھیں بڑا بیٹا احمر قریشی اور بیٹی رمشہ قریشی دونوں ہی بے جا لاڈ پیار کی وجہ سے بگڑ چکے تھے. پھر تھے سلیمان قریشی جن کی شادی کلثوم بیگم سے ہوئے تھی. ان کی تین اولادیں تھیں. بڑا بیٹا شہریار قریشی دوسرے نمبر پر اروبہ قریشی اور پھر آتا ہے شاہ میر قریشی.

تیسرے نمبر پر ان کی ایک بہن تھیں جو شادی کر کہ آمریکہ شفٹ ہو چکی تھیں. سلیمان صاحب اور کلثوم بیگم کا ایک ایکسیڈنٹ میں انتقال ہو چکا تھا.

ان کے گھر کے دو پورشن تھے. ایک میں ریحان صاحب کی فیملی رہتی تھی اور دوسری میں سلیمان صاحب کی. سلیمان صاحب کی وفات کے بعد سے سکینہ بیگم یعنی شہریار کی دادی ان کے ساتھ ان کے پورشن میں

رہتی تھیں.

شازیہ بیگم ایک لالچی خاتون تھیں جنہوں نے اپنے بچوں کی تربیت بھی ایسی ہی کہ تھی. وہ احمر کی شادی اروبہ اور شہریار کی شادی رمشہ سے کروا کر پوری جائداد پر قبضہ کرنا چاہتی تھیں.

مگر شاید قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا.

____

امی!!!!امی.... سنیں.. کہاں ہیں آپ.. مومل گھر آتے ہی آسیہ بیگم کو پکارنا شروع ہو گئی تھی.

کیا ہو گیا ہے مومل کیوں چیخ رہی ہو..... آسیہ بیگم نے کڑے تیوروں سے اسے گھورتے ہوئے کہا تھا.

امی آپ کو پتا ہے.... کل ہماری پارٹی ہے !!!!

ہائے ے ے ے بہت مزہ آئے گا. مومل نے پر جوش انداز میں ان کو یہ خبر دی. انداش ایسا تھا مانو ملک کا وزیر اعظم بدل گیا ہو.

پارٹی میں تو انسان جاتے ہیں نا.... جانوروں کا وہاں کیا کام ؟؟ جانے شایان وہاں کہاں سے آ ٹپکا تھا.

ہاں تمہیں لے کر بھی کون جا رہا ہے مومل نے کندھے اچکاتے لاپرواہی سے جواب دیا تھا.

میں تمہاری بات کر رہا تھا گدھی.....

یہ یہ گدھی کس کو بولا تم نے.... ہاں.... خود ہو گے گدھے, لنگور کہیں کے.... مومل اس کو زبان چڑھاتے اپر اپنے کمرے کی جانب چلی گئی.

____

کہاں چل دی مائی ڈئیر کزن.... وہ خباثت سے کہتا اس کے راستے میں حائل ہوا تھا.

اروبہ جو کسی کام سے ریحان صاحب کے پورشن میں آئی تھی.اس کا سامنا احمر سے ہو گیا تھا.

آگے سے ہٹو مجھے تمہارے جیسے لوگوں کے منہ لگنے کا کوئی شوق نہیں ہے. وہ ناگواری سے کہتی وہاں سے جانے لگی تھی. جب احمر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکا تھا.

ارے میری بات تو سن لو... کبھی ہم سے بھی بات کر لیا کرو کبھی ہمارے پاس بھی بیٹھ جایا کرو. وہ ہوس بھری نظروں سے اسے دیکھتے بولا تھا.

اروبہ نے ایک جھٹکے سے اس کی گرفت سے اپنا ہاتھ کھینچا تھا. آج کے بعد اگر ایسی کوئی حرکت کرنے کے

بارے میں سوچا بھی ناتو میں شہری بھائی کو بتانے میں ایک سیکنڈ نہیں لگاؤں گی. اور پھر تم اپنا حشر دیکھنا. انگلی اٹھا کر اسے غصے سے وارن کرتی وہ اپنے پورشن میں آگئی تھی.

____

اسلام علیکم !.

اگر آپ بھی لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اسے دوسروں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو ہم فراہم کر رہے ہیں آپ کو ایک ایسا پلیٹ فارم جو آپ کے لکھی ہوئی پوسٹ کو دنیا تک پہنچائے گا۔

اپنا ناول، ناولٹ، آرٹیکل، افسانہ، شاعری یا کچھ بھی لکھا ہو پبلش کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ہم سے رابطہ کریں ۔

mklibrary13@gmail.com

اس کے علاوہ آپ ہمارے انسٹا گرام اور واٹس ایپ پر بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

Instagram: @mklibrary.official

What’s up: +92-3144810202

شایان تمیز سے گاڑی چلاؤ. مجھے کوئی شوق نہیں ہے بھری جوانی میں مرنے کا. مومل نے غصے سے شایان کو گھور کر کہا تھا جو گاڑی کو ہوائی جہاز سمجھ کر چلا رہا تھا.

مومل کی پارٹی شام کی تھی اس لیے آج شایان اسے چھوڑنے آیا تھا.

جب پارٹی ختم ہو جائے تو مجھے کال کر دینا.

ٹھیک ہے. کہتے ہی وہ گاڑی سے نکل کر یونی کے اندر چلی گئی تھی.

وہ یونیورسٹی میں داخل ہوئی تھی تو ہر طرف سٹوڈنٹس کا ہجوم تھا. مومل نے ایک نظر وہاں موجود سب کو دیکھتی آگے بڑھی تھی.

ابھی تک فاریہ نہیں آئی تھی اس لیے اس نے فاریہ کو کال کرنے کے لیے فون نکالا تھا جب سامنے سے اسے وہ آتی دیکھائی دی تھی.

کہاں رہ گئی تم... میں کب سے ویٹ کر رہی تھی تمہارا.. مومل تو مانو غصے سے پھٹ ہی پڑی تھی.

اچھا اچھا... میری جان غصہ نہیں کرو.. ایکچولی راستے میں ٹریفک زیادہ تھی اس لیے دیر ہو گئی.

معاف کر دو. اس نے کان پکڑتے معافی مانگی تھی. اچھا چل جا معاف کیا کیا یاد کرے گی کس سخی سے پالا پڑا ہے. مومل نے ہنستے ہوئے احسان کیا تھا.

دونوں ہال میں پہنچی تھیں. جہاں پارٹی کا انتظام کیا گیا تھا.

ابھی انہیں کچھ ہی دیر ہوئی تھی. جب اس کی کلاس کی کچھ لڑکیاں اس کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی تھیں۔

مومل کیا خیال ہے ایک گانا ہو جائے؟؟ ان میں سے ایک لڑکی اس کی طرف دیکھتے بولی تھی.

تم لوگ پاگل ہو...میں نہیں گا رہی کوئی گانا.اس نے صاف انکار کیا تھا. وہ کیسے اس ہجوم میں گانا گا سکتی تھی.

پلیز مان جاؤ..... وہ منتوں پر اتر آئی تھیں.

مومل نے گردن موڑ کر فاریہ کی طرف دیکھا تھا.اس کے دیکھنے پر فاریہ نے کندھے اچکائے تھے. جیسے کہنا چاہ رہی ہو میں کچھ نہیں کر سکتی.

پلیز مومل.... پلیز...اتنے اسرار پر وہ اب انکار نہیں کر سکی تھی۔

اچھا ٹھیک ہے لیکن یہاں نہیں.... اپنی کلاس میں جا کر۔۔۔اس نے شرط رکھی تھی۔

اوکے۔۔۔۔ چلو۔۔۔

یہ لو گیٹار اور شروع ہو جاؤ....انہوں نے مومل کے ہاتھ میں گیٹار تھمایا تھا۔

پوری تیاری کرر کھی تھی تم لوگوں نے منحوسو.... مومل نے ہنستے ہوئے گیٹار کو سہی سے پکڑے گانا شروع کیا تھا.

کہانی سنو....زبانی سنو....

مجھے پیار ہوا تھا...اقرار ہوا تھا....

کہانی سنو....زبانی سنو......

مجھے پیار ہوا تھا....اقرار ہوا تھا..

وہ یہاں سے گزر رہا تھا. جب کسی لڑکی کے گانے کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھا. چونکہ آج پارٹی تھی تو پرنسپل کی طرف سے وہ بھی انوائٹڈ تھا. وہ پرنسپل کے اسرار پر یہاں آیا تھا. اب کچھ دیر بیٹھنے کے بعد واپس جا رہا تھا.

وائٹ شرٹ کے ساتھ بلیو کوٹ اور بلیو ہی پینٹ پہنے, ہاتھ میں برانڈڈ گھڑی, گہری نیلی آنکھیں, بالوں کو اچھے سے سیٹ کیے وہ کسی اور ہی جہاں سے آیا لگتا تھا.

شہریار قریشی.

اس کی دادی اکثر کہتی تھیں کہ ان کے اس پوتے کو اللہ نے بہت فرصت سے بنایا ہے.

اس کے دل نے اسے دیکھنے کی خواہش کی تھی۔

ناچاہتے ہوئے بھی اس کے قدم اس کلاس کی طرف بڑھے تھے.

اس کی نظر سامنے اس لڑکی پر گئی تھی. ساری لڑکیوں کا رخ اس لڑکی کی طرف تھا اس لیے وہ آنے والے سے بے خبر تھیں.

دیوانہ ہو..... مستانہ ہوا

تیری چاہت میں کتنا فسانہ ہوا

تیرے آنے کی خوشبو... تیرے جانے کا منظر

تجھے ملنا پڑے گا اب زمانہ ہوا...

اس لڑکی کی آواز میں ایسا جادو تھا جو اسے اپنے سحر میں جکڑ رہا تھا. اور وہ لاشعوری پر اسے دیکھے جا رہا تھا.
گندمی رنگ, ہلکا سا میک اپ..... جب اچانک سے نیلی آنکھیں ڈارک براؤن آنکھوں سے ٹکرائی تھیں.

لیکن جلد ہی اس لڑکی نے اپنی نظروں کا زاویہ بدلہ تھا. وہ ہوش میں تب آیا تھا. جب اچانک سے اس کا فون رنگ ہوا تھا. اس نے جیب سے فون نکال کر گھورا تھا جیسے اس وقت اسے اس کا فون کرنا پسند نہیں آیا تھا.

ہوں بولو... ناگواری سے کہا گیا تھا.

کہاں ہو تم.... مجھے تمہاری فکر ہو رہی تھی.

مقابل نے فکر مندانہ انداز میں کہا تھا.

میں جہاں بھی ہوں تمہیں میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے. کہتے ہی اس نے فون بند کرتے جیب میں رکھا تھا. اور ایک نظر اس اسپرہ پر ڈالتے وہ وہاں سے چلا گیا تھا.

واؤ... مومل تم کتنا اچھا گاتی ہو...

تمہیں تو سنگر ہونا چاہئے تھا. تم یہاں کیا کر رہی ہو. سب اس کی تعریف کر رہی تھیں. اور مسکراتے ہوئے سب سے داد وصول کر رہی تھی.

اب وہ سب واپس ہال میں آ گئے تھے. اور فاریہ اور مومل نے مل کر کھانا کھایا تھا. اور پارٹی انجوائے کی تھی.

____

مومی صارم (فاریہ کا بڑا بھائی) کی دوست کی برتھ ڈے ہے وہ وہاں چلا گیا ہے. کیا تم مجھے چھوڑ دو گی. فاریہ نے پریشان چہرا لیے اس سے پوچھا تھا.

ہاں ہاں کیوں نہیں... اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے. میں ہوں نا... میں نے شایان کو کال کی ہے وہ بس آتا ہی ہو گا. لو آ گیا... چلو آ جاؤ....

شانی پہلے فاری کو ڈراپ کرنا ہے...

ٹھیک ہے... کہتے ہی اس نے گاڑی سٹارٹ کی تھی.

اس نے بیک ویو مرر سے پیچھے بیٹھی اس دشمنِ جاں کو دیکھا تھا. جو دنیا جہاں سے بے خبر باہر دیکھنے میں مصروف تھی. وہ اسے آج کئی ماہ بعد دیکھ رہا تھا. ایک مسکراہٹ اس کے چہرے پر آئی تھی.

فاریہ کو گھر ڈراپ کرتے.. اب وہ اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے تھے.

____

یہ لو چائے... اروبہ نے چائے کا کپ شاہ میر کو پکڑایا تھا اور خود بھی اس کے پاس رکھی کرسی پر بیٹھ گئی. وہ اس وقت باہر لان میں بیٹھے تھے. فروری جا رہی تھی اس لیے سردی بھی نہیں تھی. آسمان پر چاند اپنی آب و تاب سے چمک رہا تھا.

یار میں بھائی کو ایسے نہیں دیکھ سکتی. وہ ہمیں شو کرواتے ہیں کہ ان کی لائف میں سب ٹھیک ہے. لیکن ہم

جانتے ہیں کہ انہیں بھی کسی ایسے کی ضرورت ہے جوان کی زندگی کے ہر موڑ پر ان کے ساتھ کھڑا ہو. جوان کی ہر چھوٹی سے چھوٹی بات کا خیال رکھے۔۔۔۔۔ وہ افسردہ تھی۔

سہی کہہ رہی ہو...اروبہ لیکن ہم کیا کر سکتے نہیں.... دادی جب بھی بھائی سے شادی کی بات کرتی ہیں وہ کچھ نا کچھ کہہ کر ٹال دیتے ہیں.

میں تو دعا کرتی ہوں کہ ان کی لائف میں ایسی لڑکی آئے جوان کو زندگی جینا سیکھا دے. بھائی تو بس ہر وقت کام میں لگے رہتے ہیں.

ہاں... بھائی کی شادی ہو گی تو مجھ غریب کی بھی باری آئے گی... شاہ میر نے معصومیت سے کہا تھا.

بے شرم انسان ہم یہاں بھائی کے بارے میں بات کر رہے ہیں اور تمھیں اپنی پڑی ہے. اروبہ نے اس کے کندھے پر ایک زوردار تھپڑ رسید کیا تھا۔

صحیح تو کہ رہا ہوں میں یاررررر.... اس نے معصومیت کے ریکارڈ توڑے تھے. اچھا اچھا ٹھیک ہے ہم نامل کے بھائی کے لیے لڑکی ڈھونڈتے ہیں کیسا؟؟

ہاں آڈیا برا نہیں ہے.... لیکن اگر بھائی کو پتا چل گیا تو اچھے خاصے جوتے پڑیں گے. اروبہ کو فکر ہوئی تھی.

ہم سر پر کفن باندھ کر یہ کام کریں گے.. اگر بھائی کے ہاتھوں مارے بھی گئے تو شہیدوں میں شمار ہوں گے..... آخر کو ہم اتنا نیک کام جو کرنے والے ہیں. وہ اب اسے نیک کام کرنے کے فائدے بتا رہا تھا۔
جی جی اس طرح کے نیک کام پر تو ہم تمغہ جرأت کے بھی حق دار ہوں گے... نہیں؟؟ اروبہ نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے بولا تھا.

ہاں ہوں گے تو.... مگر ہمیں کون دے گا...اس نے آہ بھی تھی.

تم لوگ اتنی رات کو یہاں کیا کر رہے ہو..... انہیں پیچھے سے شہریار کی آواز سنائی دی تھی. دونوں کی اس کی جانب پیٹھ تھی. اور دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا. اللہ نا کرے بھائی نے کچھ سنا ہو۔

اروبہ کی طرف ہلکا سا جھکتے اس نے کہا تھا.

ہاں...ورنہ گئے....اروبہ نے بھی ڈرتے ڈرتے اس کی طرف دیکھا تھا.

تم لوگوں نے سنا نہیں..... یہاں کیا کر رہو... چلو جاؤ اپنے اپنے روم.... سو جا کر.....
اس کی بات پر انہوں نے اندر کی طرف دوڑ لگائی تھی.اور شہریار ان کے پیچھے نفی میں سر ہلاتا اندر آیا تھا.

____

مومل اتنے تو سوٹ پڑے ہیں تمہارے....ابھی بھی تمہیں مزید کپڑے چاہئیں.آسیہ بیگم اس وقت مومل پر غصہ ہوتے اسے گھور رہی تھیں.جس نے صبح سے شاپنگ کی رٹ لگا رکھی تھی.ویسے تو اسے شاپنگ پسند نہیں تھی لیکن یہ اس کے بھائی کی شادی تھی۔

دیکھیں نادادی اپنی بہو کو.... میرے بھائی کی شادی ہے اور میں نئے کپڑے بھی نالوں یہ تو ناانصافی ہے نا. اس نے رونی صورت بنائے دادی کی طرف دیکھتے بولا تھا.

کیا ہو گیا ہے بہو... لینے دو نا بچی کو نئے کپڑے.... ایک یہ تو ہے ہماری لاڈو. دادی نے پیار سے اس کے رخسار پر ہاتھ رکھتے کہا تھا.

اب تو مومل صاحبہ کو مزید شے مل گئی تھی.

بس اب فیصلہ ہو گیا. میں آج شانی کے ساتھ شاپنگ پر جاؤں گی.

وہ بھاگتے ہوئے سیڑھیاں چڑھتے اسے کی کمرے کی طرف گئی تھی.

دھڑام سے دروازہ کھولتے اب وہ اس کے سر پر کھڑی تھی. جو بیڈ پر آڑا تیر چھا سو یا ہوا تھا.

اٹھو.... شانی...اٹھو...وہ اسے کندھے سے جھنجھوڑتے اٹھانے کی کوشش کی کر رہی تھی. مگر وہ تھا کہ اٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا.

شانی میں پانچ تک گنوں گی ورنہ یہ پانی کا جگ تم پر انڈیل دوں گی. اب وہ اسے دھمکی دے رہی تھی اور اس کی دھمکی کار آمد ثابت ہوئی تھی.

کیا مسئلہ ہے مومی.... سونے دو مجھے.. کیوں تنگ کر رہی ہو. آدھ کھلی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے وہ غصے سے بولا تھا.

مسئلہ تو کوئی نہیں ہے...سب تم نے مجھے شاپنگ پر لے کر جانا ہے اس لیے جلدی سے اٹھو.... مومل صوفے پر بیٹھے حکمیہ انداز میں بولی تھی.

کیا کرنا ہے تم نے شاپنگ کر کہ... لگنا تو تم نے ویسے بھی چڑیل ہی ہے. اس لیے کچھ بھی پہن لینا. ہو جائے گا تمہارا گزارا. اس نے نیند سے بوجھل ہوتی آواز میں اسے کہا تھا. مقصد یہ تھا کہ اسے سونے دیا جائے.

ہائے ے ے ے ماں صدقے جائے کتنی تو تم نے اچھی بات کی ہے... مومل نے باقادہ اس کی بلائیں لیتے کہا تھا.

اگر میں چڑیل ہوں تو آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ آپ بھی جن بھوت ہیں. کیوں کہ چڑیل کا بھائی تو بھوت ہوتا ہے نا. معصومیت کے سارے ریکارڈ توڑتے وہ اسے مزید تپا گئی تھی.

شایان نے ابھی کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا. کہ..... ہاں یہ گھر تو مانو بھوت بنگلا ہے نا یا کوئی پاگل خانہ... جہاں کوئی چڑیل ہے تو کوئی جن بھوت.

آسیہ بیگم کی آواز پر دونوں نے دروازے کی جانب دیکھا تھا. جہاں وہ کڑے تیور لیے انہیں گھور رہی تھیں.

اٹھو تم اور بہن کو شاپنگ پر لے کر جاؤ. ورنہ دیر ہو جائے گی. شایان کو اٹھنے کا کہتی وہ مومل کی طرف گھومی تھیں. تم بھی جاؤ جا کر ریڈی ہو جاؤ آ رہا ہے یہ فریش ہو کر.

ان کی بات پر وہ اثبات میں سر ہلاتے کمرے سے باہر چلی گئی تھی.

____

انہیں شوپنگ کرتے تقریباً تین گھنٹے ہو گئے تھے. لیکن ابھی تک مومل صاحبہ نے صرف دو ہی سوٹ خریدے تھے.

مومی جلدی کرلو.... کب سے ہم ادھر اُدھر گھوم رہے ہیں. میں نے اپنے ایک دوست کی طرف بھی جانا ہے. شایان نے تنگ آتے کہا تھا.

چپ ہو جاؤ شانی.. مجھے دیکھنے دو.... ایسے کیسے کچھ بھی خرید لوں. وہ کہتے ہی پھر سے ایک شاپ میں گھس گئی تھی.

وہاں بھی اسے کچھ پسند نہیں آیا تھا تو اب پارکینگ ایریا میں آ گئے تھے.

مومی تم ایسا کرو اکیلے گھر چلی جاؤ میرا دوست آ رہا ہے میں اس کے ساتھ جا رہا ہوں.

اکیلے ؟؟؟امی کو کون سنبھالے گا وہ غصہ ہوں گی. اس نے پریشانی سے کہا تھا. اسے مسئلہ اکیلے جانے میں نہیں تھا بلکہ آسیہ بیگم کی ڈانٹ کا تھا.

امی سے میں خود بات کر لوں گا. تم جاؤ.. اور ہاں...وہ جاتے جاتے پلٹا تھا. وہ جو گاڑی کا دروازہ کھولنے لگی تھی اس کی آواز پر پلٹی تھی.

گن تو ہے نا تمہارے پاس؟؟؟اس نے سوال پوچھا تھا.

ہاں ہے.... مختصر سا جواب دے کر وہ گاڑی میں بیٹھ گئی تھی. وہ ہمیشہ اپنے پاس ایک گن رکھتی تھی جسے اس نے ایک بیلٹ کی مدد سے دائیں ٹانگ پر پاؤں کے قریب لگایا ہوا تھا.

____

آج اسے آفس سے آتے کافی لیٹ ہو گیا تھا. اس لیے وہ جلد ہی گھر پہنچنا چاہتا تھا. اس نے گاڑی کی سپیڈ تیز کی تھی مگر بریک تو تب لگی تھی جب نظر سامنے منظر پر گئی تھی.

جہاں ایک لڑکی دو لڑکوں کو بری طرح پیٹ رہی تھی.

منظر بدلا تھا اور اب وہ گاڑی کے بونٹ پر بیٹھ تھی اور وہ دونوں لڑکے اٹھک بیٹھک کرتے اس سے کان پکڑ کر معافی مانگ رہے تھے.

اس نے ایسا سین اپنی زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا. اور پاکستان میں ایسا ہونا.... اس کے لیے کسی شوک سے کم نہیں تھا.

اس لڑکی کے ہاتھ میں گن دیکھ کر پہلے تو اسے لگا تھا کہ یہ صرف ڈرانے کے لیے رکھی ہے. شوک تو اسے تب لگا تھا جب اس لڑکی نے ہوائی فائر کئے تھے.......interesting....

اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا. اس نے ایسا سین اور ایسی لڑکی اپنی زندگی میں پہلی بار دیکھی تھی. وہ اس وقت گاڑی کے بونٹ سے ٹیک لگائے سامنے کا منظر دیکھ رہا تھا. وہ ایسی جگہ ٹھہرا تھا جہاں سے وہ اسے باآسانی دیکھ سکتا تھا مگر وہ لڑکی نہیں.

____

ابھی گاڑی کچھ ہی دیر چلی تھی کہ جب اچانک سے بند ہو گئی تھی. اے یار اسے بھی ابھی بند ہونا تھا. امی بھی گھر پے پریشان ہو رہی ہوں گی. وہ پریشانی کے عالم میں گاڑی کو سٹارٹ کرنے کی کوشش کر رہی تھی. اب وہ گاڑی سے باہر نکل کر اس کا معائنہ کر رہی تھی جب اچانک اسے پیچھے سے کسی کی آواز سنائی دی تھی.

ارے میڈم.... اتنے رات کو سڑک پر اکیلے... آپ کیا کر رہی ہیں. بولیں تو ہم آپ کو چھوڑ دیں. ان میں سے ایک لڑکے نے خباثت سے آنکھ کا کونا دباتے پوچھا تھا.

جی جی... ہم آپ کو صحیح سلامت گھر پہنچا دیں گے. اس نے صحیح سلامت پر زور دیا تھا.

مومل کا دماغ پہلے ہی گاڑی کی وجہ سے خراب تھا اب تو مزید..... میٹر شاٹ ہو گیا تھا.

وہ غصے سے ان کی طرف پلٹی تھی. چپ چاپ یہاں سے اپنی شکل گم کرو.

.. ورنہ ایسا نا ہو میرے گھر پہنچنے سے پہلے تم لوگ اوپر پہنچ جاؤ. شہادت کی انگلی سے انہیں وارن کرتے وہ غصے سے بولی تھی.

ان میں سے ایک لڑکے نے آگے بڑھ کر مومل کا ہاتھ پکڑا تھا اور یہیں اس نے اپنی موت کو دعوت دی تھی.

تجھے تو میں بتاتی ہوں مومل مے کہتے ہی اس کا وہ ہاتھ ایک ہی جھٹکے سے پیچھے کی طرف موڑ کر اس کی پشت سے لگا یا تھا. ایک زور سے ٹانگ اس کی کمر میں ماری تھی اسے وہیں گرا کر وہ دوسرے کی طرف پلٹی تھی اور اسے بالوں سے پکڑ کر اس کے پیٹ میں زور سے ٹانگ ماری تھی. اس بات سے بے خبر کہ کوئی یہ منظر

بڑے شوق سے دیکھ رہا ہے. مومل نے ان دونوں کی اچھی خاصی پٹائی کی تھی.

باجی معاف کرو... باجی...

دوبارہ ایسا نہیں کریں گے. وہ دونوں معافی پر اتر آئے تھے دوبارہ کرو تو تب جب میں ایسا کرنے کے قابل چھوڑوں گی. کہتے ہی اس نے گن نکالی تھی. گن کو h دیکھتے دونوں کے چہرے کا رنگ بھک سے اڑا تھا.

نہیں باجی... ہم ایسا پھر نہیں کریں گے... معاف کر دیں باجی ہمیں...

اب وہ گاڑی کے بونٹ پر بیٹھی تھی اور وہ دونوں اٹھک بیٹھک کرتے معافی مانگ رہے تھے.

____

غور سے دیکھنے پر اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا کیونکہ وہ وہی لڑکی تھی جسے اس نے یونی میں سنگنگ کرتے دیکھا تھا.

اب وہ دونوں لڑکے بائیک پر بیٹھتے وہاں سے چلے گئے.

مومل نے ادھر ادھر نگاہ دڑائی تھی کہ شاید کوئی مدد کے لیے مل جائے. جب اسے سامنے ایک لڑکا نظر آیا تھا جو اپنی گاڑی کی طرف رخ کیے کھڑا تھا.
ایکس کیوز می... سنیں.... مومل نے اسے پیچھے سے آواز لگائی تھی.

نسوانی آواز پر وہ مڑا تھا. جی... دائیں آبرو اچکائے اس نے پوچھا تھا.

ایکچولی میرے فون کی بیٹری ختم ہو گئی ہے اور میری گاڑی خراب ہو گئی ہے. تو.... کیا آپ مجھے آپ اپنا فون دیں گے مجھے اپنے بھائی کو کال کرنی تھی.

وہ تو بس اس کے چہرے میں ہی کہیں کھو گیا تھا. کہ ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہا تھا.

اوے مسٹر ایکس وائے زی.... ایک فون ہی مانگا ہے آپ کی پراپرٹی میں حصہ نہیں مانگ لیا جو اتنا سوچنے لگ گئے.

مومل نے اپنا ہاتھ اس کے چہرے کے سامنے ہلاتے ہوئے کہا تھا.

شہریار قریشی نام ہے میرا اس نے شہریار پر کافی زور دیا تھا. شاید اسے مومل کا ایکس وائے زی کہنا پسند نہیں آیا تھا.

اچھا بھئی... شہریار صاحب کیا آپ مجھے ایک کال کرنے کے لیے فون دے سکتے ہیں.

جی یہ لیجئے.... اس نے فون اس کے ہاتھ میں تھامایا تھا.

ہاں ہیلو...اسلام علیکم...شانی میں بات کر رہی ہوں..ہاں ہاں میں ٹھیک ہوں.وہ ایکچولی گاڑی خراب ہو گئی ہے.اب میں کیا کروں؟؟اس نے پریشانی سے کہا تھا.

شہریار کی نظریں اس کے چہرے پر جمی تھیں.جہاں پریشانی جھلک رہی تھی.

اچھا ٹھیک ہے.میں ویٹ کر رہی ہوں.جلدی بھیجو.ورنہ اماں حضور نے مجھے اس دنیا سے بھیج دینا ہے وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے.ناجانے دوسری طرف ایسا کیا کہا گیا تھا.کہ اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا تھا اور فون بند کر کہ اسے واپس دے دیا تھا.

یہ لیجئے آپ کا فون اور جزاک اللہ..کہتے ہی وہ مڑی تھی.

اگر آپ کو برا نا لگے تو میں آپ کو چھوڑ دیتا ہوں.اس نے آفر کی تھی.

نہیں بہت شکریہ آپ کا مسٹر شہریار.. میری گاڑی آتی ہی ہو گی.

شایان نے مومل سے کہا تھا کہ وہ کاشان کو کال کر دیتا ہے وہ اسے آکر لے جائیں گے. اسی لیے وہ اب کاشان کا ویٹ کر رہی تھی.

ٹھیک ہے. پھر جب تک آپ کی گاڑی نہیں آجاتی میں یہاں رک جاتا ہوں. وہ پھر بولا تھا. وہ خود نہیں جانتا تھا وہ ایسا کیوں کر رہا تھا.

مرضی ہے آپ کی... اگر آپ کو کچھ زیادہ ہی خدمت خلق کا شوق چڑھ رہا ہے تو ٹہرے رہیں. بے مروتی کی انتہا تھی.

لاپرواہی سے کہتے ہی وہ اپنی گاڑی کے پاس آکر کھڑی ہو گئی تھی.

ابھی اسے ٹہرے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ جب اسے کاشان کی گاڑی آتی ہوئی دکھائی دی تھی.

شکر ہے بھائی آپ آگئے. میں کب سے آپ کا ویٹ کر رہی تھی. وہ کاشان کے آتے ہی شروع ہو گئی تھی.

ہاں گڑیا وہ راستے میں تھوڑی ٹریفک تھی اسی وجہ سے لیٹ ہو گیا. چلیں؟؟

ہاں جی.. ابھی وہ گاڑی کا دروازہ کھولنے ہی لگی تھی جب کاشان بولا تھا.

وہ کون ہے؟؟اس نے سامنے کھڑے شہریار کی طرف اشارہ کیا تھا.

ارے بھائی یہ وہی ہیں جن سے فون لے کر میں نے شانی کو کال کی تھی.

اچھا رو کو میں انہیں تھینک یو بول کر آتا ہوں. اس نے تمہاری ہیلپ کی ہے.

ارے بھائی سنیں تو...

کاشان شہریار کی طرف گیا تھا. ایکس کیوز می. وہ جو اپنی گاڑی میں بیٹھنے لگا تھا اس کی آواز پر مڑا تھا.

ارے سر آپ... کیسے ہیں کاشان نے آگے بڑھ کر ہاتھ ملایا تھا. جسے شہریار نے بڑی خوش دلی سے تھاما تھا.

مومل کو تو کاشان کے سر بولنے پر ہی شدید جھٹکا لگا تھا. مومل یہ میرے باس ہیں اور سر یہ میری چھوٹی بہن ہے. آپ کا بہت بہت شکریہ آپ نے میری بہن کی مدد کی.

ارے کوئی بات نہیں کاشان کیسی باتیں کر رہو... اٹس اوکے... شہریار نے مسکرا کر کہا تھا اور ایک نظر بیزار کھڑی مومل کے چہرے پر ڈالی تھی.

چلیں بھائی.. یار ات یہیں گزارنی ہے. مومل نے دھیرے سے کاشان کے کان میں کہا تھا مگر شہریار سن چکا

تھا.اس کی بات پر شہر یار نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی.

اچھا سر... کل ملتے ہیں... شہر یار سے ہاتھ ملاتے وہ اپنی گاڑی میں آبیٹھا تھا جہاں مومل پہلے سے موجود تھی..

شہر یار بھی اپنی گاڑی میں بیٹھتے گھر کی طرف روانہ ہوا تھا.

____

بھائی جلدی چلیں.... آج تو پکا میرا جنازہ اٹھے گا.. دیکھ لیجئے گا آپ... آج نی چھوڑنا امی نے.... مومل کو آسیہ بیگم سے ڈانٹ پڑنے کی پریشانی کھائے جا رہی تھی.

کچھ نہیں کہتی بڑی امی.. میں بات کرو گا ان سے... ریلیکس ہو جاؤ... کاشان نے اسے تسلی دی تھی.

سچی....آپ بات کریں گی امی سے...مومل یک دم خوشی دے اچھلی تھی.

ہاں پچی..اب اپنا موڈ ٹھیک کرو...تمہاری فیوریٹ آئسکریم کھلاتا ہوں پستا فلیور....

____

بیٹا آج خیریت اتنی دیر لگادی...یہ اس کی عادت تھی وہ جب بھی گھر آتا تھا تو سب سے پہلے دادی سے ان کے کمرے میں ملنے جاتا تھا اور پھر اپنے کمرے میں جاتا تھا.

بس دادو کچھ کام پڑ گیا تھا راستے میں....اس کے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی.اب وہ دادی کی گود میں سر رکھے لیٹ گیا تھا.

شہریار بیٹا...مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی تھی.

جی جی بولیں... میں سن رہا ہوں.

مجھے تمہاری شادی کے بارے میں تم سے بات کرنی تھی. میری زندگی کا کیا بھروسہ کب ختم ہو جائے. میں تم لوگوں کی خوشیاں اپنی زندگی میں دیکھنا چاہتی ہوں. آخر ایسا کب تک چلے گا بیٹا... وہ آہستہ آہستہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے بول رہی تھیں.

شادی کے نام پر ایک سیکنڈ کے لیے اس کے دماغ میں اس کا چہرہ آیا تھا... مگر اگلے ہی لمحے اس نے اپنے خیال کو جھٹکا تھا.

تم بس ایک دفعہ ہاں کردو... پھر میں اپنے پوتے کے لیے بہت پیاری سی لڑکی ڈھونڈ کر لاؤں گی... جو لاکھوں میں ایک ہو گی. دادی نے مسکراتے ہوئے اس کی جانب دیکھا تھا.

وہ اس کے جواب کی منتظر تھیں. ٹھیک ہے دادو... آپ کو جو سہی لگے... وہ کہتے ہی اپنے کمرے کی جانب چلا گیا تھا.

____

گاڑی جیسے ہی گھر کے پورچ میں رکی تھی مومل نے آس بھری نظروں سے کاشان کو دیکھا تھااور اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے تسلی دی تھی.

لاؤنج میں داخل ہوتے سامنے صوفے پر آسیہ بیگم غصیلی نظروں سے مومل کو گھور رہی تھیں.

ابھی بھی گھر آنے کی کیا ضرورت تھی...وہیں رہ جاتی مال میں کرتی رہتی شاپنگ...ٹائم دیکھا ہے رات کے دس بج رہے ہیں...آسیہ بیگم تو مانو پھٹ پڑی تھیں.

بڑی امی بات تو سنیں..وہ دراصل راستے میں گاڑی خراب ہوگئی تھی.اس لیے اتنی دیر ہوگئی.ورنہ آپ کو پتا ہے ناہماری مومل اتنی دیر کبھی نہیں لگاتی.

تم اس کی طرف داری نہیں کرو. سب جانتی ہوں میں اس مہارانی کو کوئی چیز جلدی پسند جو نہیں آتی ہے.

امی پلیز معاف کر دیں نا.. دوبارہ ایسا نہیں کروں گی. مومل گھٹنوں کے بل بیٹھتے ان کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے بولی تھی.

اچھا اچھا اب زیادہ ڈرامے کرنے کی ضرورت نہیں ہے. چلو اٹھو اب کمرے میں جاؤ.. پہلے ہی بہت دیر ہو گئی ہے.

یہ ہوئی نا بات.. مومل نے ہنستے ہوئے انہیں گلے لگایا تھا کاشان نے بھی ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا.

اچھا بڑی امی مجھے اجزت دیں. ٹھیک ہے بیٹا.

____

وہ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا تھا تو اندھیرے نے اس کا استقبال کیا تھا. لائٹ آن کرنے کی اس نے زحمت نہیں کی تھی اور یوں ہی آ کر وہ بیڈ پر لیٹ گیا تھا. تکیے پر سر رکھتے اس کا چہرا سامنے آیا تھا. جو پچھلے کئی دنوں سے اس کی سوچوں کا محور تھی. جس کی آواز کے سحر میں وہ بری طرح جکڑا جا چکا تھا اور آج اس کا چہرا آنکھوں میں بس گیا تھا.

*لوگوں نے ہم سے پوچھا کہ تم نے اس میں کیا دیکھا

ہم نے کہا کہ جب اسے دیکھا تو پھر کچھ نہیں دیکھا*

اس کی آنکھ تہجد کے قوت کھلی تھی. کیونکہ وہ نماز کے ساتھ ساتھ تہجد بھی پڑھتا تھا.

وضو کرنے کے بعد وہ مصلے پر آکھڑا ہوا تھا. تہجد ادا کرنے کے بعد اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تھے.

یااللہ آپ اس پوری کائنات کے مالک ہیں. یہ پورا جہان آپ نے بنایا ہے اور اتنا خوبصورت کہ اس کی مثال نہیں ملتی. میں نے زندگی میں آپ سے بہت کم ہی کچھ مانگا ہے اور آپ نے مجھے وہ دیا ہے اللہ تعالی. ہم بندے تو کسی لائق بھی نہیں ہیں. ڈھیروں گناہ کرتے ہیں اور تیری نافرمانیاں کرتے ہیں پر آپ تو پھر بھی بہت رحیم اور غفور ہیں ایک دفعہ معافی مانگنے پر معاف کر دیتے ہیں. یااللہ میں نہیں جانتا اس کے پیچھے آپ کی کیا مصلیحت ہے. اس لڑکی کا بار بار مجھ سے ٹکرانا..... یااللہ میں نہیں جانتا یہ سب کیا ہو رہا ہے. لیکن آپ تو اللہ ہیں نا آپ نے اگر اسے مجھ سے ملوایا ہے تو اس کے پیچھے ضرور کوئی وجہ ہو. یااللہ میں اپنی کیفیت نہیں سمجھ پا رہا. وہ میری سوچوں کا محور بن گئی ہے.

یااللہ مجھے راستہ دکھادیں. آپ کے سوا ایسا کوئی نہیں کر سکتا. یااللہ میری مدد کریں.

اسلام علیکم !.

اگر آپ بھی لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اسے دوسروں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو ہم فراہم کر رہے ہیں آپ کو ایک ایسا پلیٹ فارم جو آپ کے لکھی ہوئی پوسٹ کو دنیا تک پہنچائے گا۔

اپنا ناول، ناولٹ، آرٹیکل، افسانہ، شاعری یا کچھ بھی لکھا ہو پبلش کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ہم سے رابطہ کریں

۔

mklibrary13@gmail.com

اس کے علاوہ آپ ہمارے انسٹا گرام اور واٹس ایپ پر بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

Instagram: @mklibrary.official

What's up: +92-3144810202

اس نے چہرے پر ہاتھ پھیرے تھے اور مصلے کو تہ لگا کر اس کی جگہ پر رکھتے اب وہ سکون سے آ کر لیٹ گیا تھا.

وہ اپنی ہر مشکل اور ہر پریشانی اللہ سے یوں ہی شیئر کرتا تھا کیونکہ اسے اپنے رب پر کامل یقین تھا.

____

تیرے گھر آیا.. میں آیا تجھ کو لینے...دل کے بدلے میں دل کا نزرانہ دینے.... جب سے شاہ میر اور اروبہ کو یہ بات پتا چلی تھی کہ شہریار نے شادی کے لیے ہاں کر دی ہے. تب سے شاہ میر نے یہ گانا گا کر گھر سر پر اٹھا رکھا تھا. اور اروبہ ملازمہ کے ساتھ ناشتے کا ٹیبل لگانے میں مصروف تھی.

یہ کیا ہو رہا ہے ؟؟ کیوں صبح صبح گھر کو میراثی گھاٹ بنا رکھا ہے. ؟؟ جہاں شہریار کی آواز پر شاہ میر کی زبان کو بریک لگی تھی وہیں دادی اور اروبہ نے چہرا اٹھا کر سامنے کھڑے اس شخص کو دیکھا تھا.

وائٹ شرٹ, بلیک کوٹ اور بلیک ہی پینٹ میں وہ کافی ہینڈ سم لگ رہا تھا. سکینہ بیگم نے اسے دیکھتے بے ساختہ ماشاءاللہ کہا تھا.

وہ بھائی آپ نے شادی کے لیے ہاں کر دی ہے نا اس لیے.... دانت نکالتے وہ اپنی شامت کو دعوت دے چکا تھا.

میں نے شادی کے لیے ہاں کی ہے. میری شادی ہو نہیں رہی جو تم یوں ریئکٹ کر رہے ہو. اسے اچھی خاصی سناتے اب سکینہ بیگم سے پیار لیتے اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا تھا.

بیٹھواور ناشتہ کرو سکون سے..... شاہ میر نے جلدی سے اپنی کرسی سنبھالی تھی. اروبہ نے شاہ میر کی طرف دیکھتے اپنی ہنسی دبائی تھی.

____

اسلام علیکم حاضرینِ محفل. ڈائنگ ٹیبل کے قریب آتے مومل نے بلند آواز میں کہا تھا. جبار صاحب کے گلے لگتے اور دادی سے پیار لیتے اب وہ اپنی کرسی پر بیٹھ گئی تھی.

دس سن رہ گئے ہیں شادی میں اور اتنی تیاریاں رہتی ہیں. آسیہ بیگم نے پریشانی سے جبار صاحب کی طرف دیکھتے کہا تھا. آپ فکر نا کریں بیگم سب ہو جائے گا. انہوں نے آسیہ بیگم کو تسلی دیتے کہا تھا.

ہاں امی بابا صحیح کہ رہے ہیں اور ویسے بھی آج کل تو بازار سے سب ملتا ہے. شایان نے بھی گفتگو میں حصہ لیا تھا. یہ جو مہرانہ بیٹھی ہے نا اس کی ہی تیاریاں آخری دن تک ختم ہونی.

وہ جو اپنی پلیٹ پر جھکے ساری دنیا سے بے نیاز ا سیے جیسے اس سے ضروری کوئی کام ہی نا ہو, ناشتہ کرنے میں مصروف تھی. اپنے نام کی پکار پر سر اٹھا کر اس نے دیکھا تھا.

بابا...اس نے رونی صورت بناتے جبار صاحب کی دیکھا تھا.

ارے بھئی ہماری بیٹی کو کچھ مت کہئیے. جبار صاحب نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے کہا تھا.

یہ آپ کی پیاری بیٹی ہی بعد میں مسلے کھڑے کرتی ہے. جبار صاحب. آسیہ بیگم پھر بولیں تھیں.

اچھا شایان بیٹا اٹھو بہن کو یونی چھوڑ کر آؤ..

جی بابا.... چلو مومی جلدی کرو... موٹی کہیں کی کتنا کھاتی ہو... شایان نے ہنسی دباتے اسے تنگ کیا تھا.

آج تو مجھے لگتا ہے میرا دن ہی خراب ہے. کہتے ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھی تھی. بیگ اٹھاتے باہر کی جانب گئی تھی جہاں گاڑی میں شایان اس کا انتظار کر رہا تھا.

____

یار تجھے پتا ہے آج میں بہت خوش ہوں... بھائی کی شادی میں صرف ایک ہفتہ رہ گیا ہے... وہ خوش ہوتے اسے بتا رہی تھی. اور فاریہ اپنے نوٹس بنانے کے ساتھ ساتھ مومل کی باتیں بھی سن رہی تھی.

تو آ رہی ہے نا؟؟ اس نے کندھے سے پکڑ کر اسے ہلایا تھا. دیکھوں گی... وعدہ نہیں کر سکتی. فاریہ نے سر اٹھا کر اسے کی جانب دیکھتے جواب دیا تھا.

دیکھ فاری اگر تو نا آئی نا تو میں تجھے گھر سے اٹھوا لوں گی. مومل نے انگلی اٹھا کر اسے وارن کیا تھا.

اتنے سور سیز ہیں تیرے بی بی.... گھر سے اٹھوا لوں گی... فاریہ نے ہنستے ہوئے اس کی نقل اتاری تھی.

وہ اس وقت گراؤنڈ میں بیٹھی تھیں.

ہاں ہیں... تو نے سمجھا کیا ہوا ہے مومل کو... بڑی پہنچی ہوئی چیز ہوں میں... اس نے فرضی کالر جھاڑتے کہا تھا.

چل چل زیادہ بن نا تو... وہ پھر بولی تھی. تو بھی کر لے شادی... کنوارے مرنے کا ارادہ ہے کیا. فاریہ نے اسے چھیڑا تھا.

کوئی ملتا ہی نہیں مجھ معصوم کو.. مومل نے مصنوعی آنسو صاف کرتے کہا تھا.

اب ایسا بھی نہیں ہے... تو ایک دفعہ ہاں تو کر... میں لائن لگا دوں گی لڑکوں کی لائن. فاریہ نے جتاتے ہوئے کہا تھا.

کیوں بہن تو نے پڑھائی کے بعد میرج بیورو کھولنا ہے. جس کے بلی کا بکرا تو مجھے بنانا چاہتی ہے. نا بہن تیرے ایسے رشتوں سے میں کنواری اچھی. مومل نے ہری جھنڈی دیکھائی تھی.

ہاہاہاہاہاہاہا.... تیرے لیے تو میں شہزادہ ڈھونڈوں گی. تو فکر ہی نا کر.. فاریہ نے پیار سے اس کی جانب دیکھتے کہا تھا. جو اس کی باتوں پر منہ پھلائے بیٹھی تھی.

جی جی تو نے ڈھوڈنڈ لیا شہزادہ اور میں نے کر لی شادی.... مومل نے اس کی بات کو مزاق میں اڑایا تھا. چل ابھی کلاس میں چلیں... بعد میں ڈھونڈ لینا... دونوں ہنستے ہوئے اپنا بیگ اٹھائے کلاس کی جانب گئی.

ویسے میں سیریس تھی... فاریہ کی زبان پر پھر کھجلی ہوئی تھی. اس نے ہنسی دباتے بولا تھا.

فاری تو نہیں چاہے گی نا کہ میں بھری کلاس میں تیرا منہ توڑوں... ہنا!!! مومل نے دانت پیستے اسے کہا تھا.

بلکل بھی نہیں.... فاریہ نے کسی چھوٹے بچے کی طرح زور زور سے نفی میں سر ہلایا تھا.

تو تیرے لیے یہ ہی اچھا ہے کہ تو ابھی لیکچر پر دھیان دے. میرے لیے شہزادہ پھر کبھی ڈھونڈ لینا. مومل کو اس کی حرکت پر ہنسی آئی تھی. اس لیے ہلکا سا اس کے کندھے پر تھپڑ مارتے اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا.

____

وہ بک سینٹر سے نکلی تھی. جب پارکینگ ایریا میں گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اس کی نظر سامنے ایک خاتون گئی تھی. جن کے ساتھ ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی بھی تھی. جس نے سر پر دوپٹہ لے رکھا تھا اور کندھوں پر شال لپیٹ رکھی تھی.

اس لڑکی کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے اور وہ بار بار روڈ کی جانب دیکھ رہی تھی. جیسے کسی کا انتظار کر رہی ہو. وہ خاتون سینے پر ہاتھ رکھے گہرے گہرے سانس لے رہی تھیں. مومل کو کسی انہونی کا شبہ ہوا تھا.

وہ گاڑی کا دروازہ واپس سے بند کرتے ان کی جانب گئی تھی. ایکس کیوز می....اس کی آواز پر وہ لڑکی مومل کی جانب مڑی تھی. اسلام علیکم... کیا میں آپ کی کچھ مدد کر سکتی ہوں؟ مومل نے ایک نظر ان خاتون کو دیکھا تھا. اور اس لڑکی گویا ہوئی تھی.

وعلیکم اسلام....پتا نہیں دادو کو کیا ہو رہا ہے مجھے تو سمجھ نہیں آ رہا؟ اس لڑکی کی آنکھویں آنسوؤں سے بھر آئی تھیں.

اچھا آپ فکر نہیں کرو.... سب ٹھیک ہو جائے گا... یہیں رکو میں ابھی آتی ہوں. مومل کہتے ہی سامنے روڈ کراس کرتے یوٹیلٹی سٹور پر گئی تھی. اور کچھ دیر اپنے ہاتھوں میں کھانے کا سامان لیے واپس آئی تھی.

انٹی آپ یہ کھالیں... بہتر محسوس کریں گی. اس نے وہ سامان ان کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا تھا.

آپ ایسا کرو... میرے ساتھ چلو ہم انہیں پاس والے ہسپتال لے چلتے ہیں.

نہیں نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے. میں ڈرائیور کو کال کی تھی بس وہ آتا ہی ہو گا.

ڈرائیور کا انتظار نہیں کر سکتے.....ان کی طبیعت زیادہ نا خراب ہو جائے. تم آؤ میرے ساتھ میری گاڑی وہ سامنے ہی کھڑی ہے.

اچھا چلیں ٹھیک ہے. اس لڑکی کو مومل کی بات صحیح لگی تھی.

ایک سائڈ سے مومل نے اور دوسری سائیڈ سے اس لڑکی نے اسے سہارا دیا تھا. اور گاڑی میں لا کر بیٹھایا تھا.

ویسے نام کیا ہے آپ کا؟؟ گاڑی سٹارٹ کرتے اس نے اس سے سوال پوچھا تھا.

اروبہ...اروبہ قریشی نام ہے میرا...اس لڑکی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا. وہ پیچھے ہی اپنی دادی کے

ساتھ بیٹھی ہوئی تھی.

ڈاکٹر نے کہا تھا کہ بھوک کی وجہ سے ان کا شوگر لیول لو ہو گیا تھا. اس لیے زیادہ پریشانی کی کوئی بات نہیں تھی.

اب آپ کیسا محسوس کر رہی ہیں انٹی.... انہیں واپس گاڑی میں بیٹھاتے وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھی.

اب اچھا محسوس کر رہی ہوں بیٹا اور مجھے انٹی نہیں دادو بولو. اروبہ کی دادو ہوں تو تمہاری بھی دادو ہوں.

گھر کہاں ہے آپ کا دادو.... اس نے موڑ کاٹتے ایڈریس پوچھا تھا.

ڈیفینس میں ہاؤس نمبر 156 ہے. سکینہ بیگم کی بجائے اروبہ نے جواب دیا تھا.

ویسے آپ کیا کرتی ہو بیٹا. اس دفعہ دادی مومل کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھیں.

میں یونی ورسٹی میں پڑھتی ہوں دادو.. مومل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا.

کون کون ہے آپ کے گھر میں.... دادی پھر بولیں تھیں.

ایک جڑوا بھائی ہے میرا اور آپ کی طرح پیاری اور کیوٹ سی دادی اور اماں ابا....

مومل نے کیوٹ سی دادی پر ونک کرتے انہیں دیکھا تھا. جس پر پیچھے بیٹھی اروبہ بھی مسکرائے بنا نہیں رہ سکی تھی. اسے نا جانے کیوں یہ لڑکی بہت اچھی لگی تھی

ویسے آپ کا نام کیا ہے؟؟ اس دفعہ سوال اروبہ نے پوچھا تھا.

مومل... مول جبار درانی

اس نے گردن موڑ کر پیچھے بیٹھی اروبہ کو دیکھا تھا.

آپ کے نام کا مطلب کیا ہے بیٹا. آج تو لگتا تھا کہ سکینہ بیگم اس کا پورا بائیو ڈیٹا لے کر چھوڑیں گی.

حسین... خوبصورت.... مومل نے مخصوص مسکراہٹ سے جواب دیا تھا.

ماشااللہ بلکل اپنے نام جیسی ہو. دادی اس کے سر پر ہاتھ رکھتے کہا تھا.

اتنے میں اس کا فون رنگ ہوا تھا. اسلام علیکم.

.جی جی اماں... بس آگئی... جی جی لیتی آؤں گی... ہاں ہاں بس سمجھیں پہنچ گئی. اوکے اووووکے... اللہ حافظ..

فون کو سامنے ڈیش بورڈ پر رکھتے اس نے نظریں سامنے مزکور کی تھیں.

یہ لیں جی... یہ لیں جی... آگئی آپ کی منزل... گاڑی قریشی ہاؤس کے سامنے روکی تھی.

اندر آؤ بیٹا.. چائے پی کے جانا. انہوں نے اسے اندر آنے کی دعوت دی تھی. ارے نہیں نہیں اس کی کوئی ضروت نہیں ہے... بس میں چلتی ہوں دیر ہو رہی ہے. زندگی رہی تو پھر کبھی ضرور....

اگر آپ اندر آتی تو ہمیں خوشی ہوتی اروبہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا.

کوئی نہیں.... پھر کبھی سہی... تم دادو کا خیال رکھنا.
اگر آپ کو برا نا لگے تو کیا میں آپ کا نمبر لے سکتی ہوں.

اروبہ نے گاڑی سے شیشے سے اندر جھانکتے ہوئے کہا تھا.

اس میں برا لگنے والی کون سی بات ہے.

نوٹ کرو. مومل نے ہنستے ہوئے اپنا نمبر اسے دیا تھا.

اچھا بیٹا اللہ تمہیں خوش رکھے. اور اللہ کامیاب کرے. سکینہ بیگم اس کو دعائیں دیتی اندر کی جانب چلی گئی تھی.

وہ بھی گاڑی سٹارٹ کرتے گھر کی طرف روانہ ہوئی تھی.

____

دادو آج جو لڑکی ہمیں ملی تھی وہ کتنی اچھی اور سویئٹ تھی نا...ہنا!؟؟اروبہ نے کھانا کھاتے ہوئے مومل کا ذکر کیا تھا.

ہاں تھی تو بہت اچھی اور کافی سلجھی ہوئی بچی تھی. سکینہ بیگم نے بھی اس کی تعریف کی تھی.

کتنے اچھے انداز میں وہ بات کر رہی تھی اور کیسے اس نے ہماری مدد کی اروبہ کو تو لگتا تھا مومل سے پہلی ہی نظر والی محبت ہو گئی تھی.

یہ کس لڑکی کی بات ہو رہی ہے یہاں... شاہ میر جو کب سے ان کی باتیں سن رہا تھا اب تنگ آتے بولا تھا.

مجھے بھی تو پتا چلا.

اس کے پوچھنے پر اروبہ نے سارا واقع اسے سنایا تھا.

اچھا دادو آپ نے بھائی کے لیے کوئی لڑکی ڈھونڈی؟؟؟ چاولوں کا چمچ میں ڈالتے اس نے سوال کیا تھا.

ہاں میرے ایک رشتے دار کی بیٹی ہے. بہت ہی پیاری بچی ہے. تم لوگ دیکھنا وہ میرے شہریار کی زندگی اور اس گھر کو جنت بنادے گی. دادی نے مسکراتے ہوئے کہا تھا.

دیکھ لیجئے گا دادو ایسا نا ہو جنت کے چکر میں جہنم ہی بنا دے...

میرررر... تمہارے جیسے لوگوں کے لیے کہا گیا ہے کہ شکل اچھی نا ہو تو بندہ بات ہی اچھی کر لے.. اس کے کندھے پر ایک چپیڑ مارتے اروبہ نے دانت پیستے اسے گھورتے ہوئے کہا تھا.

تم تو اپنی زبان بند ہی رکھو چم چڑ کی کہیں کی. اس نے منہ چڑھاتے اسے زچ کیا تھا.

اس سے پہلے کہ کھانے کا ٹیبل جنگ کا میدان بنتا.. سکینہ بیگم نے دونوں کو چپ کراتے کھانا کھانے کا کہا تھا.

____

مومل یار ایک کپ چائے تو بنا دو... پلیز بہن نی ہو اچھی والی.... شایان نے اس کے کمرے کے دروازے سے اندر جھانکتے ہوئے کہا تھا.

مومل نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا اور ایک آبرو اچکائی تھی. جیسے کہنا چاہ رہی ہو... سیر یسلی اتنی رات کو... کیونکہ رات کہ گیارہ بج چکے تھے اور وہ اس سے چائے کی فرمائش کر رہا تھا.

پلیز بہن نی ہو.... وہ منتوں پر اتر آیا تھا.

اچھا ٹھیک ہے اور شکل گم کر و یہاں سے اپنی اس نے احسان کرنے والے انداز میں اسے کہا تھا.

اور ہاں میرے روم میں لے آنا.. کہتے ہی وہ کھٹاک سے دروازہ بند کرتے اپنے کمرے میں چلا گیا.

____

وہ دروازہ ناک کرتے اندر داخل ہوئی تھی. جہاں وہ لیپ ٹاپ پر کوئی کام کر رہا تھا. اسے دیکھتے اس نے لیپ ٹاپ بند کر کے سائڈ ٹیبل پر رکھ دیا تھا.

یہ لو... کیا یاد کرو گے.. اس نے اسے چائے کا کپ پکڑایا تھا.

رکو.. وہ جانے کے لیے موڑی تھی جب اس نے آواز دے کر اسے روکا تھا.

مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے.

کیا بات ہے؟ شایان کو اتنا سیریس دیکھ کر وہ واقع پریشان ہوئی تھی.

اب وہ بالکونی میں آ کھڑے ہوئے تھے. جہاں ہر طرف سکوت طاری تھا. دھند کا پورے شہر راج تھا.

اس نے ٹھنڈی آہ بھری تھی. میں ولید کی شادی کے بعد واپس جا رہا ہوں. واپس.... وہ کچھ دیر رکا تھا.

اور اس دفعہ شاید واپس نا آسکوں. اس کی بات پر اس نے ایک جھٹکے سے اسے کی جانب دیکھا تھا.

شایان نے اس جانب دیکھا جہاں اس کی آنکھیں برسنے کے لیے تیار تھیں.

یہ کیا بکواس ہے شانی؟؟؟ پاگل ہو گئے ہو کیا. ایک آنسو ٹوٹ کر اس کی آنکھ سے گرا تھا.

میں حقیقت بتا رہا ہوں مومی...اور اسے جتنی جلدی تم تسلیم کر لو اچھا ہو گا. اس دفعہ کا ہمارا مشن بہت ٹف

ہے. ایک ایسے گینگ کے خلاف جن کے تعلقات ہمارے ہی ملک کی نامور ہستیوں سے ہے. اور.... وہ پھر رکا تھا. نظریں آسمان کی جانب تھی. جہاں چاند پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا.

اور کیاہاں؟؟ مومل نے روتے ہوئے اس کا بازو پکڑ کر اس کا رخ اپنی جانب کیا تھا.

اور یہ کہ ہمیں ہر صورت اس گینگ کو پکڑنا ہے اور نا جانے اس سب میں کون بچتا ہے اور کون... اس نے بات ادھوری چھوڑی تھی.

مومل!!! اس نے اسے پکارا تھا. جس کا چہرا آنسوؤں سے بھرا تھا. ادھر دیکھو میری طرف اس نے کندھوں سے پکڑ کر اسے اپنے سامنے کیا تھا. تم شیرنی ہو میری اور شیرنیاں بہادر ہوتی ہیں. یوں روتی نہیں ہیں.

اور تم یہ بات اچھے سے جانتے ہو کہ میں شیرنی صرف باہر کی دنیا کے لیے ہوں اور رشتوں کے معاملے میں تو شیرنیاں بھی روتی ہیں شانی. اس کی آنکھوں میں کیا نہیں تھا. اپنے بھائی کی محبت, اسے کھونے کا ڈر, اس کے دور جانے کا خوف. وہ زیادہ دیر اس کی آنکھوں میں نہیں دیکھ پایا تھا. اور دوبارہ نظریں آسمان کی طرف کرلی تھیں.

مومل اگر تم یوں ہمت ہار جاؤ گی تو میری طاقت کون بنے گا. تم ہی تو ہمیشہ کہتی ہو کہ زندگی ایسی جینی چاہیئے کہ لوگ آپ کے مرنے کے بعد بھی آپ کو یاد کریں. چلو شاباش رونا بند کرو اور دعا کرنا میرے لیے. تمہاری دعائیں تو اللہ بہت جلدی سنتے ہیں نا.

وہ رو رہی تھی. اس نے ہاں میں سر ہلایا تھا. وہ اس کے آنسو صاف کر رہا تھا. گڈ گرل اب نہیں رونا. چلو سمائل کرو. اس کے اس طرح کہنے پر وہ ہلکا سا مسکرائی تھی. اور اپنے کمرے میں چلی گئی تھی.

____

اسلام علیکم دادو!! وہ آفس سے سیدھا ان کے کمرے میں آیا تھا. جہاں وہ سامنے بیڈ پر بیٹھے تسبیح کر رہی تھیں .

وعلیکم اسلام!! آؤ بیٹھو... وہ ان کے پاس بیٹھ گیا تھا.

بیٹا مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی تھی. دادی نے کھوجتی نظروں سے اس کی جانب دیکھا تھا.

جی جی دادو بولیں....اس نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا تھا.

میں نے تمہارے لیے ایک لڑکی پسند کی ہے. اور ایک دو دن میں ہم ان کے گھر تمہارا رشتہ لے کر جانا چاہ رہے ہیں۔ اگر تم بھی ساتھ چلتے تو.....

لڑکی کے نام پر اس نے ایک ہی جھٹکے سے سامنے بیٹھی اپنی دادو کو دیکھا تھا. اس کے سامنے مومل کا چہرا آیا تھا. اس کا شدت سے دل کیا تھا کہ وہ انہیں بتادے کہ اسے بھی کوئی پسند ہے اور اب اس کے علاوہ وہ اور کسی کے بارے میں سوچنا بھی گناہ سمجھتا ہے.

مگر دادی کا مسکراتا چہرا دیکھ کر اس کی زبان پر مانو تالے ہی لگ گئے تھے.

نہیں دادی مجھے کچھ ضروری کام ہے اس لیے میں مصروف ہوں اگلے کچھ دنوں تک.... آپ خود چلی جائیں.
اس نے فرصت سے انکار کیا تھا.

اچھا چلو جیسے تمہاری مرضی... انہوں نے مسکراتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا.

____

وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا تھا اور معمول کی طرح آج بھی تاریکی نے اس کا استقبال کیا تھا.

فریش ہونے کے بعد وہ واشروم سے نکلا تھا.... تب اسی وقت اس کا فون رنگ ہوا تھا.

اسلام علیکم!!

وعلیکم اسلام..... تم جیسا دوست تو خدا دشمن کو بھی نا دے.... بد تمیز انسان !!!! تو... تو شادی کرنے جا رہا ہے گھر والے تیرا رشتہ دیکھنے جا رہے ہیں اور تو نے بتانا بھی گوارہ نہیں سمجھا.

سامنے والا تو مانو پھٹ ہی پڑا تھا. یہ تھا شہریار کا جگری دوست.... اگر اللہ کے بعد کوئی شہریار کو جانتا تھا تو وہ تھا ہادی خانزادہ

تو اس کا مطلب ہے خبر تم تک بھی پہنچ گئی ہے. اس نے کنپٹی مسلتے کہا تھا.

ہیں.. تو نے تو بتانا گوارہ نہیں کیا... لیکن پھر بھی دیکھ مجھے پتا چل گیا. اس نے اتراتے ہوئے کہا..

اچھا اب پتا چل گیا ہے نا تو میرا سر کیوں کھا رہا ہے. فون رکھ... اس نے اکتائے لہجے میں کہا تھا. وہ جتنا اس ٹاپک سے بھاگ رہا تھا اتنا ہی لوگ اس بارے میں بات کر رہے تھے. اب وہ اس ٹاپک سے تنگ آ گیا تھا.

ایک منٹ... تو ٹھیک ہے نا؟؟؟ شہری... اس کی چلتی زبان کو بریک لگی تھی.

ہیں ٹھیک ہوں؟؟ مجھے کیا ہونا ہے... اس کا لہجہ تلخ تھا۔

نہیں کچھ تو ہوا ہے؟؟ اب تو سیدھی طرح بتا ورنہ میں وہاں آنے میں ایک سیکنڈ نہیں لگاؤں گا. اس نے وارن کرتے کہا تھا.

محبت........ اس نے ایک ہی لفظ میں ساری بات ختم کی تھی.

کیا!!!!!!! وہ اتنی زور سے چیخا تھا کہ شہریار نے فون کو کان سے ہٹا کر گھورا تھا.

کب؟؟؟ کہاں؟؟؟ کس سے.... وہ ایک ہی سانس میں کئی سوال کر گیا تھا.

ظاہر سی بات ہے لڑکی سے اور کس سے.... اس نے جھنجھلاتے کہا تھا.

نہیں... نہیں.... ایسا کیسے ہو سکتا ہے. تمہیں.. وہ بھی محبت... وہ بھی ایک لڑکی سے...!!! مجھے نہیں لگتا تھا کہ تم کسی سے محبت کرو گے اور تو اور مجھے تو یہ بھی لگتا تھا کہ تم کنوارے ہی مرو گے.

اسی لیے تمہاری بات پر یقین کرنا میرے لیے مشکل ہو رہا ہے.

کیوں محبت کرنا گناہ ہے کیا؟ یا میرے لیے محبت کرنا گناہ ہے؟ اس نے تھوڑے سخت لہجے میں پوچھا تھا.

ارے نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے... دراصل مجھے یقین نہیں آرہا اس لیے.. میں ابھی صدمے میں ہوں... اس لیے صدمے میں بہکی بہکی باتیں کر رہا ہوں. ہادی نے صفائی پیش کرتے کہا تھا.

اچھا یہ وہی لڑکی ہے کیا جس سے دادی تمہارا رشتہ کر رہی ہیں؟

نہیں....اس نے کرب سے آنکھیں بند کرتے کہا تھا.

تو پھر تو نے دادی کو بتایا کیوں نہیں؟؟؟ وہ حیران ہوا تھا کیوں کہ اس کے مرضی کے بغیر آج تک کسی نے اس کے کمرے کی ایک بھی چیز کو ادھر ادھر نہیں کیا تھا. یہاں تو بات پھر اس کی زندگی کی تھی.

کروں گا بہت جلد....اس نے مضبوط لہجے میں کہا تھا.

کب؟؟ جب دادی تیرا رشتہ وہاں پکا کر دیں گی اور اس لڑکی کو تیری دلہن بنا کر گھر لے آئیں گی؟؟ ہادی کو اس کی بات پر غصہ آیا تھا.

ایسا کبھی نہیں ہو گا. اس نے سامنے آسمان پر چمکتے چاند کو دیکھتے کہا تھا.

اگر دادی نا مانیں تو...ہادی نے اپنا خدشہ ظاہر کیا تھا.

میں شہریار قریشی ہوں میں جانتا ہوں کہ اپنی بات کیسے منوانی ہے. تو اس چیز کی فکر نا کر. سیاہ ٹی شرٹ اور سیاہ ٹراؤزر میں وہ بھی اسی رات کا حصہ لگ رہا تھا.

چل میں تیرے لیے دعا کروں گا. ہادی نے بات ختم کی تھی.

ضرورت ہے مجھے شدید اس کی.. اس کی آنکھیں اس کا حال بتانے کو کافی تھیں.

چل اللہ حافظ. اس نے کہتے ہی فون کان سے ہٹایا تھا. اور ایک نظر بھر چاند کو دیکھتے وہ واپس اپنے کمرے میں آ گیا تھا.

____

آج اتوار تھا اور سب سے معجزہ یہ ہوا تھا کہ مومل صاحبہ آج سب کے ساتھ ناشتے کی ٹیبل پر موجود تھی.

آج سورج کہاں سے نکلا ہے امی؟؟ شایان نے مومل کو تنگ کرتے آسیہ بیگم کو مخاطب کیا تھا.

جہاں سے روز نکلتا ہے جاہل. اتنا بھی نہیں پتا تمہیں. پتا نہیں کس نے کیپٹن بنا دیا.

پاکستان آرمی نے... اب بندر کیا جانے ادرک کا سواد. وہ پھر بولا تھا.

تمہاری سلیکشن کے وقت وہ اندھے ہو گئے تھے. بیچارے اس لیے تمہیں رکھ لیا. ایک دفعہ مجھ سے مشورہ کیا ہوتا تو کم از کم یہ پیس نا ملتا انہیں.

مومل نے حساب برابر کیا تھا.

ابھی شایان نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ آسیہ بیگم بولیں تھیں. یہ کھانے کا ٹیبل ہے جنگ کا میدان نہیں چپ کر کے ناشتہ کرو.

وہ دونوں منہ جھکائے کھانے میں لگ گئے تھے اور آسیہ بیگم نے سکھ کا سانس لیا تھا.

____

اوے چڑیل سن... آج تم کون سا نیا جشن کرنے والی ہو. وہ اس ڈھولکی کی بات کر رہا تھا. جس کا اعلان وہ صبح سے پورے گھر میں کرتی پھر رہی تھی.

تمہاری معلومات میں اضافہ کر دوں جشن نہیں ڈھولکی ہے شام کو... پاگل انسان.. وہ لان میں بیٹھے شام کی چائے پی رہی تھی جب وہ آن پہنچا تھا.

اچھا ویسے کس کس کو انوائیٹ کیا ہے... نہیں میرا مطلب ہے کہ باہر سے بھی کوئی آئے گا. یاااا صرف گھر والے ہی ہوں گے.... شایان نے اسے اپنے مطلب پر لانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی.

نہیں گھر والے ہی ہوں گے صرف.. اس لاپرواہی سے جواب دیا تھا.

وہ کیا نام ہے... تمہاری دوست کا.... اس نے بھولنے کی ایکٹینگ کی تھی.

فاری!

ہاں ہاں فاریہ وہ بھی آئے گی. نہیں میرا کہنے کا مطلب ہے وہ تمہاری بیسٹ فرینڈ ہے نا اس لیے.... اس نے بیسٹ فرینڈ پر زور دیا تھا.

تم مدعے پر آؤ... باتیں کیوں گھوما رہے ہو؟ اب وہ کپ کو سامنے ٹیبل پر رکھتے وہ پوری طرح اس کی طرف

متوجہ ہوئی تھی.

نہیں میں تو ویسے ہی پوچھ رہا تھا....اس نے کندھے اچکاتے لاپرواہی ظاہر کی تھی.

Do you like her?

اسکے اتنے واضح انکشاف پر وہ حیران ہوا تھا.اور ایک جھٹکے سے اس نے سر اٹھا کر سامنے بیٹھی اپنی بہن کو دیکھا تھا.

اتنا حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے...میں سب جانتی ہوں...یہ جو تمہاری آنکھیں ہیں نا یہ سب کہتی ہیں اور الحمداللہ مجھے انہیں پڑھنے کا ہنر آتا ہے.

یہ کہتے ہی وہ کرسی سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی تھی اور پاؤں سامنے رکھی ٹیبل پر رکھ لیے تھے.

اب بتاؤ کب سے پسند کرتے ہو اسے...وہ کافی سنجیدہ نظر آرہی تھی. یا پھر شایان کو ایسا لگ رہا تھا.

پسند نہیں محبت کرتا ہوں میں اس سے... پیچھلے ایک سال سے....وہ مجرموں کی طرح سر جھائے اس کے سامنے بیٹھا اپنی محبت کا اعتراف کر رہا تھا.

اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں...اس نے مزید وضاحت دی تھی.

اور پھر کب کروگے اس بارے میں امی ابو سے بات؟؟

واپس آکر....اس نے دو لفظوں میں بات ختم کی تھی.

ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی..وہ کپ اٹھاتے مسکراتے ہوئے وہاں سے چلی گئی.

اب وہاں صرف شایان تھا. جس کی نظریں اوپر آسمان میں اڑتے پرندوں پر تھیں. اور سوچوں کا محور وہ تھی. اس کا خیال آتے ہی اس کے چہرے پر ایک گہری سی مسکراہٹ آئی تھی.

____

آج مہندی کا دن تھا اور مومل بیچاری تو گھن چکر ہی بنی ہوئی تھی. مہندی کی مناسبت سے پیلے رنگ کی قمیض اس کے ساتھ شرارہ جس پر سرخ اور اورنج رنگ کے موتیوں اور نگینوں سے بہت نفاست سے کام کیا گیا تھا , پاؤں میں میچنگ کھسہ , کانوں میں گولڈن کلر کے جھمکے , ہاتھوں میں گجرے , ہلکا سا میک اپ , دوپٹے کو سر پر اچھے سے سیٹ کیے... وہ اپنی تیاری کو فائنل ٹچ دے رہی تھی. جب رباب بھابھی کمرے میں داخل ہوئی تھیں.

اسے دیکھتے ہی ان کے منہ سے بے ساختہ ماشاءاللہ نکلا تھا.

مومل چلو نیچے چھوٹی امی کب سے بلا رہی ہیں.

بس آگئی بھابھی....ویسے آپ تو آج بڑی پیاری لگ رہی ہیں.... مومل نے ان کی طرف دیکھتے ان کی تعریف کی تھی.

مکھن لگا رہی ہو...وہ ہنستے ہوئے بولی تھیں.

بھابھی آپ اچھے سے جانتی ہیں کہ مومل کبھی کسی کی اویں تعریف نہیں کرتی...

ہاں ہاں جانتی...میں مزاق کر رہی تھی... تعریف کے لیے شکریہ...اب چلو نیچے..

جی جی چلیں

...ورنہ آپ کی ساس کا کیا بھروسہ جو تالے کر اوپر ہی نا آجایئں...وہ ہنستے ہوئے ان کے ساتھ کمرے سے

نکلی تھی.

اس نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں تھیں جیسے کسی کی تلاش ہو. پھر اچانک اس کے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی. جب اس کی نظر سامنے سے آتی فاریہ پر پڑی تھی.

کہاں رہ گئی تھی تو...پتا ہے کب سے ویٹ کر رہی ہوں میں تمہارا...وہ اس کے گلے لگتے بولی تھی.

ارے میری جان...سانس تو لے لو...بس راستے میں ٹریفک تھی اسی لیے دیر ہو گئی. اس سے الگ ہوتے اس نے اپنا مسئلہ اسے بتایا تھا.

اچھا اچھا چلو باہر چلتے ہیں.

مہندی کا سارا فنکشن باہر لان میں کیا گیا تھا. پورے لان میں کو لائٹس اور گیندے کے پھولوں سے سجایا گیا تھا.

شایان جو کسی سے فون پر کر رہا تھا.اس کی نظر سے سامنے مومل کے ساتھ آتی فاریہ پڑی تھی.فاریہ نے پیلے رنگ کی قمیض اور ٹراوزر ساتھ ملٹی کلر کا دوپٹہ پہن رکھا تھا.چہرے پر ہلکا سا میک اپ دونوں ہاتھوں میں چوڑیاں....بلاشبہ وہ کافی خوبصورت لگ رہی تھی...یا پھر شایان کو ایسا لگ رہا تھا.

شایان نے بھی سفید رنگ کے سوٹ کے ساتھ مہرون کلر کی واسکٹ,اور پاؤں میں پشاوری چپل,دائیں ہاتھ گھڑی پہنے...وہ اس مہندی کی رونق لگ رہا تھا.

نامحرم کو یوں گھور گھور کر دیکھنا گناہ ہے مسٹر شایان درانی....وہ کب اس کے ساتھ آ کھڑی ہوئی تھی اسے پتا بھی نہیں چلا تھا.اس نے رخ موڑ کر اپنے ساتھ کھڑی اس آفت کو دیکھا تھا.

تمہارا بیچ میں ٹپکنا ضروری تھا..اچھا خاصہ موڈ خراب کر دیا.اس نے شرمندہ ہونے کی بجائے افسوس میں سر ہلاتے اسے ہی قصوروار ٹھہرایا تھا.

موڈ کے سکے... محبتیں تو بڑی کرنی آگئی ہیں.. آداب بھی پتا ہیں محبت کے.. یوں گھور گھور نہیں دیکھتے سمجھ آئی...وہ لڑکا عورتوں کی طرح کمر پر ہاتھ رکھے اسے لیکچر دے رہی تھی.

اچھا میری ماں نہیں دیکھتا.. جا رہا ہوں میں.. اس نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے کہا تھا.

اسلام علیکم !.

اگر آپ بھی لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اسے دوسروں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو ہم فراہم کر رہے ہیں آپ کو ایک ایسا پلیٹ فارم جو آپ کے لکھی ہوئی پوسٹ کو دنیا تک پہنچائے گا۔

اپنا ناول، ناولٹ، آرٹیکل، افسانہ، شاعری یا کچھ بھی لکھا ہو پبلش کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ہم سے رابطہ کریں ۔

mklibrary13@gmail.com

اس کے علاوہ آپ ہمارے انسٹا گرام اور واٹس ایپ پر بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

Instagram: @mklibrary.official

What’s up: +92-3144810202

ہاں اب پورے فنکشن میں تم مجھے لڑکیوں والی سائیڈ پر نظر آئے نا... تو پھر دیکھنا... انگلی اٹھا کر اسے وارن کرتے وہ اسے کسی جلاد سے کم نہیں لگی تھی.

یہ ظلم ہے... میری بہن ہو کر تم میرے ساتھ ایسا نہیں کرو... اس کی دہائیاں عروج پر تھیں.

No more arguments....

فوراً سے پہلے اپنی شکل گم کرو چلو... ہاتھ اٹھا کر باقائدہ اسے جانے کا اشارہ کیا تھا.

____

آج برات تھی اور مومل نے لائٹ پنک لہنگا جس پر سلور کلر کا کام تھا. کانوں میں اس نے میچنگ ٹوپس تھے. بالوں کا جوڑا بنا کر اس نے دوپٹے کو اچھے سے سر پہ سیٹ کیا تھا۔

وہ خوبصورت نہیں تھی پر اگر کوئی ایک دفعہ اس کی طرف دیکھتا تھا تو نظریں دوبارہ اس کی طرف گھوم کر آتی تھیں. وہ پیاری نہیں تھی لیکن مگر اسے دل جیتنے آتے تھے۔ وہ اپنے آپ میں ہی ایک مثال تھی

سب ہی حال میں پہنچ چکے تھے. پورا حال لائٹس اور پھولوں سے مزین کیا گیا تھا.

نکاح کے بعد کھانا لگا دیا گیا تھا. مومل سٹیج پر بیٹھے ولید اور سوہا کے ساتھ بیٹھی تھی.

اتنے میں آسیہ بیگم کی ملاقات سکینہ بیگم (شہریار کی دادی) سے ہوئی تھی.

آپ؟؟

جی میں کاشان کے بوس کی دادی ہوں. انہوں نے مسکراتے جواب دیا تھا.

اچھا اچھا... کیسی ہیں آپ؟؟ کھانا کھایا آپ نے...آسیہ بیگم نے خوش دلی سے پوچھا تھا.

جی الحمداللہ ٹھیک...ہاں جی کھالیا ہے...انہوں نے بھی انہیں مسکرا کر جواب دیا تھا.

وہ یہاں سکینہ بیگم کو بلانے کی غرض سے آیا تھا. اپنے موبائل میں مگن وہ تیز تیز قدم اٹھاتے اپنی دادی کی طرف آرہا تھا.

جب اس کی نظر سامنے سٹیج سے اترتی مومل پر پڑی تھی. اور پھر.....پلٹنا بھول گئی تھی. اس کے چلتے قدموں کی رفتار کافی حد تک آہستہ ہو گئی تھی. دل الگ ہی سمت میں دھڑکنے لگا تھا۔ نظریں اس کے چہرے پر ٹکی تھیں۔اس نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ اس طرح سے شہریار قریشی کسی کی محبت میں گرفتار ہو گا۔"دل پر کسی کا اختیار نہیں"اس کے اصل معانی سے آج وہ صحیح میں آشنا ہوا تھا۔لائیٹ پنک لہنگا جس پر بڑی نفاست سے کام کیا تھا۔ جسے اس نے دونوں ہاتھوں سے تھام رکھا تھا۔
وہ کسی سے ملتے مسکرائی تھی۔

اسے لگا اگر وہ اسے یوں ہی دیکھتا رہا تو یہاں سے جانا مشکل ہو جائے گا. اس نے جلدی سے نظروں کا زاویہ بدلا

تھااور دادی کے پاس چلا گیا تھا.

یہ ہے میرا پوتا شہریار.... سکینہ بیگم نے اس کا قپتعارف کروایا تھا.

اسلام علیکم! اس نے جھک کر آسیہ بیگم کو سلام کیا تھا.
وعلیکم سلام! بہت ہی پیارا بچہ ہے ماشاللہ!! آسیہ بیگم نے اس کے سر ہاتھ رکھتے پیار سے کہا تھا.

اچھا اب میں چلتی ہوں. اجازت دیجیئے.. سکینہ بیگم نے آگے بڑھتے آسیہ بیگم کو گلے لگاتے کہا تھا.

کچھ دیر اور رح جائیں...آسیہ بیگم نے انہیں روکنا چاہا تھا.

ارے نہیں نہیں.. میں چلتی ہوں دیر ہو رہی ہے. اب وہ باہر کی طرف چلی گئیں جہاں شہریار گاڑی میں ان کا انتظار کر رہا تھا.

____

بارات گھر واپس آگئی تھی اور بہت ہی شاندار طریقے سے دلہا دلہن کا استقبال کیا گیا تھا. کچھ رسموں کے بعد سوہا کو ولید کے کمرے میں بیٹھا دیا گیا تھا.

کدھر ولی بھائی... یہیں رک جائیں.. وہ جو اپنے کمرے میں جانے لگا تھا سامنے اپنی اس چھوٹی بہن کو دیکھ کر رک گیا تھا.

اس نے آبرو اچکاتے حیرانی سے اس کی جانب دیکھا تھا جیسے پوچھنا چاہ رہا ہو.. اب تمہیں کیا چاہیئے ؟

پہلے نیگ نکالیں پھر جانے دوں گی... ورنہ ادھر ہی بیٹھی ہوں. اس نے نیچے بیٹھتے ہاتھ آگے کیا تھا.

فقیرنی!! یہاں بھی تم مانگنے آگئی جاؤ جا کر سگنل پر مانگو... اچھی خاصی کمائی ہو جائے گی. ولید نے مسکراہٹ

دباتے شرارت سے کہا تھا. وہ جانتا تھا اب وہ بھڑکے گی اس بات پر اور وہی ہوا تھا.

آپ مجھے فقیرنی کہیں, چڑیل کہیں کچھ بھی کہیں لیکن نیگ لیے بغیر تو میں ہرگز اندر جانے نہیں دوں گی. وہ بھی اسی کی بہن تھی.

اچھا اچھا یہ لو کیا یاد کرو گی. ولید نے کچھ نوٹ اس کی طرف بڑھاتے ہنستے ہوئے کہا تھا. جسے اس نے بڑی خوشی سے تھاما تھا اور وہاں سے چلی گئی تھی.

____

ولیمہ بھی خیریت سے ہو گیا تھا اور سارے مہمان اپنے گھروں کو چلے گئے تھے.

دن کے ایک بج رہے تھے اور مومل صاحبہ ابھی تک سو رہی تھیں.

مومل اب اگر تم نا اٹھی نا تو میں جوتی اتار لوں گی... دیکھو تو ذرا اس لڑکی کو اسے سو رہی ہے جیسے سارے کام اسی نے کیے ہوں. مگر مجال ہے جو کسی کام کو ہاتھ لگایا ہو. وہ سلواتیں سنانے کے ساتھ ساتھ اسے اٹھانے کی بھی ناکام کوشش کر رہی تھیں.

اٹھ رہی ہوں یااارررراماں... نیند میں ڈوبی آواز آئی تھی اس کی.

دو سیکنڈ میں اٹھ جاؤ ورنہ... آسیہ بیگم کی دی ہوئی دھمکی کارآمد ثابت ہوئی تھی. اور وہ تیزی سے بیڈ سے اٹھتے واشروم کی طرف گئی تھی.

____

تم واپس کب جا رہے ہو. سنجیدہ لہجے میں سوال کیا گیا تھا. کل کی ٹکٹ بک کروائی ہے. ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ بولا تھا.

کیا امس ابا جانتے ہیں تمہاری محبت کے بارے میں ؟اس نے محبت پر زور دیتے کہا تھا.

اس کے اس طرح کہنے پر اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی.

آج اس نے سنجیدہ رہنے کی قسم کھالی تھی. یا پھر ایسا شایان کو لگ رہا تھا. جو یک ٹک اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا. جہاں آنکھوں میں نمی تھی اور چہرے پر سنجیدگی کے سوا کچھ نہیں تھا.

نہیں!!!اور ابھی تم بھی انہیں کچھ نا بتانا... یہ بات صرف تم اور میں جانتے ہیں...اور ویسے بھی میں نے تمہیں بتایا تھا کہ اس بار...اسکے بولنے سے پہلے وہ بولی تھی.
کیا ہم کوئی بات نہیں کر سکتے. نمی میں گھلی آواز آئی تھی اور ایک آنسو ٹوٹ کر اس کے ہاتھ پر گرا تھا..

کیا کچھ نہیں تھا اس کے لہجے میں کرب, اذیت, اس کے دور جانے کا خوف... جسے شایان نے بہت شدت سے محسوس کیا تھا.

ہاں کر سکتے ہیں..اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا مقصد اس کا موڈ ٹھیک کرنا تھا. وہ اس وقت باہر لان میں رکھی کرسیوں پر بیٹھی تھے.

وہ تمہاری دوست کیسی ہے؟اس نے مسکراہٹ دباتے سر کھجاتے سوال کیا تھا.

ٹھیک ہے وہ..اسے کیا ہونا ہے... سنجیدگی اب بھی برقرار تھی.

اللہ نا کرے اسے کچھ ہو..اس کی بات شایان بے چارے کے دل پر لگی تھی.اس لیے جھٹ سے بولا تھا.

اس کے ایسے کہنے پر آنکھیں چھوٹی کرتے اسے دیکھا تھا.

کیپٹن شایان درانی مشن پر دیہان دیں اور یہ عشق معشوقی گھر چھوڑ کر جائیں.زارسا آگے کو جھکتے اس کی آنکھوں دیکھتے اسے سختی سے تنبیہ کی تھی.

ہاہاہاہا... سہی ہے... ویسے یہ جو عشق ہے نا یہ جب ہو جائے تو پھر کہیں کا نہیں چھوڑتا. جب تمہیں ہوا نا کسی سے تو پھر پوچھوں گا... اس نے ہنستے ہوئے وارن کیا تھا.

استغفر اللہ.. تو با کرو لڑکے... مجھے تو کم از کم ان کاموں سے دور ہی رکھو تو اچھا ہے.. اس نے برے برے منہ بناتے کہا تھا.

اچھا چلو... میری دعا ہے کہ تمہیں ایک محبت اور خیال رکھنے والا ہمسفر ملے... اس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ دعا دی تھی.

ہاہاہاہاہاہا!!! کیوں کسی معصوم کو میرے پلے باندھ کر اس کی زندگی عذاب کرنا چاہتے ہو. اس نے ہنستے ہوئے کہا تھا.

تو تم سدھر جاؤ نا... شایان نے مسکراہٹ دباتے شرارت سے کہا تھا.

آہہہہ... ٹھنڈی آہ بھری تھی اس نے اور پھر بولی تھی.

کوشش کی تھی میں اور ایک دو دفعہ تو گوگل پہ بھی سرچ کیا تھا. کیا میں سدھر سکتی ہوں؟

آگے سے بیچارہ گوگل کہتا ہے بہن سوال کر بے غیرتیاں نا کر..اس کی بات پر شایان نے قہقہ لگایا تھا. میں مذاق کر رہا تھا. اس نے صفائی دی تھی.

جانتی ہوں.. مسکراتے ہوئے کہا تھا.

وہ انسان واقع خوش نصیب ہوگا جس کے حصے میں تم جاؤ گی...اسنے دل سے کہا تھا.

ہاہاہاہاہاہاہا!!! واقع؟؟ مجھے نہیں لگتا..اسے یقین نہیں آیا تھا.

ہاں سچ میں...اس نے یقین دلانا چاہا تھا.

اب کیا ساری باتیں آج ہی کرو گے... چلو اندر آؤ...اندر سے آسیہ بیگم کی آواز آئی تھی.

آئے امی ی ی!!!!

چلو چلیں.. ورنہ اماں حضور جوتا لے کر آ جائیں گی...وہ دونوں ہنستے ہوئے اندر چلے گئے تھے.

____

آج وہ جا رہا تھا...شاید کبھی نا آنے کے لیے. وہ آج چلا گیا تو پھر کبھی لوٹ کر نہیں آئے گا...ایسا مومل کو لگ رہا تھا.

وہ اپنے کمرے کی بالکونی میں کھڑے ہو کر اسے دیکھ رہی تھی. جو سب سے مل کر گاڑی میں بیٹھا تھا. اس نے ایک نظر اٹھا کر اسے دیکھا تھا. وہ جانتا تھا وہ وہاں کھڑی ہو گی.

اس نے مسکرا کر اسے دیکھا تو مومل نے جلدی سے اپنا رخ موڑا تھا. اور بے دردی سے اپنے گال رگڑتے وہ کمرے میں آگئی تھی.

شایان اچھے سے جانتا تھا کہ وہ کیا سوچ رہی ہے... مگر وہ اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا... سوائے دعا کے...

تکیے میں منہ دیے وہ زار و قطار روئے جا رہی تھی.. اسے لگ رہا تھا اب وہ اسے کبھی دوبارہ دیکھ نہیں پائے گی. وہ جا چکا تھا اور اسے لگ رہا تھا کہ وہ ہمیشہ کے لیے چلا گیا ہے. اب وہ کبھی لوٹ کر نہیں آئے گا.

روتے روتے نا جانے کب اس کی آنکھ لگ گئی تھی. مغرب کی اذان پر اس کی آنکھ کھلی تھی. اذان کی آواز سنتے ہی وہ وضو کے لیے واشروم کی جانب گئی تھی.

نماز ادا کرنے کے بعد اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تھے.

کئی آنسوں آنکھوں سے نکل کر اس کا رخسار بھگو رہے تھے. یا اللہ آپ تو جانتے نہیں نا کہ شایان مومل کے لیے کتنا اہم ہے. اس دنیا میں آپ نے ہم دونوں کو ساتھ بھیجا تھا. یا اللہ اس کی حفاظت کیجیے گا. آپ تو پوری کائنات کے مالک ہیں. آپ تو سب کر سکتے ہیں. اسے صحیح سلامت واپس لے آئے گا. وہ روتے ہوئے دعا کر رہی تھی.

دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیرتے, اس نے مصلے کو اٹھایا تھا اور خود آئینے میں دیکھا تھا. رونے کی وجہ سے اس کی آنکھیں سوج چکی تھیں۔

۔مومی!!!! مومی!!!! بیٹا آجاؤ کھانا لگ گیا ہے۔ یہ آسیہ بیگم کی آواز تھی جو سیڑھیوں پر کھڑے اسے کھانے کے لیے بلا رہی تھیں وہ جانتی تھیں کہ اب کچھ دن تک وہ یوں ہی چپ رہنے والی ہے۔ ہر بار ہی جب وہ جاتا تھا تو وہ دو دو ہفتے کسی سے کوئی بات نہیں کرتی تھی۔

ایک نظر خود کو آئینے میں دیکھتے وہ نیچے کی جانب چلی گئی تھی۔ جہاں ڈائنگ ٹیبل پر سب اس کا انتظار کر رہے تھے۔

ارے آپ لوگ کھانا شروع کر دیتے۔۔۔ زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پر سجائے وہ حلیمہ بیگم کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھتے بولی تھی۔

ہم اپنی لاڈو کے بغیر کیسے کھانا کھا سکتے تھے۔

حلیمہ بیگم نے پیار سے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے کہا تھا۔

جس پر اس نے مسکرا کر انہیں دیکھا تھا مگر بولی کچھ نہیں تھی

____

شایان واپس چلا گیا کیا؟؟فاریہ نے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے کہا تھا جہاں اداسی واضح تھی۔اور آنکھیں میں سنجیدگی نظر آرہی تھی۔

ہاں۔۔۔۔اس نے ایک ہی لفظ میں بات ختم کی تھی۔فاریہ جانتی تھی کہ اب وہ کوئی اور بات نہیں کرنا چاہتی وہ اس کی شایان کے ساتھ اٹیچمنٹ سے واقف تھی لیکن وہ اسے اداس نہیں دیکھ سکتی تھی۔

اچھا چلو کینٹین چلتے اور میں تمہیں آج تمہاری پسند کی چیز کھلاتی ہوں تاکہ تمہارا موڈ اچھا ہو جائے۔وہ اس کا ہاتھ پکڑتے جانے کے لیے کھڑی ہوئی تھی۔

نہیں یار میرا موڈ نہں ہے تم کھالو جو کھانا ہے۔اس کے اکتائے لہجے میں کہا تھا۔

پلیز یار ایسا نہیں کرو اگر تم کچھ نہیں کھاؤ گی تو میرے حلق سے بھی کچھ نہیں اترے گا۔وہ دنیا جہاں کی مسکینیت چہرے پر اسے قائل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

اچھا اچھا اب زیادہ ڈرامے کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔چلو۔۔۔۔۔اس نے گویا احسان کیا تھا اس پر۔

____

وہ لیپ ٹاپ پر کسی کام میں مصروف تھی جب اس کا فون رنگ ہوا تھا۔اس نے بغیر دیکھے فون کو کان سے لگایا تھا۔

اسلام علیکم!!!

Momal durani is here.

پہلی بار میں ہی وہ اس کا فون اٹھالے گی۔۔۔اسے توقع نہیں تھی۔

وعلیکم السلام!!!!ایک گھمبیر آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔

اس کے لیپ ٹاپ پر چلتے ہاتھوں کو بریک لگی تھی۔

کون؟؟ماتھے پر بل ڈالتے وہ گویا ہوئی تھی۔

شہریار قریشی۔۔۔دو لفظوں میں ہی مقابل نے اپنی پہچان کروائی تھی۔

فون کرنے کا مقصد جان سکتی ہوں۔۔۔۔۔مسٹر شہریار قریشی۔۔۔اس کا لہجہ سخت تھا۔

دراصل مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔وہ اس وقت اپنے آفس میں بیٹھا تھا۔اپنی چیئر سے اٹھ کر وہ ونڈو کے پاس آکر کھڑا ہو گیا تھا۔

میں اپنی زندگی میں آپ کو شامل کر کے۔۔۔۔اپنی زندگی کو خوبصورت بنانا چاہتا ہوں۔آسان لفظوں میں کہ سکتے ہیں کہ۔۔۔۔۔اس بندہ ناچیز کو آپ سے محبت ہو گئی ہے۔

اس کے بہت ہی اطمینان سے کہے گئے الفاظ سامنے والے کا دماغ گھما چکے تھے۔

لگتا ہے آپ کے دماغ پر گہری چوٹ لگی ہے اسی لیے ایسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں۔مجھے آپ میں اور آپ کی محبت میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔مہربانی کیجیئے گا دوبارہ مجھے کال مت کیجئے گا۔اس کی کوئی بات بھی سنے بغیر وہ فون بند کر چکی تھی۔

اس نے شدید غصے میں فون بیڈ پر پھینکا تھا اور فون بے چارہ خود کے یوں پھینکے جانے پر اسے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے کہ رہا ہو بی بی میرا کیا قصور اے؟

اس نے فون کان سے ہٹایا تھا اور اسے جیب میں رکھتے وہ واپس اپنی کرسی پر آن بیٹھا تھا۔

اس سے پہلی ملاقات سے اور آج اس سے بات کر کے وہ اتنا تو جان چکا تھا کہ اس لڑکی کو منانا اور حاصل کرنا

اتنا آسان نہیں ہے۔چیئر کی پشت پر اپنا سر رکھتے وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔

اس سے آج تک کسی نے اس طرح بات نہیں کی تھی۔

اور وہ کچھ بول بھی نہیں پایا تھا۔

یہ محبت آگے جا کر نا جانے اس کے کتنے امتحان لینے والی تھی وہ شاید جانتا نہیں تھا۔

____

وہ دونوں اس وقت یونیورسٹی کے گراؤنڈ میں بیٹھی تھیں۔

اس کا چہرہ ہر احساس سے عاری تھی اور ایسا بہت کم ہوتا تھا۔اس نے بات شروع کی تھی۔

میں نے ایک بات کرنی تھی فاریہ تم سے۔۔۔۔۔وہ جو سر جھکائے اپنے نوٹس بنانے میں مصروف تھی ۔تیزی سے چلتے ہاتھوں کو ایک دم بریک لگی تھی۔

اس نے ایک ہی جھٹکے سے سر اٹھا کر اس ہستی کو دیکھا تھا جو نا جانے کیا بات کرنے والی تھی جس کی نظریں سامنے آسمان پر تھیں۔

کیا بات ہے مومی؟فاریہ نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

اس نے شہریار سے ہوئی ساری بات اسے بتائی تھی۔جسے سن کر فاریہ کی حیرت کا ایک جھٹکا لگا تھا۔یہ کب کی بات ہے مومی؟

آج سے دو ہفتے پہلے کی؟وہی سپاٹ لہجہ۔۔۔جو بہت کم جسے وہ بہت کم اپنی گفتگو کا حصہ بناتی تھی۔

اور تو مجھے اب بتا رہی ہے۔۔۔وہ غصے سے گویا ہوئی تھی۔

ہاں تو۔۔۔کوئی اتنی اہم بات نہیں تھی۔کہ فوراً سے بتائی جاتی۔

تمہیں کیا لگتا ہے وہ سچ بول رہا ہے۔فاریہ نے کھوجتی نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔وہ اس کی رائے جاننا چاہتی تھی۔

نہیں ہر گز نہیں۔۔۔ایک دو ملاقاتوں میں کسی کو کسی سے کوئی محبت نہیں ہوتی۔۔۔اویں جھوٹ ہوتا ہے سب کچھ۔۔۔اس نے ہاتھ میں پکڑے پتھر کو زور سے سامنے پھینکا تھا۔

تمہیں محبت اور محبت کرنے والوں پر یقین کیوں نہیں ہے۔۔۔فاریہ کی نظریں اس کے چہرے پر تھیں جہاں کسی قسم کا کوئی تاثر نہیں تھا۔

مومل نے گرن موڑ کر اس کی طرف دیکھا تھا اور تلخی سے مسکرائی تھی۔پھر گردن سیدھی کرتے سامنے نظریں ٹکاتے بولی تھی:

کیونکہ آج سے ایک صدی پہلے محبت کرنے والے مرنے سے پہلے محبت کو اپنے ہاتھوں سے اس زمین میں دفن کر کے چلے گئے تھے۔

اب نا ہی محبت ہے اور نا ہی محبت کرنے والے اگر کچھ ہے تو صرف۔۔۔وہ لمحے بھر کو رکی تھی

۔۔۔۔دھوکہ, فریب جھوٹ, جس سے انسان کو بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اس کی بات پر وہ ہلکا سا مسکرائی تھی اور نفی میں سر ہلایا تھا۔

فاریہ تجھے وہ سامنے کپل نظر آرہا ہے؟مومل نے سامنے دیکھتے نظروں ہی نظروں میں اسے اشارہ کیا تھا۔

ہاں کیوں کیا ہوا؟وہ تھوڑا کنفیوز ہوئی تھی۔

وہ اتنے سکون سے کیوں بیٹھے ہیں؟؟؟سائیڈ سمائل اور آنکھوں میں شرارت لیے اس نے فاریہ کی طرف دیکھا تھا۔اور فاریہ کو ایک منٹ لگا تھا۔اس کی مسکراہٹ سمجھنے میں۔

Don't tell me?

کہ تم کچھ کرنے والی ہو۔۔۔۔۔۔فاریہ نے گھورتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

نہیں زیادہ کچھ نہیں بس۔۔۔بریک آپ کا ارادہ ہے۔اس نے ونک کرتے فاریہ کی طرف دیکھا تھا اور مزید اسے کچھ کہنے کا موقع دیے وہ سامنے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

Excuse me.

کسی نسوانی آواز پر انہوں نے سر اٹھا کر آنے والی ہستی کو دیکھا تھا۔

آپ کی گرل فرینڈ بہت پیاری ہیں۔۔۔وہ تعریف لڑکی کی کر رہی تھی مگر دیکھ اس لڑکے کی طرف رہی تھی

۔

جس پر اس لڑکے نے ہلکا سا سر کو خم کرتے تھینک یو بولا تھا۔

وہ لڑکی بھی مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی مگر یہ مسکراہٹ صرف چند لمحوں کی تھی۔

اور اس کی اگلی بات وہاں بیٹھے دونوں نفوس کو آگ لگا گئی تھی۔

لیکن وہ کل والی زیادہ پیاری تھی جس کے ساتھ آپ ریسٹورینٹ میں بیٹھے تھے۔مومل نے ہاتھ سے اشارے کرتے اسے بتایا تھا۔

یہ بھی پیاری ہیں لیکن وہ زیادہ پیاری تھیں۔۔۔وہ آنکھیں مٹکاتے معصومیت سے بولی تھی۔

اس کی بات پر وہ لڑکا حیرانی سے کبھی اس آفت کو تو کبھی اپنے سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔

جو آنکھوں میں غصہ لیے اسے گھور رہی تھی۔

مومل تو کہتے ہی وہاں سے آ گئی تھی مگر پیچھے وہ لڑکی غصے سے اس لڑکے پر چیخنا شروع ہو گئی تھی۔

اور لڑکا شاید اپنی صفائیاں پیش کر رہا تھا۔

وہ بخوبی ان کی آوازیں اپنے پیچھے سن سکتی تھی۔

اب وہ قہقہ لگاتے ہوئے واپس فاریہ کے پاس آ بیٹھی تھی۔مومی تمہیں شرم نہیں آتی ایسے کام کرتے ہوئے۔فاریہ نے اس کے ہنستے چہرے کو اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے گھورا تھا۔

نہیں بلکل بھی نہیں آتی وہ اس کی طرف جھکتے اسے مزید غصہ رہا گئ تھی۔تم دو لوگوں کو الگ کر آئی ہو مومی ہو سکتا ہے وہ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں۔فاریہ اسے احساس دلانے کی کوشش کی تھی۔

اس کی بات پر مومل نے گردن گھوما کر اسے دیکھا تھا جو آنکھوں میں غصہ لیے اسے دیکھ رہی تھی۔

پہلی بات جو رشتہ ان کے درمیان تھا وہ حرام ہے اس کی ہمارے معاشرے میں کوئی جگہ نہیں ہے۔اور رہی بات محبت کی تو اگر اس لڑکی جو واقع اس سے محبت ہوتی تو وہ کبھی میری بات پر یقین نا کرتی۔۔۔بلکہ اس لڑکے کی بات پر کرتی۔۔۔یہ محبت کی پہلی شرط ہوتی ہے کہ آپ کو سامنے والے پر خود سے بھی زیادہ بھروسہ ہو۔۔۔سمجھ آئی!!!

فاریہ کو اس کی بات کافی حد تک ٹھیک لگی تھی مگر وہ اب بھی اسی بات پر اٹکی تھی۔پر مومی تم نے جھوٹ بولا ہے ان سے۔۔۔۔۔فاریہ نے جھوٹ پر زور دیا تھا۔

میں سچ میں اس لڑکے جو کسی اور کے ساتھ دیکھا تھا۔۔۔مومل جھوٹ نہیں بولتی یہ تم اچھے سے جانتی ہو ۔۔۔چلو اٹھو چلیں۔۔۔مومل نے ایک ہاتھ سے اپنا بیگ اٹھایا تھا اور دوسرے ہاتھ سے وہ فاریہ کا ہاتھ پکڑتے اپنی کلاس کی طرف چلی گئی تھی۔

____

شایان کو گئے مہینہ گزر چکا تھا اور وہ بھی اپنی اصل ٹون میں واپس آگئی تھی۔

اسلام علیکم چھوٹی امی!سوہا آسیہ بیگم سے گلے ملتے اب حلیمہ بیگم کی جانب بڑھی تھی۔

حلیمہ بیگم سے ملتے وہ وہیں صوفے پر بیٹھ گئی تھی حلیمہ بیگم نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے کہا تھا۔

آپ سنائیں چھوٹی امی کیسی ہیں آپ؟؟؟

میں الحمداللہ ٹھیک ہوں۔۔۔۔آپ کیسی ہو بیٹا؟؟

اللہ کا شکر ہے۔۔آپ سنائیں دادی ہماری طرف بھی چکر لگا لیا کریں آپ تو آتی ہی نہیں ہیں۔

اس نے شکوہ کیا تھا۔

بس بیٹا گھٹنوں کی درد کی وجہ سے بستر تک ہی رہ گئی ہوں۔۔ کہیں آیا جایا ہی نہیں جاتا۔۔۔۔ حلیمہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

آسیہ بیگم چائے جا کپ سوہا کو پکڑاتے صوفے پر بیٹھ گئی تھیں۔

ارے چھوٹی امی اس کی کیا ضرورت تھی۔آپ نے ایسے ہی تکلف کیا۔

تکلف کیسا بیٹا۔۔آپ بھی ہماری بیٹی ہو جیسے مومل ہے۔۔۔۔آسیہ بیگم نے پیار سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

مومل کہاں ہے چھوٹی امی وہ دراصل ہم گھومنے جا رہے تھے تو۔۔۔میں اسے بلانے آئی تھی۔

چائے کا کپ ٹیبل پر رکھتے اس نے کھڑے ہوتے پوچھا تھا۔

اپنے کمرے میں ہے بیٹا رکو میں بلا لاتی ہوں۔

نہیں نہیں چھوٹی امی میں خود بلا لیتی ہوں آپ بیٹھیں۔۔کہتے ہی وہ اوپر مومل کے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔

وہ اپنے کمرے میں کہیں نہیں تھی۔ہر چیز بڑی نفاست سے رکھی گئی تھی۔کمرے میں داخل ہوتے ہی دائیں جانب ڈریسنگ ٹیبل تھا۔تھوڑا آگے بڑھیں تو سامنے دیوار پر ایک بڑی سی کتابوں کی الماری تھی جہاں ہر قسم کی کتاب پائی جاتی تھی۔

کمرے کے وسط میں ایک بیڈ تھا اور بیڈ کے بائیں جانب سامنے ہی ایک شیشے کی ونڈو نصب ہی گئی تھی جس سے باہر بالکونی اچھے سے نظر آتی تھی۔اور بالکونی میں دو کرسیوں کے ساتھ چھوٹی سے گول میز رکھی گئی تھی۔

اسے کمرے میں کہیں نا پا کر انہوں نے دوسرے کمرے کی طرف دیکھا تھا جس کا ہلکا سا دروازہ کھلا تھا مطلب وہاں کوئی تھا۔ وہ آگے بڑھی تھی آہستہ سے دروازے کو دھکیلا تھا۔ وہ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئی تھی تو سامنے ہی وہ بلیک جینز پر بلیک شرٹ پہنے پش اپس کرنے میں مصروف تھی۔

موسم بدلنے کی وجہ سے پسینے کی ننھی بوندیں اس کے چہرے پر ظاہر ہو رہی تھیں۔

سوہا نے ایک نظر پورے کمرے میں دوڑائی تھی اور جھر جھری سی لی تھی۔ جہاں کچھ سی ایکسر سائز کی مشینیں تھیں اور سامنے ہی شیشے کی ریک میں چار پانچ گنز رکھی تھیں۔ کیا خیال ہے سوہا بھابھی آپ کی بھی ٹرینںگ دوں۔ سامنے لگے مرر کی وجہ سے وہ آنہیں آتے ہوئے دیکھ چکی تھی اسی لیے اب وہ انہیں تنگ کرنے کے لیے بول رہی تھی۔ جنہوں لے گنز کو دیکھ کر جھر جھری سی لی تھی۔

نانا۔۔ بابا ایسے کام تمہیں ہی مبارک ہوں مجھے تو دور ہی رکھو۔ سوہا نے ہاتھ ہلا کر اسے صاف انکار کیا تھا۔

ہاہاہاہاہا۔۔۔ ایسا کیوں بول رہی ہیں۔۔۔ یقین کریں بہت مزہ آتا ہے گن چلانے میں۔۔۔۔ اسے نے ونک کرتے ان کی طرف دیکھا تھا۔

تمہیں آتا ہو گا مزہ مومی۔۔۔ پر مجھے تو خوف آتا ہے۔ سوہا نے ڈرتے ہوئے کہا تھا۔

ان کی بات پر مومل کے نفی میں سر ہلاتے سر جھٹکا تھا۔ ویسے ایک بات بتاؤ مومی!!! تم یہ سب کیوں کرتی ہو۔ میرا مطلب ہے کہ تم نے مارشل آرٹ سیکھا۔۔۔ پھر گن چلانا اور یہ سب۔۔۔ کیوں؟؟؟؟ سوہا نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

سیفٹی کے لیے۔۔۔۔۔

کس کی؟؟؟؟

اپنی....

پر کیوں؟؟ تمہیں جس کا ڈر ہے تمہارا کوں دشمن ہے۔ سوہا کو حیرانی ہوئی تھی۔

وہ جو ریک میں رکھی ایک گن اُٹھاتے اس میں گولیاں لوڈ کر رہی تھی۔ان کی بات پر چہرا اٹھا کر انہیں دیکھا تھا۔

یہ معاشرہ میرا دشمن ہے۔۔۔۔۔۔وہ لمحے بھر کو رکی تھی۔گن کو واپس رکھا تھا اور ان کے قریب آکر کھڑی ہو گئی تھی۔

آپ لگتا ہے یہاں انسان رہتے ہیں۔۔۔اس نے سر جھٹکا تھا۔یہ ہمارا معاشرہ کوئی انسانوں کے رہنے کی جگہ نہیں ہے۔یہ ایک جنگل ہے۔۔۔جہاں صرف جانور رہتے ہیں۔مردوں کی شکل میں بھیڑیے رہتے ہیں ۔جو اپنی ہوس پوری کرنے کے لیے ناجانے کتنی معصوم لڑکیوں کی زندگی تباہ کر دیتے ہیں۔اور پھر یہاں کسی کو انصاف بھی نہیں ملتا۔

عدالتوں میں جج اور تھانوں میں پورا کا پورا عملہ ہی بکا ہوتا ہے۔وہ محاورہ ہے نا۔۔۔اس نے کنپٹی مسلتے بولا تھا ۔۔۔ہاں۔۔۔۔جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔۔۔تو بس مجرم جرم کر کے بھی رہا ہو جاتا ہے۔۔۔پھر چاہے وہ قاتل ہو،ریپسٹ ہو یا کوئی کرپٹ انسان۔۔۔ایسے لوگ انسان تو نہیں ہوتے بھابھی۔۔۔۔جانور ہوتے ہیں جانور۔۔۔اور جانور جنگل میں رہتے ہیں۔۔۔۔مجھے پہلے زمانے کے لوگوں میں جو جنگلوں میں رہتے تھے ان میں اور ہم میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔

ان کے پاس کسی چیز کا علم نہیں تھا تو وہ جاہل تھے اور ہم۔۔۔۔اس نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ سر جھٹکا تھا۔

پڑھے لکھے جاہل ہیں ہماری آنکھوں کے سامنے غلط ہو رہا ہوتا لیکن ہم کچھ نہیں کرتے۔۔اسی لیے میں معاشرے کو جنگل کہتی ہوں اور یہاں رہنے والوں کو جانور۔۔۔

سوہا کو اس کی باتیں سو فیصد سچ لگی تھیں کیونکہ ہمادا معاشرہ ایسا ہی تھا۔

جہاں انسانوں سے زیادہ پیسوں کی اہمیت تھی۔جہاں راہ چلتے لوگ عزتیں لوٹ لیتے تھے۔جہاں انسان اپنے

گھر میں بھی محفوظ نہیں تھا۔

خیر۔۔۔ چھوڑیں ان سب باتوں کو آپ بتائیں آج کیس ہمارے غریب خانے پر تشریف لے آئیں۔اس نے ماحول کو خوشگوار کرنے کے لیے ان سے پوچھا تھا۔

میں تو آتی جاتی رہتی ہوں مومل میڈم۔۔۔آپ ہی ملک کی وزیر اعظم بنی رہتی ہیں۔ سوہانے مسکراتے ہوئے میٹھا سا طنز کیا تھا۔

ان کی بات پر وہ کھلکھلا کر ہنسی تھی۔ کمرے میں اس کے ہنسے کی آواز گونجی تھی۔ایسی بات نہیں ہے۔آپ حکم کریں آپ کے لیے ٹائم ہی ٹائم ہے۔

جی جی۔۔۔۔ بلکل۔۔۔۔ خیر میں تمہیں بلانے آئی تھی بھلا کر رکھ دیا۔۔۔اس نے سر پر ہاتھ مارتے جھنجھلا کر بولا تھا۔

مجھے بلانے ؟؟ خیریت ؟؟؟اب وہ چیزوں جو واپس ان کی جگہ پر رکھتے ان سے محو گفتگو تھی۔

ہم سب گھومنے جا رہے ہیں اسی لیے میں تمہیں بلانے آئی تھی۔

پر اس ٹائم۔۔۔اس نے نظریں اٹھا کر سامنے دیوار میں نصب گھڑی کی طرف دیکھتے کہا تھا جو رات کے دس بجا رہی تھی۔

پر ور کچھ نہیں اور کوئی زیادہ ٹائم نہیں ہوا۔۔۔بس تم چل رہی ہو۔ جلدی سے تیار ہو کر آ جاؤ ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ ہو کہتے ہی کمرے سے باہر چلی گئی تھی۔

____

اس عالیشان گھر کی دوسری منزل پر بنا کمرہ اس وقت مکمل تاریکی میں ڈوبہ تھا۔ وہاں بیٹھے نفوس نے سیگریٹ

اٹھا کر ہونٹوں میں دبائی تھی اور ایک کش لگاتے دھواں فضا میں چھوڑا تھا۔ نیلی آنکھیں غصے کی وجہ سے سرخ تھیں، دماغ کی رگیں اُبھری ہوئی تھیں۔۔۔ جبڑے آپس میں سختی سے پوست تھے، بال ماتھے پر بکھرے تھے۔

تبھی ایک ہی جھٹکے سے دروازہ کھلا تھا اور کوئی تیزی سے اندر آیا تھا۔ کمرے میں ہر طرف دھویں کی وجہ سے آنے والے کو سانس لینے میں دشواری محسوس ہوئی تھی۔

شہری یہ تو نے کمرے کا کیا حال بنایا ہوا ہے۔ اس نے کھانستے ہوئے کمرے کی لائٹس آن کی تھیں۔ جس پر مقابل نے اپنی نیلی آنکھوں سے اسے گھورا تھا۔

جیسے اسے اس کا لائٹس جلانا پسند نہیں آیا تھا۔ اس شخص کو ویسے بھی پولیس پکڑ کر لے گئی ہے اور مجھے امید ہے کہ اسے اپنے کیے کی سزا ضرور ملے گی۔

وہ جو صوفے پر بیٹھے اس کی بات کو بڑے ضبط سے سن رہا تھا۔ غصے سے چہرا اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

تو اچھے سے جانتا ہے کہ میں غداری کرنے والوں کو معاف نہیں کرتا تو کیوں بچایا اسے مجھ سے۔۔۔ اس نے غراتے ہوئے غصے سے سامنے رکھی ٹیبل کو ٹھوکر ماری تھی۔

اچھا تو ریلیکس ہو جا۔۔۔۔۔۔ اور ویسے بھی میں تجھے کچھ غلط نہیں کرنے دے سکتا تھا۔ اسی اسے پولیس کے حوالے کیا ہے۔

ہنہ۔۔۔ پولیس۔۔۔۔ اس نے ہنکارتے ہوئے سر جھٹکا تھا۔ اچھے سے جانتا ہوں ان پولیس والوں کو۔۔ کتنے ایماندار ہیں۔

لیکن وہ موت کا حقدار نہیں تھا۔ ہادی نے دلیل پیش کی تھی.

میرے نزدیک وہ موت کا حقدار تھا اور تم اس کے بارے صرف وہ جانتے ہو جو دنیا کے سامنے آیا ہے وہ نہیں جو میں جانتا ہوں۔ وہ لب بھینچتے غصے سے بولا تھا۔

کیا اس نے اور بھی کچھ کیا ہے۔۔۔وہ اس کے عین سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

جب وقت آئے گا تو بتادوں گا۔۔۔اسی لیے مزید کوئی سوال نہیں کرو گے۔اس نے بات کو ختم کرنا چاہا تھا۔

تمہیں لگتا ہے اسے پولیس چھوڑ دے گی۔۔۔۔ہادی نے پھر سوال کیا تھا۔

ہاں۔۔۔وہ لمحے بھر کو رکا تھا۔۔۔اور پھر میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔۔۔۔وہ مکروہ مسکراہٹ کے ساتھ سیگریٹ کا دھواں ہوا میں چھوڑتے اسے دیکھتے بولا تھا۔

اچھا ان سب کو چھوڑ آ جا کہیں باہر چلتے ہیں۔۔۔تیرا موڈ بھی اچھا ہو جائے گا۔

نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے تو خود چلا جا اگر جانا ہے تو۔۔۔اس نے جان چھڑائی تھی۔

میں اکیلا جاؤں گا؟؟؟وہ سینے پر ہاتھ رکھتے تصدیق کرتے بولا تھا۔

کیوں تجھے کوئی اٹھا کر لے جائے گا کیا؟؟؟بھوئیں اچکاتے اس نے سوال جیا تھا۔

چل نا تیرے چکر میں میں نے کھانا بھی نہیں کھا یار حم کر مجھ معصوم پر۔۔۔اس نے معصوم سی شکل بناتے کہا تھا۔

جس پر مقابل نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔تو بھوکے انسان گھر سے کھا کر آتے۔۔۔۔شہریار نے بھڑاس نکالی تھی۔

اللہ کرے تجھے ایسی بیوی ملے جو بہت کھاتی ہو۔۔۔۔وہ روہانسا ہوا تھا۔

اگر مجھے بھوکڑ بیوی مل بھی گئی تو میں اس سے کبھی تنگ نہیں آؤں گا۔۔اس کی ہر خواہش سے آنکھوں پر ۔۔۔وہ زیر لب مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ کمرے سے نکل آیا تھا۔

____

چلیں بھائی!!!!وہ اس کی گاڑی کے قریب آتے بولی تھی۔

اس کو دیکھ کر ولید ہلکا سا مسکرایا تھا۔وہ اس وقت سیاہ برقعے کے ساتھ سرخ رنگ کے حجاب میں ملبوس تھی

۔

ولید نے اسے اشارے سے گاڑی میں بیٹھنے کا کہا تھا۔

وہ لوگ پہلے پلے لینڈ گئے تھے اور اب ان کی گاڑی کا رخ لاہور کے ایک مشہور ہوٹل کی جانب تھا جو اپنے کھانے اور مہمان نوازی کی وجہ سے پورے لاہور میں مشہور تھا۔

گاڑی کو پارک کرتے وہ سب ایک ساتھ اندر داخل ہوئے تھے اور سامنے فیملی ٹیبل پر بیٹھ گئے تھے۔اب وہ سب باری باری مینیو کارڈ دیکھ رہے تھے اور پاس کھڑا ویٹر ان کے آرڈر کا انتظار کر رہا تھا۔

بلاآخر سب نے اپنا آرڈر ویٹر کو لکھوا دیا تھا اور وہ سب کھانے کا انتظار کر رہے تھے۔

____

وہ دونوں جیسے ہی اس ہوٹل میں داخل ہوئے تھے تو وہاں کے ہجوم سے شہریار کو سخت کوفت ہوئی تھی۔وہ اکیلا رہنا چاہتا تھا مگر وہ ہادی کی بات بھی نہیں ٹال سکتا تھا اسی لیے مجبوراً وہ یہاں تھا۔

ہادی نے سامنے رکھا مینیو کارڈ اٹھایا تھا اور دیکھنے لگا تھا جبکہ شہریار ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے اپنی ہلکی سرخ نیلی آنکھوں سے سامنے دیوار کو گھور رہا تھا۔

جب اچانک اس کی نظر اس اسپرا پر پڑی تھی۔ایک لمحے کو اس ہی نظریں وہیں تھم گئیں تھیں۔وہ مسکراتے ہوئے سامنے بیٹھے شخص سے محو گفتگو تھی۔اسے دیکھتے ہی شہریار کا غصہ بھک سے اڑا تھا اور ہونٹ خود بخود مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔

ہادی جو کب سے اسے آوازیں دے رہا تھا مگر وہ تھا کہ سن ہی نہیں رہا تھا۔ہادی نے اس ہی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تھا۔جہاں ایک لڑکی مسکراتے ہوئے اپنے سامنے بیٹھے شخص سے کوئی بات کر رہی تھی۔

بھابھی؟؟ہادی نے آئبرو اچکاتے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔جس نے بڑی مشکلوں سے اپنی نظروں کا زاویہ بدلا تھا۔

اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی تھی۔۔۔۔ہاں۔۔۔۔اس کا ایک لفظی اظہار ہادی کو سب سمجھا گیا تھا۔

اب تو کہاں جارہا ہے؟؟ وہ جو اپنی کرسی کو پیچھے دھکیلتے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔وہ ان کی ٹیبل کی طرف بڑھا تھا اس نے ہادی کے سوال کا جواب دینا گوارہ نہیں کیا تھا۔

شہریار سر آپ؟؟ کاشان اسے دیکھتے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے اس کے بغل گیر ہوا تھا۔

وہ جانتا تھا کہ کسی کو فیملی ڈنر پہ ڈسٹرب کرنا آداب کے سخت خلاف ہے۔ مگر وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر ان کی ٹیبل تک آیا تھا۔وہ بات کاشان سے کر رہا تھا مگر نظریں بار بار بھٹک کر اس دشمن جاں کی جا رہی تھیں۔ جس نے ایک دفعہ بھی اس کی طرف دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ کنڑول شہریار قریشی کنڑول اس کی فیملی ساتھ ہے۔۔۔۔وہ دل ہی دل میں خود سے کہتے کاشان کی کسی بات پر نفی میں سر ہلاتے مسکرا رہا تھا۔

آئیں سر ہمیں جوائن کریں۔۔۔کاشان نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتے اسے آفر کی تھی۔

نہیں نہیں۔۔۔آپ لوگ کنٹیو کریں میں چلتا ہوں۔۔۔۔اب کی بار اس نے ں ظر اٹھا کر اسے دیکھا۔وہ اسے ایک ہی لمحے میں پہچان گئی تھی کیونکہ وہ کچھ نہیں بھولتی تھی۔اس نے بھی ایک آخری نظر اس کے چہرے پر ڈالی تھی اور واپس اپنی ٹیبل کی طرف چلا گیا تھا۔

____

اسلام علیکم اماں جی۔۔۔۔۔ریحان صاحب اور شازیہ بیگم سکینہ بیگم کے پاس بیٹھتے بولے تھے۔

وعلیکم السلام۔۔۔۔آج کیسے راستہ بھول گئے۔۔۔۔انہوں نے طنز کیا تھا۔

اماں ایسی بات نہیں ہے آپ کو تو پتا ہے کہ مصروفیات ہی اتنی ہوتی ہیں کہ وقت ہی نہیں ملتا۔وہ خجل ہوتے بولے تھے۔

بس بس سب جانتی ہوں میں۔۔۔۔سکینہ بیگم نے انہیں گھر کا کیا تھا۔ہاتھ کے اشارے سے انہیں روکتے انہوں نے اروبہ کو چائے کے لیے آواز لگائی تھی۔

اماں جی دراصل ہم آپ سے ایک ضروری بات کرنے آئے تھے۔اس بار شازیہ بیگم بولیں تھیں۔بولنے کے دوران وہ کبھی ریحان صاحب تو کبھی سامنے بیٹھی اپنی ساس کو دیکھ رہی تھیں۔

ہاں جی بولو میں سن رہی ہوں۔۔۔۔۔۔وہ عینک صحیح کرتے روب دار لہجے میں بولیں تھیں۔

شازیہ بیگم نے آہستہ سے ریحان صاحب کو کہنی مارتے آنکھوں ہی آنکھوں سے انہیں بولنے کا اشارہ کیا تھا۔

اماں جی بات دراصل یہ کہ۔۔۔۔۔ہم چاہتے ہیں کہ اب بچوں کے فرض سے سبکدوش ہو جائیں۔انہوں نے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجائے اپنا پتا پھینکا تھا۔

ہمممم۔۔۔۔ٹھیک سوچ رہے ہو پھر دیکھا ہے کوئی اچھا رشتہ ؟؟انہوں نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

ارے اماں۔۔۔۔رشتہ دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔رشتے تو گھر میں موجود ہیں۔ان کی بات سنتے ہی شازیہ بیگم جھٹ سے بولیں تھیں۔ان کے لہجے کا جوش سکینہ بیگم کو ساری بات سمجھا گیا تھا۔مگر وہ پھر بھی جاننا چاہتی تھیں۔

کیا مطلب ؟؟انہوں نے بھنویں سکیڑتے انہیں دیکھا۔۔۔

اروبہ کو ہم اپنے احمر کے لیے رکھ لیتے ہیں اور شہریار بھی اپنا ہی بچہ ہے۔ہماری رمشہ کی اور شہریار کی جوڑی بہت جچے گی۔۔۔۔شازیہ بیگم نے خوشی سے اپنا مشورہ ان کے سامنے رکھا تھا۔

وہ یہاں رشتے کے لیے نہیں بلکہ اس جائیداد کے پیچھے آئیں تھیں جو اروبہ اور شہریار کے نام تھی اور یہ بات سکینہ بیگم اچھے سے جانتی تھیں۔

وہ جو چائے کی ٹرے لیے کچن سے نکل کر ان کی طرف آئی تھی۔شازیہ بیگم کے منہ سے اپنے لیے احمر کا سن کر اس کے ہاتھوں سے ٹرے گرتے گرتے بچی تھی۔

ارے بیٹا وہاں کیوں کھڑی ہو ادھر آ کر بیٹھو ہمارے پاس۔۔۔۔کتنی پیاری بچی ہے ہماری۔۔۔۔۔۔وہ بلائیں لیتے اسے اپنے پاس بیٹھا رہی تھیں۔ان کا میٹھا لہجہ اروبہ کو کانٹے کی طرح چبھا تھا۔آنسوؤں کا گولا حلق

میں بری طرح اٹکا تھا۔

زبردستی چہرے پر مسکراہٹ سجائے اس نے ٹرے میز پر رکھی تھی اور پھر ان کے پاس بیٹھ گئی تھی۔

شہریار کے لیے میں نے لڑکی پسند کر لی ہے اور اروبہ کے بارے میں ہم سوچ کر بتائیں گے۔ سکینہ بیگم نے سنجیدگی سے کہتے ان کی امیدوں پر پانی پھیر ا دیا تھا۔

شہریار کے لیے آپ نے لڑکی پسند کر لی اور آپ نے ہمیں پوچھنا تو کیا بتانا بھی مناسب نہیں سمجھا۔۔۔۔۔

شازیہ بیگم کو اپنا سارا معاملہ بگڑتا ہوا نظر آیا تھا۔

ابھی صرف رشتہ کیا ہے جب بارات لے کر جاؤں گی تو تم سب ہو ضرور لے کر جاؤں گی۔ سکینہ بیگم سخت لہجے میں انہیں بہت کچھ باور کروایا تھا۔

اماں جی آپ ایسا کیسے کر سکتی ہیں۔۔۔ یہ زیادتی ہے ہماری بچی کے ساتھ۔۔۔۔اس بار ریحان صاحب نے بھی اپنا حصہ ڈالنا ضروری سمجھا تھا۔

اسلام علیکم !! وہ ابھی مزید کچھ بولنے والے تھے لاوونج میں شہریار کی آواز گونجی تھی.

شازیہ بیگم نے رخ موڑ کر اس کی طرف دیکھا تھا جو وائٹ شرٹ کے ساتھ گرے پینٹ میں ملبوس تھا۔

شرٹ کی سلیوز کہنیوں تک مڑی ہوئی تھیں اور چہرے پر بلا کی سنجیدگی تھی۔ہادی بھی اس کے ساتھ ہی تھا وہ دونوں ابھی لوٹے تھے اور اس طرح سب کو دیکھ کر انہیں کافی حیرانی ہوئی تھی۔

دیکھو نا شہریار بیٹا اماں جی کیسی باتیں کر رہی ہیں۔وہ کیسی تمہارے لیے لڑکی پسند کر سکتی ہیں۔ تم سمجھاؤ انہیں کہ رمشہ کے علاوہ بہتر بیوی اور اس سے بہتر بہو اس گھر ہو نہیں مل سکتی۔ وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھیں تھیں اور چہرے پر مسکینیت سجائے گویا ہوئی تھیں۔

اور دیکھو بیٹا اماں جی احمر اور اروبہ کے بارے میں بھی سوچنے کا کہ رہی ہیں۔ تم جانتے ہو کہ میرا بیٹا کتنا سلجھا ہوا (وہ کتنا سلجھا ہوا تھا شہریار سے بہتر کون جانتا تھا) اور خوبرو ہے۔ وہ اروبہ کو خوش رکھے گا۔

اب کی باران کے لہجے میں اس قدر مٹھاس تھی کہ اچھے بھلے بندے کو بھی شوگر ہو جائے۔

احمر اور اروبہ کی رشتے وا کی بات ہادی کے سر پر بم کی طرح گری تھی۔اس نے شاک نظروں سے سامنے سر جھکاتے بیٹھی اروبہ کو دیکھا تھا اور ایک ہی جھٹکے سے گردن موڑ کر خاموش کھڑے شہریار کو۔۔۔

معاف کیجئے گا تائی جان جو فیصلہ دادو کر چکی وہ ٹھیک ہو گا اور رہی بات اروبہ کی تو میں کبھی بھی اپنی بہن کا ہاتھ آپ کے اس آوارہ بیٹے کے ہاتھ میں نہیں دوں گا۔اس لیے بہتر ہے کہ آپ اپنے بچّوں کے لیے کوئی اور رشتے ڈھونڈ لیں۔

اس کی بات پر جہاں اروبہ لے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا وہیں ہادی کا دل کیا تھا کہ وہ اسے پھولوں کا ہار پہنا دے۔

یہ تم کس لہجے میں بات کر رہے ہو شہریار۔۔۔ ساری تمیز لحاظ بھول گئے ہو کیا تم۔۔۔۔۔ ریحان صاحب کی غصیلے آواز ہال میں گونجی تھی۔

معزرت تایا جان مگر جو بات سچ ہے میں نے وہی کچھ بیان کیا ہے۔ مہربانی فرما کر آپ لوگ جا سکتے ہیں۔ کہتے ہی وہ لمبے لمبے ڈانگ بھرتے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔

جبکہ شازیہ بیگم اور ریحان صاحب غصے سے تن فن کرتے اپنی پورشن کی طرف گئے تھے۔

____

مومل مجھے ایک ضروری بات بتانی تھی تجھ سے۔۔۔۔۔ لیکن تو وعدہ کر کے غصہ نہیں کرے گی۔وہ دونوں اس وقت یونیورسٹی کی کینٹین میں بیٹھے تھیں۔پاس لگی کھڑکی کی روشنی راہ راست اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی ہاتھ میں چائے کا کپ تھا جس کی وقفے وقفے سے وہ سپ لے رہی تھی۔

بول۔۔۔ایسی بھی کیا بات ہے۔۔۔۔۔ نظریں فون پر جمائے اس نے چائے کی سپ لی تھی۔

میرا رشتہ آیا تھا۔۔۔۔۔امی ابو کو لڑکا اچھا لگا تو انہوں نے ہاں کر دی۔۔۔۔۔۔ دونوں ہاتھ سامنے میز پر

رکھے اس نے بہت تحمل سے ہر لفظ ادا کیا تھا۔

اس نے ایک ہی جھٹکے سے سر اُٹھایا تھا اور بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔۔۔۔۔۔۔وہ یقین کرنے کی کوشش کر رہی کہ آیا یہ بات واقع سچ ہے۔کیونکہ سامنے بیٹھی لڑکی اس کے بھائی کی محبت تھی اور وہ کسی اور کا ہونے جارہی تھی۔

کیا ہوا مومی تجھے خوشی نہیں ہوئی۔۔۔۔۔۔وہ اس کے دنگ چہرے کو دیکھتے بولی تھی۔

نہیں ایسی بات نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔تم خوش ہو اس رشتے سے؟؟؟۔۔۔زبردستی چہرے پر مسکراہٹ سجاتے وہ اس سے گویا ہوئی تھی۔

ہاں امی ابو اس رشتے سے خوش ہیں تو میں بھی خوش ہوں۔وہ ہلکا سا مسکرائی تھی۔

تمہاری اپنی کوئی پسند نہیں ہے کیا۔۔۔۔۔۔میرا مطلب ہے کہ اگر تمہیں کوئی پسند ہو تو۔۔۔۔میں انکل آنٹی سے تمہارے لیے بات کر سکتی ہوں۔وہ اس کے دل کی بات جاننا چاہتی تھی۔

نہیں مومل مجھے کوئی پسند نہیں ہے۔۔۔۔۔اور ویسے بھی مجھے لگتا ہے ماں باپ جو فیصلے کرتے ہیں وہ صحیح ہوتے ہیں۔

لیکن تمہیں نہیں لگتا کہ یہ سب بہت جلدی ہے۔۔۔۔۔

نہیں مجھے نہیں لگتا۔۔۔۔۔اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

اب کی بار وہ خاموش ہو گئی تھی۔۔۔اسے ان سب کی امید نہیں تھی کہ ایسا کچھ بھی ہو سکتا ہے لیکن وہ مومل تھی اپنے بھائی کی محبت کو اتنی آسانی سے وہ جانے نہیں دے سکتی تھی۔اس نے مسکرا کے فاریہ کو دیکھا تھا۔

____

کیا ہو رہا ہے بھابھی جان اس نے جان کو تھوڑا لمبا کھینچا تھا۔جو آتے ہی چھلانگ لگاتے شیلف پہ بیٹھ گئی تھی۔

کباب بنا رہی ہوں۔۔۔۔۔کھاؤ گی؟؟سوہا نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

جی جی۔۔۔۔ نیکی اور پوچھ پوچھ۔۔۔۔ پاس پڑی ٹوکری سے سیب اٹھاتے اسے ہوا میں اچھالا تھا اور پھر اس کی بائیٹ لیتے وہ سوہا سے گویا ہوئی تھی۔

تم بھی کس سے پوچھ رہی ہو سوہا۔۔۔۔اس کھانے کی مشین کو جب چاہو جو چاہو اور جتنا چاہو دے سکتی ہو ۔کھانے کے معاملے میں تو یہ زہر بھی کھانے کو تیار ہو جائے گی۔اچانک ولید کیچن میں داخل ہوا تھا اور اپنی ہنسی مسکراہٹ کنٹرول کرتے وہ چہرے پر سنجیدگی سجائے سوہا سے گویا ہوا تھا۔

ہائے صدقے۔۔۔۔!!!!کتنی اچھی بات کی ہے نا آپ نے لیکن اب آپ بالکل نہیں چاہیں گے کہ میں آپ کی بیوی کی موجودگی میں کچھ بولوں۔۔۔۔۔ہناں؟اس نے ونک کرتے چہرے پر مشکوک مسکراہٹ کے ساتھ ولید کو دیکھا تھا۔

ہاہاہاہاہا۔۔۔۔ولید کا قہقہ گونجا تھا۔ادھر آؤ میں تمہیں بتاؤں۔۔۔بیوی کی سگی۔۔۔۔اس کے سر پر بہت چپت لگاتے وہ ہنستے ہوئے بولا تھا۔

سوہا نے مسکراتے ہوئے ان دونوں بہن بھائی کو دیکھا تھا۔کون کہتا تھا کہ صرف سگے بہن بھائی ہی اچھے ہوتے ہیں۔جبکہ رشتے دل سے اور اخلاق سے بنائے جاتے ہیں۔محبت سے بنائے جاتے ہیں۔ضرورت صرف اتنی سی ہے کہ ہم اپنے رشتوں کو محبت اور اہمیت دینا سیکھیں۔

نا دولت ہمیشہ رہتی ہت اور نا ہی انسان۔۔۔۔اگر کچھ رہتا ہے تو اس کا اخلاق،اس کی دوسرے لوگوں کو دی ہوئی محبت۔

____

وقت کا کام تھا گزرنا اور وہ گزر ہی جاتا ہے۔مومل کے پانچویں سمیسٹر کے پیپرز چل رہے تھے۔اس نے پڑھائی میں دن رات ایک کر دیا تھا۔

آج اس کا آخری پیپر تھا اور اس نے آسیہ بیگم جو صاف کہ دیا تھا کہ آج اسے کوئی نہیں اٹھائے گا۔یونیورسٹی

سے آنے کے بعد وہ روم کو لاک کر بیڈ پر تھپ سے گری تھی اور تھکان کی وجہ سے وہ عصر کے وقت سو کر اٹھی تھی۔

وضو کرتے۔۔۔اس نے مصلہ بچھا کر نماز ادا کی تھی۔ سرخ رنگ کی ڈھیلی سی قمیض شلوار پہنے دوپٹے کو حجاب کی صورت میں لپیٹے وہ سیڑھیاں اترتے نیچے آئی تھی جہاں کسی کو نا پا کر وہ باہر لان میں چلی گئی تھی۔

آسیہ بیگم اور حلیمہ بیگم چائے پی رہی تھیں جبکہ جبار صاحب اخبار پڑھنے میں مصروف تھے۔

اسلام علیکم خواتین و حضرت!! تھوڑی بلند آواز میں کہتے وہ ان کے قریب رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ چہرے سے کافی فریش لگی تھی۔

وعلیکم السلام! ہو گئی نیند پوری ہماری بیٹی کی؟ اخبار کو فولڈ کر کے ٹیبل پر رکھتے وہ مسکراتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

جی بابا۔۔۔ لیکن آپ بتائیں آپ کہاں مصروف ہوتے ہیں اجکل گھر ہی نہیں ہوتے آپ؟ سامنے رکھا چائے کا مگ اٹھا کر ہونٹوں سے لگایا تھا پھر ٹانگیں فولڈ کر کے کرسی پر رکھتے وہ ریلیکس انداز میں بیٹھ گئی تھی۔

بس بیٹا کچھ ضروری کام تھے بس وہیں مصروف تھا۔ آپ سناؤ پیپرز کیسے ہوئے؟

بابا۔۔۔ایسے مشکل سوال نا کیا کریں آپ کو تو پتا ہے نا نالائق سی بیٹی ہے آپ کی۔۔۔۔۔ پاس ہو جاؤں وہ ہی غنیمت سمجھوں گی۔۔۔ وہ چہرے پر مظلومیت سجائے بولی تھی۔

ہاہاہاہاہا جی جی ہم اچھے سے جانتے ہیں اس نالائق کو جس نے ہمیشہ اپنا نام ٹاپرز کی لیسٹ میں رکھا ہے ۔۔۔۔ جبار صاحب قہقہ لگاتے ہوئے بولے تھے۔

____

رات کے کسی پہر کھٹ پٹ کی آواز سے اس کی آنکھ کھلی تھی۔ اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے کوئی بالکونی کے دروازے سے اس کے کمرے میں داخل ہوا ہے۔

وہ تیزی سے اپنے بیڈ سے اٹھی تھی۔نائٹ بلب کی روشنی میں اسے کسی کا عکس نظر آیا تھا۔

اس نے جیسے حملہ کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تھا تو سامنے والے نے اس کی کوشش کو ناکام بناتے ہوئے اس کا ہاتھ مروڑ کر ایک ہی جھٹکے سے اس کی پشت سے لگایا تھا۔

استادوں سے استادی۔۔۔۔ مومل بی بی۔مقابل نے اپنا چہرا اس کے کان کے قریب کرتے آہستہ سے بولا تھا۔اس کی گرفت تھوڑی ڈھیلی ہوئی تھی۔

اسے ایک سیکنڈ لگا تھا یہ آواز پہنچاننے میں۔اس نے دوسرے ہاتھ کی کہنے کو زور سے اس کے پیٹ میں مارا تھا ۔جس سے وہ پیٹ پر ہاتھ کراہتے ہوئے پیچھے ہوا تھا۔

مقابل کو دی ہوئی ذرا سی ڈھیل۔۔۔۔آپ کی موت کا سبب بن سکتی ہے استاد صاحب۔اس نے کہتے ہی لائٹ آن کی تھی۔

کمرے ایک سکینڈ میں روشن ہو گیا تھا۔مومل نے پلٹ کر اسے دیکھا تھا جواب دونوں ہاتھ کمر پر رکھے مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

شایان کا چہرا دیکھتے ہی اسے فاریہ کے رشتے والی بات یاد آئی تھی۔ایک دم سے اس کے چہرے کا رنگ اڑا تھا ۔جسے شایان نے باخوبی نوٹ کیا تھا۔

کیا ہوا خوشی نہیں ہوئی میرے آنے کی۔۔۔۔ٹانگ پر ٹانگ رکھتے وہ صوفے پر بیٹھتے گویا ہوا تھا۔

نہیں۔۔۔۔ بلکل بھی نہیں۔۔۔۔یقین کرو میں تو تمہارے مرنے کی خبر کا انتظار کر رہی تھی۔کہ چلو اسی بہانے تمہارے قل کے چاول ہی کھانے کو نصیب ہو جائیں گے۔بیڈ پر التی پلتی مار کر بیٹھتے وہ قدرے افسوس سے بولی تھی۔شاید جیسے واقع اسے اس کے آنے کی خوشی نہیں ہو۔

ہاہاہاہاہا۔۔۔۔اس کی بات پر شایان کا قہقہ کمرے میں گونجا تھا۔میں مر گیا تو سب سے زیادہ تم روؤ گی مومل بی بی۔۔۔۔وہ ابھی بھی ہنس رہا تھا۔وہ اسے حقیقت بتا رہا تھا۔

ہائے!!!!! میں دھاڑیں مار مار کے رونے کو تیار ہوں پر بات پھر وہی ہے کہ تم موقع تو دو۔

شرم تو نہیں آئی ہو گی تمہیں ایسا بولتے ہوئے۔۔۔۔اسے اس کی بات پر شدید صدمہ لگا تھا۔

آن ہنہ۔۔۔ بلکل بھی نہیں۔۔۔۔ یہ وہ واحد چیز ہے جس سے میرا دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے ۔۔۔اس نے نفی میں سر ہلاتے اسے مزید تپایا تھا۔

اچھا اب چلو نکلو میرے کمرے سے۔۔۔ایک تو میری نیند خراب کر دی تم نے اور اب تم یہاں جڑ کر بیٹھ گئے ہو چلو۔۔۔اس نے شایان کو بازو سے پکڑتے کمرے سے باہر دھکیلا تھا۔

کچھ تو خوف خدا کرو لڑکی۔۔۔ بھائی اتنے دنوں بعد آیا ہے بندہ کوئی کھانا، کوئی پانی، کوئی چائے ہی پوچھ لیتا ہے۔اس دہائی دی تھی۔

نیچے جاؤ، لیفٹ سائیڈ پر ہمارے گھر کا کیچن پایا جاتا ہے۔ ٹھیک ہے؟ وہاں ایک فریج ہو گی اس کے اندر نا کھانا پڑا ہے، اٹھاؤ، گرم کرو اور ٹھوسو میرا دماغ خراب نہیں کرو۔اس نے اب مکمل اسے کمرے سے باہر نکال دیا تھا۔

وہ منہ بسورتے اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔

کچھ دیر میں اس کا کمرا ناک ہوا تھا۔ وہ فریش ہو کر ابھی واشروم سے نکلا تھا۔ ٹاول کو صوفے پر رکھتے اس نے سائیڈ ٹیبل سے اپنا فون اٹھایا تھا وہ جانتا تھا کہ آنے والی ہستی کون ہے۔

یہ پکڑو کھانا۔۔ کھاؤ اور فجر سے پہلے تم مجھے اس گھر کی سرزمین پر نظر نا آنا۔ کھانے کو ٹیبل پر رکھتے وہ حکم دینے والے انداز میں گویا ہوئی تھی۔

وہ جانتا تھا کہ وہ اس سے بہت محبت کرتی ہے اگر اس نے کھانے کا کہا ہے تو اسے کو خود بھی بنانا پڑتا تو وہ اس کے لیے لے کر اتی اسے کبھی کبھی لگتا تھا کہ نے بہنیں وہ پریاں جن کی کہانیاں بچپن میں سنائی جاتی تھی جن کے دل موم کی طرح نرم ہوتے تھے ہر کسی سے محبت کرنے والی اور ہر کسی کی مدد کرنے والی ہر کسی کا

احساس کرنے والے اور کسی کا تو پتہ نہیں مگر ہاں اسے بہن ضرور پری لگتی تھی مگر جلاد پری۔

ارے شایان بیٹا اپ کب آئے جبار صاحب نے ناشتے کی ٹیبل پر بیٹھتے شایان سے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔

اسلام علیکم !.

اگر آپ بھی لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اسے دوسروں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو ہم فراہم کر رہے ہیں آپ کو ایک ایسا پلیٹ فارم جو آپ کے لکھی ہوئی پوسٹ کو دنیا تک پہنچائے گا۔

اپنا ناول، ناولٹ، آرٹیکل، افسانہ، شاعری یا کچھ بھی لکھا ہو پبلش کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ہم سے رابطہ کریں۔

mklibrary13@gmail.com

اس کے علاوہ آپ ہمارے انسٹا گرام اور واٹس ایپ پر بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

Instagram: @mklibrary.official

What's up: +92-3144810202

____

بس بابارات کو کافی لیٹ آیا تھا تو میں نے کسی کو جگانا مناسب نہیں سمجھا۔

اوملیٹ کی بائٹ منہ میں ڈالتے وہ گویا ہوا۔اس کی اس بات پر مومل نے گردن گھما کر اسے دیکھا مگر وہ یوں انجان بنا کھانے کی پلیٹ پر جھکا تھا جیسے اس سے زیادہ ضروری کام اور کوئی نہیں ہے۔

مت بھولو کہ میں یہاں موجود ہوں اس نے سر گوشی کرتے اسے وارن کرتی نظروں سے دیکھا تھا۔

ہاں پر مجھے پورا یقین ہے کہ تم اپنا منہ بند رکھو گے اور کسی کو کچھ نہیں بتاؤ گی۔

اس نے دل جلانے والی مسکراہٹ اس کو پاس کی تھی۔ بندہ کتا پال لے لیکن خوش فہمی نہ پالے۔ اس نے طنز کرتے اس کی طرف دیکھا تھا۔ یہ تم لوگوں نے کیا کھسر پسر لگا رکھی ہے چپ کر کے کھانا کھاؤ آسیہ بیگم کے کرخت آواز پر دونوں سیدھے ہوئے تھے۔

____

مومی میری شادی کی ڈیٹ فکس ہو گئی ہے اور اب تمہیں ہر چیز میں میری مدد کرنی ہو گی۔ وہ روانی میں بولتے جا رہی ہے جب اسے احساس ہوا تھا کہ وہ تو اسے سن ہی نہیں رہی۔

تم سے بات کر رہی ہوں مومل کہاں گم ہو فاریہ نے اسے کندھے سے پکڑ کر ہلاتے ہوئے کہا تھا وہ اس وقت یونیورسٹی کے کوریڈور سے گزر رہے تھے ہر طرف سٹوڈنٹس کا ہجوم تھا۔

کہیں نہیں تم اپنی بات مکمل کرو اب وہ اسے کیا بتاتی کہ وہ تو اسے اپنے بھائی کی بارات ان کے گھر لے کر آنا چاہتی تھی۔ مگر یہاں تو سب الٹا ہو گیا تھا۔

نہیں مجھے لگ رہا ہے تم ٹھیک نہیں ہو۔ اس نے کھوجتی نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

جہاں اس کا چہرہ ہر قسم کے احساس سے عاری تھا۔ کیا تمہیں میری شادی کی خوشی نہیں ہے مومی؟ میں ٹھیک ہوں فاریہ مجھے کیا ہونے ہے اور کیوں نہیں ہو گی مجھے تمہاری شادی کی خوشی ہے آخر کو کلوتی دوست ہو تم میری۔

اس نے زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پر سجائی تھی۔ مغرب کی نماز پڑھ کر وہ نیچے آئی تھی۔ جہاں حلیمہ بیگم تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ اس نے کچھ کھانے کے لیے فرج کھولی تھی جب سامنے مٹھائی کا ڈبہ دیکھ کر وہ بولی

ارے اماں یہ مٹھائی کا ڈبہ کہاں سے آیا؟ گلاب جامن کو منہ میں ڈالتے ان کی طرف مڑی تھی۔

فاریہ کی ڈیٹ فکس ہو گئی ہے تو اس کا بھائی دے کر گیا ہے۔ آسیہ بیگم مصروف انداز میں بولی۔ اوہاں بتایا تھا اس نے مجھے اس نے یاد کرتے کہا تھا اچھا جاؤ بھائی کو دیکھو نہ جانے کون سا ایسا کام ہے کہ دوپہر سے کمرے سے ہی نہیں نکلا یہ لڑکا۔۔۔

وہ چولہے پر رکھی ہانڈی میں چمچ ہلاتے بولی۔۔

پہلے مٹھائی اور اب شیان کا کمرے میں بند ہونا ایک سیکنڈ لگا تھا اسے ساری بات سمجھنے میں۔ کلک کی اواز سے اس نے دروازہ کھولا۔۔۔ پورا کمرہ اندھیرے میں ڈوبا تھا.

اس نے لائٹ ان کی تھی وہ سامنے ہی بیڈ کے ساتھ نیچے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

آنکھیں ہر درجہ سرخ تھے اور سر کے بال ماتھے پر بکھرے تھے۔ تم نے کیوں کیا ایسا میرے ساتھ اس کی اواز مومل کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔

اس کی سرد آہ بھری تھی۔

میں تمہیں بتانا چاہتی تھی مگر۔۔۔۔ وہ بولتے بولتے رکی۔۔۔

مگر کیا کب ہاں جب وہ ڈولی میں بیٹھ کے کسی اور کی ہو جاتی تب۔۔۔۔ ہاں؟؟؟؟ اس کی اواز کمرے میں گونجی تھی۔

وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے اس کی طرف بڑھی اور اس کے ساتھ نیچے جا کے بیٹھ گئی تھی اس کی شادی کی ڈیٹ فکس ہوئی ہے۔ شادی نہیں ہوئی مومل نے آہستہ اواز میں کہا۔۔۔۔

وہ میرا عشق ہے اس کی آواز کھائی سے آتی ہوئی معلوم ہوئی تھی۔

جانتی ہوں میں۔۔۔۔

محبت کرنے والوں کے ساتھ ایسا کیوں ہوتا ہے انہیں امتحان کیوں سہنے پڑھتے ہیں۔ ایک آنسو ٹوٹ کر اس

کی انکھ سے گرا۔۔۔

مومل نے چہرہ اس کی جانب موڑا تھا اس نے اج سے پہلے کبھی شایان کو ایسے نہیں دیکھا تھا۔

ایک دم سے اس کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

تاکہ ہر کم ظرف انسان محبت کا دعوی نہ کر سکے اسی لیے۔۔۔۔ مومل نے حد درجہ سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھا تھا. میں مر جاؤں گا مومل !!!

اس کی آواز میں نمی تھی۔ بکواس بند کرو اپنی ابھی میں زندہ ہوں۔ یہ سب ماتم اس دن کرنا جس دن میں مر جاؤں وہ بھی میرے مرنے پر نہیں بلکہ اس بات پر کہ اب تمہاری مدد کے لیے کوئی نہیں ہے یہاں۔ اسے غصہ آیا تھا اس کی بات پر۔۔

تم کیسے کرو گی یہ سب۔۔۔۔ اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا تھا۔ اب تو اس کی شادی کی ڈیٹ پہ فکس ہو گئی ہے۔

مجھے اللہ پر بھروسہ ہے اور خود پر بھی۔۔۔ تم بس دیکھتے جاؤ میں کیا کرتی ہوں۔

وعدہ کرو گے تو اس کی شادی نہیں ہونے دو گی مومل اپنی بات سے نہیں پھرتی یہ تم جانتے ہو اگر تم پھر بھی وعدہ لینا چاہتے ہو تو پکا وعدہ۔ اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اسے کیا کرنا ہے۔

چلو اٹھو اب اپنی شکل درست کرو پہلے ہی پوری سوری ہے مزید خراب کر کے رکھی ہے اس نے کھڑے ہوتے اسے بھی اٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

تم چلو میں فریش ہو کر آتا ہوں کہتے ہی وہ واش روم کی طرف چلا گیا تھا۔

مجھے لگ رہا تھا تم لوگوں نے تیسری جنگ عظیم شروع کر دی ہو گی جس کی زد میں آ کر تم دونوں مارے گئے ہو گے میں تو اوپر آ رہی تھی۔

یہ دیکھنے کے لیے کہ کچھ بچا یا ہے کہ نہیں وہ جو سیڑھیاں اترتے ہوئے اپنے ہی خیالوں میں نیچے آ رہی تھی۔

آسیہ بیگم کی طنزیہ آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔

ان کی بات پر ایک سائڈ سمائل نے اس کے چہرے پر آئی اور اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

آسیہ بیگم اب ایسا بھی کچھ نہیں ہونے والا اگر کبھی ہم اگر ایک دوسرے کو مارنے پر آئے تو کم از کم زندہ نہیں چھوڑیں گے۔اس نے ونک کیا تھا۔۔۔ڈائنگ ٹیبل کے قریب آتے اب وہ اپنی کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھی تھی۔

ہاں بس ایسی ہی چیزیں کروالو تم لوگوں سے۔کہاں ہے جسے تم نے جسے بلانا ہے بھیجا تھا؟؟

آسیہ بیگم نے سالن کا باول ٹیبل پر رکھا۔

____

تمہاری پڑھائی الموسٹ ختم ہو گئی ہے اس لیے بہتر ہے کہ جلد از جلد آفس جوائن کرو ڈائننگ ٹیبل پر سارے افراد جانتے تھے کہ یہ ہدایت نامہ کس کے لیے جاری کیا گیا ہے۔

شہریاد کی بات پر عروبہ نے منہ نیچے کر کر اپنی ہنسی دبائی تھی اور شاہ میر نے مظلومیت چہرے پر سجائے سکینہ بیگم کی طرف دیکھا۔۔

سکینہ بیگم نے کندھے اچکائے تھے جیسے کہنا چاہ رہی ہوں کہ میں کچھ نہیں کر سکتی۔۔

عمر تو میری شادی کی بھی ہو گئی ہے پر مجال ہے جو آج تک کسی نے نام بھی لیا ہو۔منہ بسور کر کہا۔۔۔

مگر ساتھ بیٹھی اروبا اس کا یہ جملہ اچھا سے سن چکی تھی اور اپنا پاؤں زور سے اس کے پاؤں پر مارا تھا۔

اروبہ گھورنے کر اس کی جانب دیکھا تھا جس پر شاہ میر نے دانت نکالتے دل جلانے والی مسکراہٹ اس کی طرف اچھالی تھی.

بے روزگار اور کنگلے انسان کو کوئی اپنی بیٹی بھی نہیں دیتا ہے اس لیے بہتر ہے کہ کسی کام پر لگو.

نیپ کین سے منہ صاف کرتے وہ اپنی کرسی سے اٹھا تھا کرسی کی پشت پر رکھا ہوا کوٹ اٹھاتے اس نے سکینہ

بیگم کے ماتھے پر بوسہ دیا تھا اور پھر باہر کی طرف چلا گیا تھا.

____

اج فاریہ کی بارات تھی اور وہ صبح سے غائب وہ وہ کہہ کر گئی تھی کہ میرا انتظار مت کیجئے گا اپ لوگ چلے جایئے گا۔

میں خود اجاؤں گی۔ادھر شایان اپنے سامنے پڑے اس تھری پہ سوٹ کو دیکھ رہا تھا جو وہ اس کے لیے نکال کر گئی تھی۔ مطلب حد ہے محبوب کی شادی میں کون اتنا تیار ہو کر جاتا ہے۔

اس نے جھنجھلا کر سوچا تھا ماشاءاللہ میرا بیٹا کتنا پیارا الگ رہا ہے۔اللہ نظر بد سے بچائے آسیہ بیگم کو تو اس کی بھلائیاں لیتے ہی نہیں تھک رہی تھیں۔ چلیں امی ابو دیر ہو رہی ہے وہ کہتے ہی باہر گاڑی میں بیٹھ گیا تھا۔

اس کے دل کی حالت صرف وہ ہی سمجھ سکتا تھا۔اس نے صبح سے دس کالز کے لیے مگر مجال ہے جو مومل نے ایک بھی اٹھائی ہو. سیاہ کپڑوں میں ملبوس منہ کو ماسک سے مکمل کور کیے ایک شخص کھنڈر میں داخل ہوا تھا.

میم اپ کا کام ہو گیا ہم نے اسے لے آئے ہیں۔ گڈ اس نے سامنے رکھی کرسی پر باندھتے ہوئے بے ہوش وجود کو دیکھا تھا۔اس نے پاس بڑا پانی کا جگ اٹھا کر اس کے منہ پر ڈالا تھا۔اور وہ شخص اہستہ اہستہ ہوش میں آیا تھا.

کون ہو تم لوگ اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ دیکھو پلیز مجھے جانے دو. آج میری شادی ہے.

وہ شخص منتیں کرتے سامنے کھڑی مخلوق کو دیکھتے بولا تھا۔شادی تو تمہاری تب ہو گی جب تم یہاں سے آزاد ہو گئے۔سامنے رکھی کرسی پر وہ ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھی تھی۔

کیا مطلب۔۔۔؟

مطلب صرف اتنا ہے کہ تم ابھی اسی وقت اپنے گھر والوں کو کال کرو گے اور کہو گے کہ تم یہ شادی نہیں کرنا چاہتے۔اگر منظور ہے تو بولو نہیں میں ایسا نہیں کروں گا۔اس نے انکار کیا تھا.

کریں گے تو تمہارے اچھے بھی۔۔۔ میری نرمی کا ناجائز فائدہ مت اٹھاؤ۔ ورنہ ایسا نہ ہو کہ تمہاری ڈیڈ باڈی تمہارے گھر والوں کے پاس پہنچ جائے۔

ایک ہی جھٹکے میں اس کا منہ تو دبوچتے اس نے دھمکی دی تھی۔ تم ایسا کیوں کر رہی ہو۔۔۔ پلیز مجھے جانے دو میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟

تم نے ہی تو سب بگاڑا ہے۔۔۔ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی تھی۔ جتنا کہا ہے اتنا کرو ورنہ اس نے پستول اس کے کنپٹی پر رکھی تھی۔ اچھا اچھا کرتا ہوں کرتا ہوں اس نے لرزتے ہاتھوں سے فون پکڑا تھا اور اپنے گھر والوں سے کہا تھا کہ میں شادی نہیں کر سکتا اس نے جھٹ سے اس کے ہاتھ سے فون لیا تھا۔

یہ ہوئی نا بات اب بس تمہیں کچھ دیر یہاں رکنا ہے۔ اس کے بعد تمہیں میں چھوڑ دوں گی۔ جب میں کال کروں تو اس کو رہا کر دینا۔ ویسے بھی تم لوگوں کے اکاؤنٹ میں پیسے ٹرانسفر ہو جائیں گے۔

۔

وہ کہتے ہی وہاں سے چلی گئی تھی.

____

انہیں یہاں ڈیڑھ گھنٹہ ہو گیا تھا۔ مگر وہ اب تک نہیں آئی تھی۔ آسیہ بیگم کو فکر ہونے لگی تھی۔

جب ان کی نظر سامنے آتے اس پہ پڑی تھی جو بلیو کلر کے لہنگے پہ گولڈن کلر کا کام ہلکا سا میک اپ چہرے پر مسکراہٹ سجائے وہ دلہن کے ساتھ چلتے آ رہی تھی۔ آسیہ بیگم نے بے سختہ ماشاءاللہ کہا تھا فاریہ کو اسٹیج پہ بٹھانے کے بعد وہ ان کے پاس آ بیٹھی تھی جہاں آسیہ بیگم جبار صاحب اور کاشان بیٹھے تھے۔

کاشان کا تو مومل کو دیکھتے ہی پارہ چڑھا تھا. کہاں تھی تم صبح سے چھتیس مرتبہ کال کر چکا ہوں۔ پر مجال ہے کہ تم نے ایک بھی اٹھائی ہو اور یہ بتاؤ کہ تم تھی کہاں؟

وہ تو مانو پھٹے پڑا تھا ایک ضروری کام تھا اور ہاں زادہ اوور ایکٹ انہیں کرو۔ اس نے پرواہی سے اپنا دوپٹہ سیٹ

کیا تھا۔

یہاں سب کچھ خراب ہو چکا ہے اور تم کہہ رہی ہو کہ میں اوور ریکٹ کر رہا ہوں۔ جا رہا ہوں میں تم ہی کھا کر آنا اپنی دوست کی شادی کی بریانی۔۔۔ کہتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔۔ ٹک کے بیٹھ جاؤ شانی ایسا نہ ہو مجھ سے تھپڑ کھالو۔ بڑے آئے تم امجنوں۔۔۔

اس نے ہاتھ پکڑ کر اس کو دوبارہ کوشش سے بٹھاتے غصے سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ مومی تمہارا دماغ ٹھیک ہے تم مجھے کیوں روک رہی ہو؟

کیا تم چاہتی ہو کہ میں اپنی بربادی کا سیشن لائیو اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔۔۔

شایان کو اس کی دماغی حالت پر شک ہوا تھا شانی اب اگر تم نے اپنا منہ بند نہیں کیا تو میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔ چپ کر کے بیٹھ جاؤ اور آواز نہ ائے مجھے تمہاری۔

کہیں نہیں ہوتے تم برباد۔۔۔ کیا شان بے نیازی تھی۔ واہ شایان نے شوق نظروں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔ جو بہت پر سکون انداز میں بیٹھی تھی۔ اسے واقعی آج یقین ہو گیا تھا کہ وہ جو کہتی تھی کہ اکلوتا پیس اس دنیا میں تو آج اسے یقین ہو گیا تھا۔ کہ اللہ نے اس جیسی ایک ہی مخلوق کس دھرتی پر بھیجی تھی۔

ابھی وہ یہ سب سوچ رہا تھا جب وہ اس کے پاس سے جانے کے لیے اٹھی تھی۔ اب تم کہاں جا رہی ہو؟ آ رہی ہوں صبر کرو۔

وہ اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ جہاں وہ چلتے ہوئے فاریہ کی امی کے پاس جا کھڑی ہوئی تھی۔ خیریت کیا وہ آنٹی؟ آپ پریشان لگ رہی ہیں کچھ ہوا ہے؟ اس نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے آہستہ سے پوچھا تھا۔

کیا بتاؤں بیٹا مجھے تو لگتا ہے میری بیٹی کی خوشیاں کو کسی کی نظر لگ گئی ہے۔ یا اللہ کیا ہو گا کون کرے گا میری

بیٹی سے شادی جس کے بارات نہ آئی ہو۔انہوں نے روتے ہوئے ساری بات بتائی تھی۔

آنٹی اپ فکر نہیں کریں سب ٹھیک ہو جائے گا۔اس نے اپنی طرف سے ان کو تسلی دینا چاہی تھی۔اتنے میں جبار صاحب چلتے ہوئے فاریہ کے ابو کے ساتھ وہاں آئے تھے۔

اماں ابا ایک منٹ میری بات سنیں۔وہ انہیں نے لے کر سائڈ پر آگئی تھی۔اب جو جو بعد میں آپ لوگوں سے کرنے والی ہوں۔مجھے امید ہے کہ آپ لوگ بہت تحمل سے سنیں گے اور ٹھنڈے دماغ سے سوچیں گے۔بولو! بیٹا کیا بات ہے؟

بابا کیوں نہ فاری اور شانی کا نکاح کروادیں۔اس نے بات مکمل کرنے کے بعد ان دونوں کے چہرے کے تاثرات دیکھے تھے۔

اپ کی بات اپنی جگہ ٹھیک ہے بیٹا پر۔۔۔ایسے فیصلے اتنی جلد بازیوں میں نہیں کیا جاتے۔اور شایان۔۔۔ وہ لمحے بھر کرر کے تھے۔وہ مانے گا؟

اس کی رضامندی بھی تو ضروری ہے۔اس کو منانا میرا کام ہے۔اپ جا کر فاریہ کے ابو سے بات کریں۔ہاں ۔۔۔جبار صاحب میں بھی یہی چاہتی تھی۔کہ فاریہ ہمارے گھر کی بہو بنے تو آپ کیوں دیر کر رہے ہیں؟

اچھا ٹھیک ہے لیکن شایان کے ساتھ کوئی زبردستی مت کرنا۔آپ اس کی فکر چھوڑیں آپ ان سے جا کر بات کریں۔

دونوں کو روانہ کرتے واپس شایان کے پاس آکر بیٹھ گئی تھی۔وہ کسی سے فون سے بات کر رہا تھا بات کرنے کے بعد اس نے مومل کی طرف دیکھا تھا۔

کیونکہ اس کے مسکراتا چہرہ چمکتی آنکھیں اس بات کی گواہی تھی کہ وہ کچھ کر کے آئی ہے۔

دولہا بننے کے لیے تیار ہو جاؤ میرے بھائی آج تمہارا نکاح ہے مومل نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے پر جوش انداز میں کہا تھا۔

بہت تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا ہے صدمے میں تو نہیں ہوں تم اس نے شاک نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

الحمدللہ سے میرا دماغ بالکل ٹھیک ہے اور جو میں کہہ رہی ہوں وہ بھی سچ ہے۔اس لیے اپنا حلیہ تھوڑا بہتر کرو۔فاریہ کے اماں ابا کم سے کم ایسے انسان کو تو اپنا داماد نہیں بنائیں گے۔داماد، نکاح۔۔۔یہ سب تم کیا بول رہی ہو۔

فاریہ کی تو شادی ہو رہی تھی ناوہ ہواقع میں پریشان ہوا تھا۔زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے بس اپنے بال سیٹ کرو اور میرے ساتھ چلو۔

اس کا ہاتھ پکڑ تا وہ اسے جبار صاحب کے پاس لے آئی تھی۔بیٹا میں جانتا ہوں مومل تمہیں سب بتا چکی ہے۔پر میں تمہاری رائے جاننا چاہتا ہوں۔اگر تم دل سے خوش ہو تو ٹھیک ورنہ۔۔۔وہ خاموش ہو گئے تھے اور اس کے جواب کے منتظر تھے۔ارے۔۔۔نہیں۔۔۔نہیں بابا آپ نے جو فیصلہ کیا وہ اچھا ہی ہو گا۔میں خوش ہوں۔نکاح بہت پر سکون ماحول میں ہوا تھا اور فاریہ شیان کی دلہن بن کر ان کے گھر آگئی تھی۔

مومل اسے شیان کے روم میں بٹھانے گئی تھی وہ جانے کے لیے مڑی تھی۔تم نے اپنے بھائی کا نکاح مجھ سے کروا کے احسان کیا ہے نہ مجھ پر۔۔شیان کو بھی زبردستی تم نے ان سب کے لیے منایا ہو گا۔زبردست مجھے اس کی زندگی میں تم نے مجھے شامل کر دیا۔

مومل نے ایک ہی جھٹکے سے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا تھا جس کا چہرہ آنسوؤں سے بھرا تھا۔

اس نے گہرا سانس لیا تھا اور آہستہ سے چلتے اور اس کے قریب آکے بیٹھ گئی تھی۔اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے اس نے بولنا شروع کیا تھا

دیکھو فاریہ میں نے تم پہ کوئی ایسا نہیں کیا یہ سب قسمت میں لکھا تھا اور اسے ایسے ہی ہونا تھا۔اس لیے اپنے دماغ پر زیادہ زور نہ دو وقت لگے گا تمہیں سب کچھ قبول کرنے میں لیکن سب ٹھیک ہو جائے گا۔

اس نے اپنے ہونے کی اسے تسلی دی تھی پر۔۔شایان؟فاریہ نم آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا تھا. تمہیں یاد ہے فاریہ تم نے ایک دفعہ کہا تھا کہ اصل زندگی میں شہزادے نہیں ہوتے۔تمہارے لیے اتنا جاننا کافی ہے کہ تم میرے بھائی کی کہانی کی شہزادی ہو۔اس نے کچھ بولنے کی یہ منہ کھولا تھامومل نے اسے ٹوکتے ہوئے بولا بس بہت ہوگئی اور نو مور ار گنیومنٹ۔۔کہتے ہی وہ ہلکا سا اس کی گال تھپتھپا کر کمرے سے باہر آ گئی تھی. وہ سیڑھیاں اترتے نیچے آ رہی تھی۔

سامنے ہی وہ صوفے پر سر جھکائے بیٹھا تھا۔کسی گہری سوچ میں گم۔کہ اسے اس کے آنے کی خبر نہیں ہوئی تھی۔

مجھے تو لگا کہ تم خوشی کے مارے بھنگڑے ڈال رہے ہوگے۔مگر تم یہاں اتنے آرام سے بیٹھے ہو۔تعجب ہے مجھے۔۔۔

کیسی ہے وہ؟؟.... گردن جھکائے سوال کیا تھا۔۔اور اس کے اس بات کو اس نے سر سے نظر انداز کیا تھا۔

بہت خوبصورت جیسے کسی کہانی کے شہزادی۔۔۔یہ اس کے سوال کا جواب نہیں تھا وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے وہ اس کو بالکل سامنے بیٹھ گئی تھی سب اس وقت سب اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے اور یہ بہن بھائی نہ جانے کون سا کابینہ کا اجلاس کر رہے تھے۔

جانتا ہوں مجھ سے بہتر کون جانتا ہوگا۔اس کے بعد نظریں اٹھا کر سامنے اسے دیکھا تھا۔وہ مسکرایا تھا۔جاؤ اپنے کمرے میں دوبارہ مجھے یہاں ں ظر نا آنا۔یہ سب تم نے کیا ہے نا۔۔اس کے سوال پر وہ مڑی نہیں تھی ۔مگر رک گئی تھی۔وہ اس کے عین سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔کیا؟؟

ابرو اچکاتے اس نے الٹا سوال کیا تھا۔۔فاریہ کی شادی پر تمہارا غائب ہونا پھر اچانک سے آنا اس کے بارات کا نہ آنا۔۔اماں ابا کے دماغ میں میرے متعلق خیال آنا میرا اس سے نکاح یہ سب۔۔۔یہ سب اتفاق تو نہیں ہو سکتا؟؟...

اس نے بہت پر سکون انداز بولا تھا۔اس کے بات پر مومل کے چہرے پر ہلکی سی سائڈ سمائل آئی تھی۔

کافی جلدی پتہ چلے گیا تمہیں۔۔۔ چلو اچھا ہے مجھے نہیں بتانا پڑا۔۔۔اس نے لاپرواہی ظاہر کی تھی

تمہیں نہیں لگتا تم نے یہ سب غلط کیا ہے. نہیں۔۔۔۔ وہ انسان ایک اچھا انسان نہیں تھا جب تک یہ سب اس کے گھر والوں کو بتاتی۔ تو بہت دیر ہو جاتی۔اس لیے مجھے جو ٹھیک لگا میں نے وہ کیا. تمہیں ایک بات بولوں ؟؟ تم جیسے کمزور لوگوں کو محبت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

تم تو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے تھے اپنی ہی محبت کو اپنی ہی نظروں کے سامنے کسی اور کا ہوتے دیکھ رہے تھے۔ تمہیں تو غیر آ نہیں رہی تھی۔ تو مجھے ہی کچھ کرنا تھا۔

اس کی بات پر اس کا قہقہ گونجا تھا۔ تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں اتنا غافل ہوں۔۔ تمہارے ہر عمل پر نظر تھی میری تم کیا کیوں کیسے کر رہی ہو۔میں سب جانتا تھا اگر تم کچھ نہ کرتی تو پھر میں کرتا اور جو میں کرتا وہ دنیا دیکھتی۔

اس کا لہجہ سرد تھا۔ شکر ہے تم نے بھی کوئی ڈھنگ سر کا کام کیا۔ چلو مجھے نیند آر ہی ہے۔ کہ کر وہ سیڑھیاں عبور کرتے اپنی کمرے میں چلی گئی تھی۔ شایان نے اس کی بات پر مسکرا کر اسے دیکھا تھا۔

____

ڈائننگ ٹیبل پر اس وقت سبھی موجود تھ۔ے جب وہ دونوں سڑھیاں اترتے نیچے آتے دکھائی دے رہے تھے۔فاریہ شان کے پیچھے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے چلتے آر ہی تھی۔السلام علیکم !! شایان اپنے مخصوص انداز میں اونچی آواز میں کہا تھا۔

جبکہ فاریہ نے بہت آہستہ اواز میں سلام کیا تھا۔شاہان نے مومل کے ساتھ رکھی کرسی کو آہستہ سے فاریہ کے لیے نیچے پیچھے دھکیلا تھا۔اور بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

شکریہ آہستہ سے کہتے ہوئے کرسی پہ بیٹھ گئی تھی۔سب سکون سے ناشتہ کرنا میں مصروف تھا۔جب مومل

نے آہستہ سے فاریہ کی طرف ہلکا سا جھک کے کہا تھا۔ تم پچھلی صدی تک تو اتنی شریف نہیں تھی۔ خیر ہے اتنی معصومیت ظاہر کر رہی ہو۔ بظاہر تو وہ پر سکون تھی مگر ساتھ بیٹی فاریہ کا سکون اچھے سے غرق کر چکی تھی ۔اس کی بات پر فاریہ نے گردن گھما کر اسے گھوری سے نوازا تھا۔

جس پر ونک کیا تھا۔ وہ کھانا ختم کرتے برتن سمیٹنے کو اٹھی تھی۔ تم رکھ دو ایک دن کی دلہن ہو تم نئی دلہن مہندی اترنے تک کام نہیں کرتی یہ ہے نامومل یہ اٹھائے گی۔ تم رکھ دو۔ آسیہ بیگم نے اسے برتن اٹھانے کا اشارہ کیا تھا۔

ہاں ہاں بہن تو رکھ دے میں ہوں نا اس گھر کی ملازمہ اول میں کروں گی نہ سارے کام۔۔۔ زبردستی کے مسکراہٹ چہرے پر سجائے وہ برتن اٹھاتے کچن میں رکھنے چلی گئی تھی۔ فاریہ اس کے ایسے انداز پر ہلکا سا ہنسی تھی۔

____

وہ سیڑھیاں اترتے نیچے آیا تھا اور سامنے صوفے پر بیٹھی سکینہ بیگم کے پاس جا کر بیٹھ گیا تھا۔

دادو۔۔۔۔ مجھے آپ سے ایک اہم بات کرنی تھی۔ وہ رجھکائے بیٹھا تھا۔

ہاں بولو! میں سن رہی ہوں۔۔۔۔ وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تھیں۔

دادو۔۔۔ وہ لمحے بھر کو رکا تھا۔ میں کسی سے محبت کرتا ہوں اور۔۔۔ صرف اسی سے ہی شادی کروں گا ۔۔۔۔ اس نے بات پوری کر کے ان کے چہرے کی طرف دیکھا تھا۔

اب ان باتوں کا کیا مطلب ہے شہریار وہ غصے سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تھی۔ ان کی آواز سن کر عروبہ اور شاہ میر بھی وہاں اگئے تھے.

ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا یہ بات اپنے دماغ سے جتنی جلدی ہو سکے نکال دو۔۔۔

پر دادو میں اس لڑکی سے بہت محبت کرتا ہوں اور اس کے علاوہ کسی اور کو میں اپنی زندگی میں ہرگز کسی اور

شامل نہیں کر سکتا۔وہ آہستہ بولا تھا۔

ہم نے زبان بھی ہے شہر یار اور ہم اپنی زبان سے ہر گز نہیں پھریں گے۔انہوں نے غصے سے شہر یار کی طرف دیکھا تھا۔معاف کیجیے گا دادو پر کسی کی بھی دی ہوئی زبان کسی کی زندگی سے زیادہ اہم تو نہیں ہو سکتی۔ان سب نے شاہ میر پہلی مرتبہ بولا تھا۔۔۔

بس بہت ہو گیا مزید اب ایک لفظ نہیں سنوں گی۔جب وہ لڑکی اس گھر میں آجائے گی۔تو خود ہی محبت کا یہ بھوت بھی اتر جائے گا سر سے۔۔۔کہتے ہی وہ وہاں سے چلی گئی تھیں۔

____

شایان کی شادی کو مہینہ گزر چکا تھا فاریہ بھی سب گھر والوں میں گھل مل گئی تھی۔وہ کچن میں کھڑے چائے بنا رہی تھی جب آسیہ بی مومل کا گیٹار لے جا کر کوڑے دان میں پھینک رہی تھی۔جو کہ بہت برے طریقے سے ٹوٹ چکا تھا۔

امی یہ تو مومل کا گیٹار ہے نا اس کا یہ حال کس نے کیا۔وہ شاک تھی۔کسی نے کیا کرنا ہے اس کے ساتھ بیٹا خود توڑا ہے اس نے۔پہلے خود ضد کر کے لیا تھا اور اب خود ہی یہ حال کر دیا۔آسیہ بیگم نے کوڑے دان میں پھینکتے ہی صوفے پر بیٹھی تھی اور سبزی پر بنانے لگی تھی۔

وہ ہاتھوں میں ٹرے لیے باہر کی طرف چلی گئی تھی. جہاں وہ گیراج کی سیڑھیوں پر بیٹھی تھی۔

مومل۔۔۔اس نے آواز لگائی تھی۔مگر وہ نہ جانے کن سوچوں میں گم تھی۔اس نے سنا ہی نہیں مومل!!! وہ پھر بولی تھی.

ہاں اب کی بار اس نے جواب دیا تھا۔کہاں گم ہو؟؟..

میں کب سے بلا رہی تھی۔اس نے چائے کا ایک کپ اس کے ہاتھ میں تھمایا تھا۔کہیں نہیں یہیں تھی۔تم نے اپنے گیٹار کیوں توڑا مومی؟وہ تو تمہیں بہت پسند تھا نا.

اس کے سوال پر مومل نے گردن موڑ کر اسے دیکھا تھا۔ کیونکہ جن سے مجھے عشق ہے انہیں نہیں پسند میرا گیٹار بجانا گانا گانا۔۔۔اس نے بہت تحمل سا جواب دیا تھا۔ عشق۔۔۔۔ تمہیں؟ کس سے وہ کافی حیران ہوئی تھی.

اللہ تعالی سے۔۔۔۔ وہ ایک لمحے کے لیے رکی تھی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے۔۔۔ کچھ دیر کے وقفے کے بعد وہ پھر بولی تھی۔ میوزک حرام ہے اسلام میں اس لیے چھوڑ دیا اور توڑ دیا گیٹار۔۔۔۔ پر تمہیں تو بہت شوق تھا نہ مومی؟ فاریہ جب محبت کی جاتی ہے نا تو پھر خود کو نہیں دیکھا جاتا۔ ہمیں کیا پسند ہے کیا نہیں کس چیز کا شوق تھا کس چیز کا نہیں۔ محبت میں صرف سامنے والی کی سنی جاتی ہے ماس کی ہر بات پہ لبیک کہا جاتا ہے۔ اگر ہم اپنی بھی کریں تو پھر کیا محبت۔اس نے بہت تحمل اور سنجیدگی سے کہا تھا۔

تمہیں پہلے نہیں پتہ تھا کہ اسلام میں میوزک حرام ہے۔ نہیں۔۔۔ابھی کچھ عرصہ پہلے پتہ چلا تو چھوڑ دیا گانا بھی اور سننا بھی۔اس کے بعد پر صرف اتنا کہہ سکی تھی چلو اچھا ہے اب سے میں بھی نہیں سنوں گی۔ مسکرائی تھی۔

____

دادو آپ بھائی کی بات مان کیوں نہیں جاتی وہ لڑکی بھائی کی خوشی ہے اور آپ بھائی کی خوشی کے لیے ہی مان جائیں۔۔۔ آج وہ دونوں اپنے بھائی کے وکیل بن کر اس کا مقدمہ لڑنے آئے تھے۔ تم دونوں بچے ہو ابھی کچھ نہیں جانتے۔ میں نے جو کیا وہ ٹھیک کیا۔ وہ سخت لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

پر دادو ابھی اروبہ کچھ بولتی سکینہ بیگم نے اسے چپ کروادیا تھا۔بس اب مزید کچھ نہیں اروبہ۔۔۔۔انہوں نے غصے سے اسے دیکھا تھا۔اتنے میں وہ گھر میں داخل ہوا تھا۔وائٹ شرٹ کے ساتھ بلیک پینٹ بائیں ہاتھ پر کوٹ رکھے۔تھکان کی وجہ سے آنکھیں ہلکی ہلکی سرخ تھیں۔وہ آہستہ چلتے ہیں ان کے پاس سے گزرنے لگا تھا۔

جب سکینہ بیگم کی کرخت آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔میر!!بتادو اسے ہفتوں بعد اس کی منگنی ہے اور اب میں مزید کوئی بات نہیں سنوں گی۔ان کی آواز پر ور کا تھا پر موڑا نہیں تھا۔

معاف کیجئے گا دادو پر میں آپ کی یہ بات ہر گز نہیں مان سکتا۔میری بیوی کی حیثیت سے اگر کوئی اس گھر میں آئے گی تو صرف وہی ہوگی اور کوئی نہیں۔۔۔۔کہتے ہی وہ اس تیز قدم اٹھاتے ہیں سیڑھیاں چڑھتے کمرے میں چلا گیا تھا۔

اس کے زیادہ ہی شاہ میر نے گردن موڑ کے سکینہ بیگم کی طرف دیکھا تھا۔دادو آپ جانتی ہیں نا بھائی کو وہ کس قدر ضدی ہیں۔اپنی مرضی کے بغیر اپنے کمرے میں ایک تنکا بھی برداشت نہیں کرتے

یہاں تو باتیں ان کی زندگی کی ہے اس بار اس نے پھر کوشش کی تھی۔میر میں نے کہہ دیا نا تم دونوں اس معاملے سے دور رہو۔آئندہ تم دونوں کچھ نہیں بولو گے۔انہیں سختی سے کہتے ہو وہاں سے چلی گئی تھیں۔پر دادو وہ ہمارے بھائی ہیں ہم انہیں اس طرح اکیلا نہیں چھوڑ سکتے۔

اس نے پیچھے سے آواز لگائی تھی۔مگر سکینہ بیگم ان کی بات کو نظر انداز کرتے چلی گئی تھیں۔

فریش ہو کر واش روم سے نکلا تھا ہاتھ میں پکڑا تاول اس نے بیڈ پر پھینکا تھا۔نائٹ سوٹ میں مجبوس ماتھے پر بال بکھرے ہوئے تھے۔اس کو دیکھ کے کہا جا سکتا تھا کہ وجاہت اسی پر ختم ہوتی ہے اس کی نیلی آنکھیں بہت خوبصورت تھیں۔دیکھنے والے پر سحر طاری کر دینے والی۔

دروازہ ناک ہوا تھا آجائیں۔۔۔کلک کی آواز پر دروازہ کھلا تھا۔اس نے چہرہ اٹھا کر آنے والے کو دیکھا تھا

۔جہاں وہ دونوں اندر داخل ہوئے تھے۔شہریار نے دونوں کو ایک نظر دیکھا اور بولا تھا۔۔۔کچھ چاہیے ؟؟
نہیں نہیں۔۔۔دونوں نے ایک ساتھ میں نفی میں سر ہلایا تھا۔پھر؟ایک آئبرو اچکاتے اس نے سوال پوچھا تھا۔

ہم نے ایک فیصلہ کیا ہے۔۔۔انداز ایسا تھا جیسے ناجانے کون سا تیر مار کر آئے ہیں۔۔

کیسا فیصلہ ؟؟

بھائی آپ نے ہمارے لیے بہت کچھ کیا ہے. اب ہماری باری ہے اس لیے داد و مانے یا نہ مانے ہم دونوں آپ کے ساتھ ہیں آپ کی ہر فیصلے میں۔اروبہ نے کہتے ہیں شاہ میر کی طرف دیکھا تھا۔جس نے سر کر زور و شوروں سے ہاں میں ہلایا تھا۔

اچھا ٹھیک ہے اور کچھ کہنا ہے ان کے انداز پر اسے ہنسی آئی تھی مگر اس نے ہنسی کو کنڑول کیا تھا۔۔

ویسے بھائی ایک بات تو بتائیں۔دونوں تو اس کے دائیں بائیں آ بیٹھے تھے۔ان کے اس طرح والے انداز پر اسے تھوڑی تشویش ہوئی تھی۔وہ جو ہماری بھابھی ہیں۔وہ کیسی ہیں شاہ میر نے دانت نکال کے چہرے پر معصومیت طاری کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

اس کے بھابھی کہنے پر وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔بہت پیاری۔۔۔اس نے کھوئے ہوئے لہجے میں بولا۔۔

اووووو!!!!!ویسے بھائی ان کا نام کیا ہے؟اب کی بار سوال اروبہ نے پوچھا تھا۔

مومل!!......اس پر اس کے چہرے کے مسکراہٹ گہری ہو گئی. تھی نظروں کے سامنے ایک دم اس کا چہرہ آیا تھا۔اووووو!!!!انہوں نے اپنی وہی حرکت پھر دہرائی تھی.

پر شہریار نے دونوں کو گھور کر دیکھا تھا۔اس سے پہلے کہ شاہ میر مزید اپنا منہ کھولتا۔اس نے ان دونوں کو ڈپٹ کر کمرے سے جانے کا کہا تھا۔چلو بس بہت ہو گیے سوال اب بھاگو یہاں سے۔ویسے ہمیں کب ملوائیں گے ان سے۔دروازے سے گردن نکالتے شاہ میر نے دانتوں کی نمائش کرتے پوچھا تھا۔

اوراس سے پہلے کہ شہریار کا جوتا اسے پڑتا وہ فورا سے کھٹاک کے دروازہ بند کرتا اپنے کمرے میں چلا گیا تھا

۔ان کے جاتے اس نے گہرا سانس لیا تھا

اپنا فون اٹھاتے ہوئے بالکونی میں آگیا تھا اور اس دشمن جاں کا نمبر ڈائل کیا تھا۔اس کی قسمت اچھی تھی کہ ابھی تک جاگ رہی تھی۔وہ کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔جب اس کا فون رنگ ہوا تھا۔اس نے کتاب سے نظریں اٹھا کے فون کی سکرین کو دیکھا تھا۔جہاں ان نون نمبر جگمگا رہا تھا۔پہلے اس نے اگنور کیا تھا مگر کرنے والے نے بھی قسم اٹھا رکھی تھی شاید۔

اس نے کتاب سائیڈ پر رکھ دی تھی۔فون اٹھایا تھا۔۔ کس کو موت پڑی ہے جو یوں فون کرے جا رہا ہے ۔جب نہیں اٹھا رہی تو اس کا مطلب یہی ہے نا کہ مصروف ہوں۔عجیب پاگل لوگ جمع ہوئے پڑے ہیں یہاں وہ تو جیسے پھٹی ہی پڑی تھی۔یہ جانے بغیر کے سامنے کون ہے۔اس کی آواز سنتے ہی اس نے آہستہ سے اپنی آنکھیں بند کی تھی۔اور ہلکا سا مسکرایا تھا۔اب کہاں کی تھکاوٹ اور کہاں کا غصہ۔۔۔۔معاف کیجیے گا آپ کو تنگ کیا مگر بات ہی اتنی ضروری تھی کہ فون کرنا پڑا آپ کو۔اس کی آواز پر وہ ٹھٹکی تھی۔ب بھولتی تو وہ کچھ نہیں تھی۔اس لیے ایک لمحہ لگا تھا اسے آواز پہچاننے میں۔

آپ!! کیوں فون کیا ہے میں نے آپ کو منع کیا تھا نا کہ دوبارہ فون مت کیجیے گا مجھے۔وہ غصہ ہو گئی تھی ۔اس سے آج تک کسی نے اس لہجے میں بات نہیں کی تھی اور وہ واحد تھی جو اس سے اس لہجے میں بات کرتی تھی اور وہ خوشی سے برداشت بھی کرتا تھا اور بدلے میں کچھ نہیں کہتا تھا۔

ہم دل کے ہاتھوں مجبور ہیں کیا کریں ہر بار ذلیل و خوار ہونے کے لیے آپ کو فون کر لیتے ہیں۔۔۔

تو اپنے دل کو سمجھائیں مسٹر شہریار میرا دماغ خراب نہ کریں۔

دل اگر سمجھتا ہوتا تو کیا ہی بات تھی۔

اس نے افسوس سے سر ہلایا تھا۔یہ میرا مسئلہ نہیں ہے مہربانی کریں مجھے بھی سکون سے رہنے دیں اور خود

بھی رہیں۔ میرا تو ہر مسئلہ آپ سے شروع ہو کر آپ پہ ختم ہوتا ہے۔

یقین کریں مجھے آپ سے سچ میں محبت ہے۔

دیکھیں مسٹر شہریار قریشی آپ کو میں پہلے بھی بتا چکی ہوں اب پھر بتا رہی ہوں مجھے آپ سے اور آپ کی محبت سے کوئی سروکار نہیں اور ہاں نہیں ہے مجھے آپ کی محبت پر یقین اور نہ میں کرنا چاہتی ہوں۔ ایسے تو کوئی بھی رہ چلتا ہے انسان مجھے آ کر کہے کہ مجھے آپ سے محبت ہے تو کیا میں ہر انسان کی محبت میں یقین کرتی پھروں۔ وہ اسے راہ چلتا انسان کہہ رہی تھی۔ نہیں ہر گز نہیں مسٹر شیر یار اب اپ اپنے دل کو سمجھائیں یا دماغ کو میری بلا سے پر مہربانی فرما کر مجھے دوبارہ کال مت کیجیے گا۔

کہتے ہی اس نے فون بند کر دیا تھا دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامتے اس نے گہرا سانس لیا تھا۔ اس نے ایک نظر اس کتاب کو دیکھا تھا جسے وہ پڑھ رہی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھایا تھا بیڈ کے بائیں جانب ایک بڑی سی کتابوں سے بھری الماری تھی جہاں پر ہر طرح کی کتابیں تھیں۔ اس نے ہاتھ میں پکڑی کتاب کو اس بک شیلف میں رکھا تھا۔ اس کی نظر وہاں پر رکھی دوسری کتابوں پر گئی تھی۔ وہاں بہت سی ایسی کتابیں تھی جن کی کہانیاں محبت اور مشتمل تھیں۔ جہاں لوگ واقعی محبت کرتے تھے۔ ایسا اسے لگتا تھا۔ پر بات پھر وہی تھی کہ وہ صرف کہانیاں تھیں۔

جہاں لوگوں کو سچی محبت ہوتی تھی اور ان کو ان کی محبت مل جاتی تھی۔ وہ ایسی کہانیاں کبھی نہیں پڑھتی تھی۔ جہاں دو لوگ بچھڑ جائیں۔ جہاں کوئی ایک دوسرے کو چھوڑ کر چلا جائے۔ وہ کہتی تھی کہ یہ صرف کہانیاں میں ہی ہوتا ہے۔ جہاں کسی عام سی لڑکی کو کسی ریاست کا شہزادہ لینے آتا ہے۔

یہ صرف کہانیاں ہی ہوتی ہیں جہاں لوگ اچھے ہوتے ہیں ہماری حقیقت کی دنیا اس کے بالکل برعکس ہے۔

یہاں کے لوگ ظالم ہوتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں، دھوکے دیتے ہیں اور چھوڑ کے چلے جاتے ہیں۔اسی لیے اسے کبھی کبھی اس دنیا اور دنیا والوں سے خوف آتا تھا۔

____

بہن جی ہم اپنے بچوں کو سمجھالیں میں آخری دفعہ کہہ رہی ہوں اگر انہوں نے ایسا دوبارہ کیا تو اچھا نہیں ہوگا۔یہ ساتھ والی پڑوسن تھی جن کے گھر کے سامنے امرود کا رخت درخت تھا۔جوان کا نہیں تھا پر وہ اسے اپنا ہی کہتی تھیں مومل اور شایان اس پیڑ سے امرود توڑ کر لاتے تھے اور وہ آنٹی اسی طرح آگ بگولا ہوتے آجاتی تھیں۔آسیہ بیگم لان کی کرسیوں پر بیٹھے سبزی بنا رہی تھیں جب وہ خاتون غصے سے بولتے ہی ان کے پاس آبیٹھی تھیں۔ارے شبنم بہن بتائیں تو ہوا کیا ہے ؟آسیہ بیگم نے پریشانی سے ان کی طرف دیکھا۔
ارے آسیہ تمہارے بچوں نے میرے امرود کا پورا کا پورا درخت خالی کر دیا ہے۔ایک بھی امرود نہیں چھوڑا ۔وہ تو آج مانو سارے حساب برابر کرنے آئیں تھیں۔اسے شانی ہم نے صرف پانچ ہی امرود توڑے تھے۔ یہ پورے درخت کا الزام کیسے لگا رہی ہیں ہم پر۔وہ دونوں جو دروازے کی اوٹ میں کھڑے ان کی باتیں سن رہے تھے۔اس خاتون کی بات مومل نے شایان کی طرف دیکھتے کہا تھا۔
ہاں ہاں اور کیا۔۔۔اس نے بھی اس کی ہاں میں ملاتے میں زور وشوروں سے گردن ہلائی تھی۔اچھا بہن میں ان کو سمجھاؤں گی۔آسیہ بیگم نے زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پر سجائے ان کو رخصت کیا تھا۔اور اب ان کی توپوں کا رخ ان کی طرف تھا۔آسیہ بیگم کو آتے دیکھ وہ اندر کی طرف بھاگے تھے اور لاونچ کے صوفے پر

یوں معصوموں کی طرح بیٹھ گئے تھے۔

جیسے ان جیسا شریف اس پوری دنیا میں کہیں نہیں۔ تم دونوں نے سدھرنا ہے کہ نہیں۔۔۔ہاں ؟؟؟ یہ یوں ہی ماں کو ذلیل کرتے رہنا ساری زندگی۔ وہ ہاتھ میں جوتا لیے ان کی کلاس لے رہی تھیں اور تم انہوں نے شایان کی طرف دیکھتے کہا۔۔۔شادی ہو گئی ہے تمہاری بیوی والے ہو گئے پر پتہ نہیں عقل کس دن آئے گی تمہیں۔ وہ دونوں سر جھکائے آسیہ بیگم کی ڈانٹ سن رہے تھے۔

جب آسیہ بیگم کی اس بات پر شایان نے آہستہ سے کہا تھا۔اماں بیوی بھی ساتھ ہی شامل تھی ہمارے۔اس کی آواز اتنی آہستہ تھی لیکن آسیہ بیگم بخوبی سن چکی تھیں۔

وہ تو معصوم بچی ہے تم دونوں نے ہی ورغلایا ہو گا اسے آسیہ بیگم تو آج کسی صورت انہیں بخشنے کے موڈ میں نہیں تھیں۔ یار یہ ہماری ہی اماں ہے نا؟ مومل نے آہستہ سے شایان کی طرف جھکتے کہا تھا۔

ہاں آج صبح تک تو مجھے بھی یہی لگتا تھا۔ لیکن اب لگ رہا ہے میں غلط تھا مومل کی نظر سامنے سے آتے ہیں کاشان اور رباب پر پڑی تھی اور اس نے شایان کو دیکھتے ہی ونک کیا تھا۔

وہ دونوں بھاگتے ہوئے کاشان کے پیچھے چھپ گئے تھے۔ بھائی بچا لیں ورنہ اپ کی چھوٹی امی نے آج آج نہیں بخشنا ہمیں۔

مومل نے معصوم شکل بناتے کہا تھا۔ہاں بھائی ورنہ ہمارے جنازوں کو کندھا دینے اجایئے گا۔شایان نے بھی اثبات میں سر ہلایا تھا۔

ارے چھوٹی امی کیا ہوا چھوڑ دیں نا بچے ہیں۔ دوبارہ ایسا نہیں کریں گے۔ارے غضب خدا کا سارے محلے میں نام کر رکھا ہے انہوں نے اپنا۔اس سے پہلے کہ وہ اگے بڑھتی کاشان نے انہیں کندھے سے پکڑا تھا۔

چھوٹی امی میں کہہ رہا ہوں نا اب نہیں کریں گے یہ۔ آپ بے فکر ہو جائیں اور تم دونوں اس نے پلٹ کر ان دونوں کو دیکھا تھا۔اب کو ہی شرارت نہیں کرنی ٹھیک ہے نا۔کاشان نے انہیں مصنوعی گوری سے نوازا تھا

۔

جس پر ان لوگوں نے بڑی تابیداری سے سر ہلایا تھا اور یہ بات وہاں پر ہر شخص جانتا تھا یہ تابعداری صرف چند لمحوں کی ہے امی آپ ادھر ائیں ہم آپ کی مدد کرواتے ہیں کچن میں ۔۔ رباب نے انکے قریب اتے کہا تھا اور ساتھ ہی فاریہ کو بھی آنے کا کہا تھا۔جی امی آجائیں فاریہ جلدی سے آسیہ بیگم کے پاس آکر کھڑی ہو گئی۔ پھر وہ دونوں آسیہ بیگم کو لے کر وہاں سے چلی گئی تھیں۔

ویسے اس دفعہ کتنے امرو توڑ کر لائے ہو؟

کاشان نے مومل کی طرف دیکھتے پوچھا۔ پورے پانچ ہنس کے کہتے اس کی طرف دیکھتے ونک کیا تھا۔

لاؤ پھر۔۔۔ مرچ مسالہ لگا کر۔۔۔

وہ فورا اپنے کمرے کی طرف بھاگی تھی۔ جو اس نے چھپا کر رکھے تھے۔

____

میں گھر گیا تھا۔ شاہ میر بتا رہا تھا کہ تم پچھلے تین دن سے گھر نہیں گئے۔ اس نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

اس خبر کے علاوہ اور کچھ سننے کو نہیں ملا؟

بائیں ہاتھ سے کنپٹی مسلتے وہ سرد لہجے میں گویا ہوا۔ تیری منگنی کا انوٹیشن دیا ہے دادی نے کہہ رہی تھی بیٹا ضرور آنا۔اس نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔اس کی وجہ اس کی بات پر شریار نے اسے غصے سے گھورا تھا۔

ویسے یہ بات بتا جس کے لیے تو یہ سب کچھ کر رہا ہے اس سے بات کی ہے تو نے ایک اور سوال کیا تھا۔

ہاں کی تھی۔۔۔۔اس نے آنکھیں موندی تھیں۔

پھر کیا کہا اس نے؟؟

ریجیکٹ کر دیا۔۔

ہادی کا قہقہ گونجا تھا۔ سیر یسلی!!!... تو نے اتنی لڑکیوں کو ریجکٹ کیا ہے نا بیٹا۔۔اب تیری باری ہے۔

ویسے لڑکی تو تجھے سہی ٹکر کی ملی ہے۔ھادی تو نہیں چاہے گا نا کہ میں تجھے اٹھا کر اس بلڈنگ سے نیچے پھینک دوں۔

شہریار نے دانت پیستے غصے سے اس کی طرف دیکھا تھا۔اس کی بات پر ہادی کی چلتی زبان کو بریک لگی تھی ۔اور اس نے زور و شوروں سے سر کو نفی میں ہلاتے کہا تھا۔

نہیں بالکل بھی نہیں۔۔اس لیے اچھا ہے کہ اپنی زبان کو بند کر کے بیٹھ جاؤ سکون سے. اچھا ٹھیک ہے اصل مسئلے پر آتے ہیں دادی تو مان نہیں رہی تو اب کیا کرے گا؟؟

اس بار وہ سنجیدہ تھا۔ہر وہ چیز جو میں اسے حاصل کرنے کے لیے میں کر سکتا ہوں۔۔۔

اس کا لہجہ مضبوط تھا۔یہ کی نا تم نے شہریار والی بات!!اس نے مسکراتے ہوئے شہریار کی طرف دیکھا تھا.

____

تم کیا پکار ہی ہو لڑکی!!!! کچن کی شیلف پر چھلانگ لگا کر بیٹھتے ہی وہ ساتھ کھڑی فاریہ سے گویا ہوئی تھی۔
رس ملائی بنا رہی ہوں۔ پتیلی میں چمچ ہلاتے وہ مصروف انداز میں بولی تھی۔ ارے واہ صحیح ہے بیٹا صحیح ہے کرو کرو سسراال والوں کی خدمتیں۔۔۔
اس نے پاس پڑی ٹوکری میں سے سیب اٹھایا تھا۔ ہاں تو اچھا ہے نا تم بھی سیکھ لو پھر تم بھی کرنا اپنے سسرال والوں کی خدمتیں۔۔ اس نے سسرال پر زور دیا تھا اور ہنستے ہوئے کہا تھا۔
نہ بی بی ایسے کام تم ہی کرو مجھے تو دور ہی رکھو ان سب سے۔ اس نے سہولت سے انکار کیا۔ ویسے تمہیں ایک مشورہ دوں۔ ہاں بولو اب کیا یاد آ گیا تمہیں؟؟
اس میں نا تھوڑا سا نمک ملا دو بیچ میں تمہارا سسرال والے تو مانو انگلیاں ہی چاٹتے رہ جائیں گے۔ اس نے اپنی طرف سے بڑی سمجھداری کی ثبوت دیتے اچھا مشورہ دیا تھا۔ اس کی بات پر فاریہ نے اسے گھور کر دیکھا تھا اور ہاتھ میں پکڑا چمچ اس کے کندھے پر مارا تھا۔
ایسے مشورے نا تم اپنے پاس رکھو چلو نکلو یہاں سے چلو بھاگو۔۔۔ ارے ارے مار کیوں رہی ہو لڑکی؟؟ ایک تو مفت مشورہ دے رہی ہوں اوپر سے مجھے ہی مار رہی ہو۔ اللہ معاف کرے بھلائی کا تو زمانہ ہی نہیں رہ گیا۔ اس نے باقاعدہ کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے سر کو نفی میں ہلایا تھا۔
تم جا رہی ہو یہ لگاؤں ایک اور؟؟ اس نے چمچ کی طرف اشارہ کیا تھا. ویسے میرا مشورہ اتنا بھی برا نہیں تھا۔ آزما کر دیکھ لو کام نہ کرے تو پیسے واپس۔۔۔ دروازے سے جھانکتے پھر نصیحت کی گئی تھی اور کہتے ہوئے وہاں سے بھاگ گئی تھی۔۔۔

اس کے جانے بعد پر فاریہ نے ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا۔

____

میرا ابھی اپنے بھائی کو فون کرو اور اسے کہو اگر اگلے آدھے گھنٹے میں وہ گھر نہ آیا تو میرا مرا ہو منہ دیکھے گا۔

ارے غضب خدا کا ہفتہ ہو گیا اور مجال ہے کہ یہ لڑکا گھر آیا ہو۔

سکینہ بیگم کی کرخت آواز پر پاس بیٹھے شاہ میر نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا تھا۔ فون نکال کر اس نے شہریار کا نمبر ڈائل کیا تھا۔ دادو بھائی کہہ رہے ہیں کہ وہ آ رہے ہیں۔ شاہ میر نے کہتے ہی فون واپس جیب میں رکھا تھا ۔ تم جاؤ اپنے میرے کمرے میں بہت رات ہو گئی ہے سکینہ بیگم نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے جانے کا کہا تھا۔

خود وہ ادھر ہی لانج میں بیٹھ کے اس کا انتظار کرنے لگی تھیں۔ گاڑی کی آواز پر انہوں نے داخلی دروازے کی طرف دیکھا تھا۔ جہاں وہ اپنے مخصوص انداز میں بائیں ہاتھ پر اپنا کوٹ رکھے چلتے ہوئے اندر آ رہا تھا۔

یہ کیا تماشا لگا رکھا ہے تم نے شہریار!! پچھلے ایک ہفتے سے تم گھر نہیں آ رہے ہو۔ کیا چاہتے ہو آخر؟ سکینہ بیگم نے غصے سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ میں آپ کو بتا چکا ہوں دادو کہ میں کیا چاہتا ہوں۔

ان کے آواز جتنی اونچی تھی اس نے اتنی آہستہ اواز میں کہا تھا۔ وہ ان سے کسی بھی قسم کی بدتمیزی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ کل کی آئی ہوئی لڑکی اتنی اہم ہو گئی تمہارے لیے کہ تم میرے فیصلے سے انکار کر رہے ہو۔ وہ آج اس سے

کسی بھی قیمت پر اسے بخشنے کو تیار نہیں تھیں۔

وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے عین ان کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا تھا۔اس نے بہت پیار سے ان کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا تھا اور بولنا شروع کیا تھا۔

دادو وہ میرے لیے آپ سے زیادہ اہم نہیں ہے لیکن وہ میرے لیے میری خود کی ذات سے زیادہ اہم ہے۔ آپ نے شہریار کی تربیت کی ہے بنایا ہے مجھے اور وہ۔۔۔ سنوار دے گی شہریر کو۔۔ شہریار کو جینا سکھا دے گی۔۔ دادو پلیز!!! میری زندگی کی آخری خواہش سمجھ کر مان جائیں۔اس نے آہستہ سے اپنا سر ان کے دونوں ہاتھوں پر رکھا تھا۔

اس کے بغیر زندگی کا تصور مجھے جان لیوا لگتا ہے۔سکینہ بیگم نے اپنے ہاتھوں پر ہلکی سی نمی محسوس کی تھی۔ انہوں نے حیرت سے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اوپر کیا تھا۔ااس کی آنکھوں سے بہتے آنسو اس کی بیئرڈ میں جذب ہو رہے تھے۔

وہ رو رہا تھا فقط ایک لڑکی کے لیے۔۔۔ایک دم سے ان کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

اتنی محبت ہے اس سے ؟

سکینہ بیگم نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔

بہت زیادہ دادو خود سے بھی زیادہ۔۔اس کی نمی میں گھلی آواز لاؤنج میں گونجی تھی۔پھر کب ملوا رہے ہو اسے اپنی دادو سے۔۔۔ سکینہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔اور ساتھ ہی انگوٹھے کے پوروں سے اس کے آنسو صاف کیا تھے۔

ایک دم سے اس کی آنکھوں میں چمک ابھری تھی۔جو انہوں نے بخوبی نوٹ کی تھی۔بہت جلد اس نے مسکرا کر انہیں دیکھا۔چلو جاؤ اپنے کمرے میں سو جاؤ بہت رات ہو گئی ہے۔انہوں نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا.

____

مجھے اپنی نوجوان نسل کی ایک بات سمجھ میں نہیں آتی.اس نے بہت سخت کوفت سے ساتھ چلتی فاریہ سے کہاوہ اس وقت کاریڈور سے گزرتے ہوئے کنٹین کی طرف جارہی تھیں۔

وہ جو موبائل میں مصروف تھی اس کی بات پر سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

ہماری 90فیصد نوجوان نسل اپنی جوانی عشق و محبت جیسی چیزوں میں ضائع کر دیتی ہے اور باقی کی زندگی اسی محبت کے نا ملنے کے روگ میں۔۔۔۔سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہاں ہر لڑکے کو کامیاب انسان بننااور ہر لڑکی کو ایک میر زیادہ چاہیے۔جب لڑکے کی کامیابی بننے کی عمر ہوتی ہے تو وہ ان کاموں میں پڑ جاتا ہے اور پھر نہ کامیابی ملتی ہے اور نہ ہی لڑکی۔۔۔کیونکہ ہمارے ہاں ایک مشہور مقولہ استعمال کیا جاتا ہے نا" پہلے نوکری پھر چھوکری"

اس نے کہتے اس کے چہرے تلخ مسکراہٹ آئی تھی۔پھر تمہیں کیا لگتا ہے کہ کسی کو بھی ان کاموں میں نہیں پڑنا چاہیے؟ یہ سب غلط ہے؟

سب وہ کینٹین میں داخل ہوئی تھیں اور بیٹھنے کے لیے جگہ ڈھونڈ رہی تھیں۔آخری کے دو کرسیوں نے انہیں خالی نظر آئیں تھیں ور وہ ان پر جا بیٹھی تھیں۔میں ان سب کو غلط نہیں کہہ رہی تھی محبت کرنے کوئی گناہ نہیں ہے نہ ہی کوئی غلط کام لیکن ہر چیز اپنے وقت پر اچھی لگتی ہے اور ایک خوبصورت انداز میں۔۔۔محبت کے اظہار کے لیے میرے نزدیک نکاح سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔میں یہ کہہ رہی ہوں کہ کالج اور

یونیورسٹیز ان سب کاموں کے لیے نہیں ہوتی یہ تعلیمی ادارے ہیں اگر ایک انسان کے پاس اچھا بزنس ہے اس کی زندگی سیٹ ہے تو ٹھیک ہے لیکن اس طرح یہ سب کرنا میرے خیال سے غلط ہے۔اس میں نفی میں سر ہلایا تھا۔

وہ بھی تو بزنس مین ہے۔اس کی بھی تو زندگی سیٹ ہے۔وہ بھی تو رشتہ گھر بھیجنا چاہتا ہے پھر کیوں غلط لگتا ہے وہ تمہیں؟؟؟

فاریہ بھی اسی کی دوستی اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا تھا اس نے۔ایک آئی برو اچکاتے اس نے اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

تم ان سب میں اسے کیوں رہی ہو؟اس نے تنگ آتے کہا تھا۔ہاں تو میں لے کر آؤں گی نا یہ جو اتنا بڑا لیکچر تم نے دیا ہے اس پر تم خود بھی تو تھوڑا عمل کرو۔اس نے طنز کیا تھا۔یہ سب ان کے لیے ہے جنہیں واقعی محبت جیسی چیزوں میں کوئی دلچسپی ہوتی ہے۔میرا کیس ان سب سے الگ ہے۔اس نے ماتھا مسلا تھا۔یہ میرا اس اصولوں کے خلاف ہے۔۔۔

میں ملی ہوں اس سے کافی اچھا انسان ہے وہ۔اس کی بات پر مومل نے ایک جھٹکے سر اٹھایا تھا انکھوں میں ایک دم حیرانی ابھری تھی۔

کب اور کہاں؟نہایت غصے سے گویا ہوئی تھی۔

کل بڑی امی کے گھر پہ کاشان بھائی نے اسے اتنی پروموشن کی خوشی میں ڈنر پر بلایا تھا۔وہاں پر بات ہوئی تھی ۔دکھنے میں بھی کافی اچھا اور بات کرنے کا طریقہ بھی بہت اچھا ہے اس کا۔اس نے مسکراہٹ دباتے فاریہ نے اس کی تعریفوں کے پل باندھے تھے۔

ایک ملاقات میں تم کسی کی شخصیت کا اندازہ نہیں لگا سکتی۔یہاں تو دس سال بھی گزر جائیں تو پھر بھی پتہ نہیں چلتا اور تم ایک بار ملنے پر اس کی تعریفیں کر رہی ہو۔

اپنے اندر کی ابھرتے غصے کو کنڑول کرتے اس نے تحمل سے بات کی تھی۔

شاید شہریار قریشی کی قسمت خراب ہے جو اسے تم سے محبت ہو گئی۔اس طرح ہنستے ہوئے کہا۔

ہاں میرا ابھی یہی خیال ہے لیکن اس کے پاس چوائس ہے وہ جائے کسی اور سے محبت کرے شادی کرے مجھے فرق نہیں پڑتا۔سامنے لگی ونڈو کی اتی روشنی اس کی آنکھوں میں پڑ رہی تھی

اس نے ونڈو سے باہر سامنے گراؤنڈ میں فٹبال کھیلتے لڑکوں کو دیکھا تھا۔

میں مذاق کر رہی تھی اس نے صفائی دی۔۔

پر میں حقیقت بتا رہی ہوں تم مذاق کر رہی تھی۔کچھ بھی ہو مجھے بالکل فرق نہیں پڑتا ہے۔دائیں بازو ٹیبل پر رکھتے اس کی جانب ہلکا سا جھکتے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس نے کہا تھا۔

اور اخر میں ایک سائیڈ سمائل اس کے پاس گئی تھی۔

____

وہ دونوں گھر میں داخل ہوئی اور سامنے شایان صوفے پر بیٹھا خبریں دیکھ رہا تھا۔مومل ایک نظر اس کی طرف دیکھتے اوپر کمرے میں چلی گئی تھی اور فاریہ وہیں شایان کے پاس بیٹھ گئی تھی۔

شایان ایک نظر ساتھ بیٹھے فاریہ کو دیکھا تھا اور پھر ہاتھ میں پکڑا ریموٹ سامنے ٹیبل پر رکھتے ہوئے کچن کی طرف گیا۔فاریہ نے حجاب کھولتے سائیڈ پر رکھا تھا اور آہستہ سے اپنا سر صوفے کی پشت پر رکھا تھا۔

وہ جو انکھیں موندے صوفے کی پشت پر سر رکھے بیٹھی تھی۔اس کی آواز پر اس نے آنکھیں کھول کر اسے

دیکھا تھا جو ہاتھ میں پانی کا گلاس لیے کھڑا تھا۔اس نے ہاتھ اگے بڑھایا۔

شکریہ فاریہ نے ہلکی سی مسکراہٹ لیے اس کی طرف دیکھا۔

آپ فریش ہو جائیں میں کھانا گرم کر دیتا ہوں آپ کے لیے۔وہ جانے کے لیے مڑا تھا۔جب اس کی آواز ائی تھی۔

نہیں میں خود کر لوں گی آپ۔۔۔۔۔۔کیوں۔۔۔۔۔؟؟؟

کیوں میں نہیں کر سکتا؟اس نے ماتھے پر بل ڈالتے کہا۔

نہیں میرا مطلب تھا کہ آپ کیسے کھانا گرم کر سکتے ہیں۔۔۔وہ اٹکتے ہوئے بول رہی تھی۔وہ جو بولنا چاہ رہی تھی وہ سمجھ چکا تھا۔یہ کونسی کتاب میں لکھا ہے کہ صرف بیوی ہی شوہر کی خدمت کر سکتی ہے اگر شوہر باہر سے آتا ہے تو بیوی اسے کھانا اور پانی کا پوچھتی ہے نا تو بیوی کے آنے پر شوہر کیوں نہیں پوچھ سکتا؟

اب زیادہ نہیں سوچیں اور جائیں فریش ہو کر آئیں۔اس نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔وہ بھی بدلے میں مسکراتے اپنا بیگ اٹھاتا ہے اوپر چلی گئی تھی۔

وہ سیڑھیاں اترتے نیچے آئی تھی وہ سامنے ٹیبل پر کھانا لگا رہا تھا۔شایان نے اسے دیکھتے ہی اس کے لیے کرسی پیچھے کی تھی اور خود پاس رکھی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

آپ نے کھانا نہیں کھایا ابھی تک...اسے اپنی پلیٹ سے کھاتے اس نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"آپ کا انتظار کر رہا تھا آپ کے بغیر کیسے کھا سکتا تھا؟"

وہ اپنا کھانا چھوڑ کر اسے دیکھنے لگی تھی۔کتنا خوبصورت تھا نا یہ سب شکریہ۔۔۔۔۔اس نے چہرہ اٹھا کر اس کی طرف انکھوں میں دیکھتے کہا۔

کس چیز کے لیے مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ ہر اس چیز کے لیے جو آپ میرے لیے کرتے ہیں ۔بن کہے۔۔۔۔یہ سب میں اپنی خوشی سے کر رہا ہوں۔آپ کو مجھے شکریہ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کہتے ہوئے دوبارہ کھانے میں مصروف ہو گیا

____

اسلام علیکم !.

اگر آپ بھی لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اسے دوسروں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو ہم فراہم کر رہے ہیں آپ کو ایک ایسا پلیٹ فارم جو آپ کے لکھی ہوئی پوسٹ کو دنیا تک پہنچائے گا۔

اپنا ناول، ناولٹ، آرٹیکل، افسانہ، شاعری یا کچھ بھی لکھا ہو پبلش کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ہم سے رابطہ کریں ۔

mklibrary13@gmail.com

اس کے علاوہ آپ ہمارے انسٹا گرام اور واٹس ایپ پر بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

Instagram: @mklibrary.official

What's up: +92-3144810202

____

وہ لیز کا پیکٹ ساتھ رکھے بیٹھی تھی اور سامنے لیپ ٹاپ پر کسی کام میں مصروف تھی۔ وہ وقفے وقفے سے

ایک چپس اٹھا کے منہ میں ڈال رہی تھی۔جب وہ نہ جانے کہاں سے اٹپکا تھا۔اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے پیکٹ سے ڈھیر ساری چپس اٹھائی تھیں۔اس کی حرکت پر مومل نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا تھا

۔

سارا دن کھاتی رہتی ہو موٹی کہیں کی۔۔۔شایان چیپس منہ میں ڈالتا ہے ساتھ والے صوفے پر جا بیٹھا تھا۔

اسکی بات پر مومل نے غصے سے پاس پڑا کشن اس کی طرف پھینکا تھا۔

کبھی خود کو دیکھا ہے تم نے۔۔۔غصے سے گھورتے اس نے کہا۔ہاں جی کئی بار الحمدللہ،ماشاءاللہ بہت خوبصورت ہوں۔کالر جھاڑتے اتراتے ہوئے اسے تنگ کیا تھا۔

استغفراللہ خوبصورتی کی اتنی بے عزتی نہ کرو شانی۔خوبصورتی بھی تمہاری یہ بات سن کر رو رہی ہو گی۔

نظریں لیپ ٹاپ پر تکی سکرین پر تھیں۔چہرے پر سنجیدگی واضح تھی۔کیبورڈ پر چلتی ہوئی اس کی انگلیاں کسی ضروری کام کا بتادے رہی تھیں۔تم تو یہ ہی کہو گی کیونکہ تم جلتی ہو میری خوبصورتی سے۔شایان نے اسے زچ کیا تھا۔اس کی اس پر مومل نے چہرہ اٹھایا تھا اور آئی برو اچکاتے اسے دیکھا تھا سیریسلی؟؟؟اب میرے اتنے برے دن بھی نہیں آ گئے کہ میں تم جیسوں سے جلوں گی۔اس نے تم پر زور دیا تھا۔نکلو یہاں سے شکل گم کرو خود تو تم ہو نکمے مجھے بھی کام نہیں کرنے دیتے۔اسے سختی سے کہتے وہ اپنے کام میں لگ گئی تھی۔۔

____

وہ سیڑھیاں اترتے نیچے آ رہا تھا جب اسکی نظر لانچ میں پڑے سامان پر پڑی تھی۔اور اروبہ نیچے قالین پر بیٹھے

انہیں پیک کر رہی تھی اور دادی اسے بتا رہی تھی کون سی چیز کہاں رکھنی ہے۔دادو خیریت ہے اتنا سارا سامان۔۔۔۔اپ لوگ کہیں جا رہے ہیں کیا؟وہ رکھے صوفے پر بیٹھتے بولا تھا۔

آپ کا رشتہ لینا جا رہے ہیں وہ جو موبائل میں مگن تھا موبائل کو جیب میں رکھتے اس سے گویا ہوا شاہ میر کی بات پر اس کے چہرے پر ایک گہری سی مسکراہٹ آئی تھی۔

اوووووو!!!!... بڑا مسکرایا جا رہا ہے دل میں لڈو پھوٹ رہے ہیں نا۔۔۔وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے ساتھ جڑ بیٹھا تھا۔اس کی بات پر شہریار نے اسے مصنوعی گھوری سے نوازہ تھا۔

شاہ میر تم نہیں چاہو گے نا صبح صبح مجھ سے جوتے کھاؤ شہریار نے وارن کرتی نظروں سے اسے دیکھا۔

نہیں بالکل بھی نہیں اس نے کسی چھوٹے بچے کی طرح زور و شوروں سے نفی میں سر ہلایا تھا۔

____

اج خیر ہے گھر میں کوئی آ رہا ہے کیا اور تم کیا صبح صبح بنو رانی بن کے گھوم رہی ہو؟؟آج چھٹی تھی اور مومل میڈم دیر سے اٹھی تھیں۔آسیہ بیگم کام والی کے سر پر کھڑے ہو کے گھر کا سارا کام کروا رہی تھیں۔شایان بیچارہ بازار کے کئی چکر لگا چکا تھا۔وہ سیڑھیوں سے اترتے نیچے آ رہی تھی جب سامنے سے گزرتی فاریہ کو دیکھ کر اس نے ہنستے ہوئے وہ جملہ بولا تھا۔

میں تو بن گئی جب بننا تھا اب تو تمہاری باری ہے اس کی گال کھینچتے وہاں سے چلی گئی تھی۔فاریہ کی بات پر اس کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔مطلب؟؟؟؟مطلب یہ کہ تمہارا رشتہ دیکھنے والے آ رہے ہیں۔۔۔وہ جاتے

جاتے بولی۔

اس نے پوری آنکھیں کھولتے اس کی پشت کو گھورا تھا۔ وہ جو سامنے کچن میں آسیہ بیگم کی مدد کروانے چلی گئی تھی۔ وہ ناشتہ کرنے آئی تھی مگر اس کی بات پہ وہ غصے سے واپس اپنے کمرے میں چلی گئی۔

مومل اٹھی نہیں ابھی تک؟

آسیہ بیگم نے پتیلے میں چمچ ہلاتے ساتھ کھڑی فاریہ سے پوچھا۔ اٹھ گئی ہے امی۔ ابھی نیچے آئی تھی پتہ نہیں کہاں چلی گئی۔ کچن کے دروازے سے باہر دیکھتے اس نے لانچ میں نظر دوڑائی۔ جاؤ جا کر دیکھو اس لڑکی کی اور تیار کرو آنے والے ہوں گے وہ لوگ۔

آسیہ بیگم نے ہاتھ کے اشارہ سے باہر جانے کا کہا تھا۔ اچھا امی وہ سر کو ہلاتے وہاں سے چلی گئی۔ وہ اپنے کمرے میں بیٹھی تھی جب دروازہ نوک ہوا تھا۔

آ جائیں۔۔۔ اس نے فون سے نظر ہٹا کر آنے والے کو دیکھا تھا۔ کلک کی آواز سے دروازہ کھلا تھا اور فاریہ مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوئی تھی۔ اس نے آج سرخ اور گولڈن رنگ کا جوڑا پہنا تھا۔ اس لیے مومل نے اسے بنورانی کہا تھا۔ مومل نے ایک نظر فاریہ کو دیکھنے کے بعد نظریں دوبارہ فون پر مرکوز کر لی تھیں۔

فاریہ اہستہ سے چلتے اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی تھی۔ کچھ کہنے آئی ہو کوئی کام ہے۔؟؟ وہ جو آ کر خاموشی سے بیٹھ گئی۔ تو اس نے اس کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے پوچھا۔

امی کہہ رہی ہیں کہ تم تیار ہو جاؤ وہ لوگ آنے والے ہیں اس نے آنے کا مقصد بتایا تھا۔

مجھے سمجھ نہیں آ رہی گھر والوں کے دماغ میں میری شادی کا خیال کہاں سے آ گیا۔ حد ہے یاررر۔۔۔ اس نے تنگ آتے کہا۔

شادی تو کبھی نہ کبھی تم نے کرنی ہے نا فاریہ نے اس سے اپنی طرف سے سمجھایا۔

لیکن مجھے ابھی شادی نہیں کرنی۔۔۔

اچھا آج تو صرف رشتہ دیکھنے آرہے ہیں میری اچھی دوست ہونا تیار ہو جاؤ پلیز۔۔۔ورنہ امی ڈانٹیں گی ہم دونوں کو۔فاریہ نے اس کی منتیں کرتے اس کی طرف دیکھا۔

اس کی بات پر مومل سر جھٹکتے وہاں سے اٹھ کر الماری کی طرف جاتے اپنے سوٹ اٹھایا تھااور تیار ہونے کے چلی گئی تھی۔

اوربہ اور سکینہ بیگم کو انہوں نے ڈرائنگ روم میں بٹھایا تھااور اس وقت آسیہ بیگم جبار صاحب حلیمہ بیگم وہاں موجود تھے۔ان سب کی کیا ضرورت تھی آپ نے ایسے ہی تکلف کیا۔۔آسیہ بیگم سامنے رکھے میز پر سامان کو دیکھتے بولی تھیں۔

نہیں نہیں اس میں تکلف کی کوئی بات نہیں یہ سب تو میں اپنی خوشی سے لائی ہوں۔ابھی سب باتیں کر رہے تھے اتنے وہ اندر داخل ہوئی تھی۔

ٹی پنک کلر کے کڑھائی والے سوٹ شلوار میں،ہلکا سا میک اپ کیے وہ پیاری لگ رہی تھی۔اس کے پیچھے ہی فاریہ چائے کے ساتھ لوازمات لیے داخل ہوئی۔اوربہ اور سکینہ بیگم کو دیکھ کر وہ انہیں ایک نظر میں پہچان گئی تھی۔کیونکہ وہ مومل تھی۔وہ کچھ نہیں بھولتی تھی۔اسے سب یاد رہتا تھا۔بیٹا وہاں کیوں بیٹھی ہوئی ادھر آؤ بیٹھو میرے پاس۔۔۔سکینہ بیگم نے اسے اپنے پاس سے جگہ بناتے بلایا تھا۔

وہ خاموشی سے ان کے پاس آکر کر بیٹھ گئی تھی۔آپ لوگوں کی بیٹی بہت پیاری ہے ماشاءاللہ بہت اچھی تربیت کی آپ لوگوں نے۔سکینہ بیگم کی بات پر انہوں نے سوالیہ نظر سے دیکھا تو انہوں نے اس دن کی ساری بات انہوں نے بتائی تھی۔کس طرح مومل نے ان کی مدد کی تھی اور ان کس طرح گھر چھوڑ کر آئی تھی۔مومل کو وہاں بیٹھے سخت کوفت ہوئی تھی۔اس نے کھا جانے والی نظروں سے فاریہ کو گھورا تھا۔

فاریہ نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے چپ رہنے کا کہا۔ہماری طرف سے تو آپ رشتہ پکا ہی سمجھیں باقی آپ سب بتادیں۔سکینہ بیگم نے بات کرتے سب کی طرف دیکھا۔دراصل ہماری اکلوتی ہے تو ہم کچھ

وقت لیں گے۔ سوچ کر بتائیں گے آپ کو۔ حلیمہ بیگم نے ایک نرم مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

چلیں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ یہ لو بیٹا میری طرف سے۔۔۔ انہوں نے کچھ نوٹ ممل کے ہتھیلی پر رکھے تھے۔

اس نے ایک جھٹکے سر اٹھا کر سامنے بیٹھے گھر والوں کو دیکھا تھا۔ ارے بہن اس کی ضرورت نہیں ہے۔ حلیمہ بیگم نے منع کیا تھ۔ اضرورت کیوں نہیں ہے میں اپنی بیٹی کو دے رہی ہوں۔ زبردستی اس کی ہتھیلی پر پیسے رکھتے مٹھی بند کی تھی۔

اماں مجھے یہ شادی نہیں کرنی وہ لوگ جا چکے تھے اور اس وقت آسیہ بیگم لاونج بیٹھی تھیں۔ جب وہ ننگے پیر چلتے ہوئے ان کے سر پر آن کھڑی ہوئی تھی۔

کیوں نہیں کرنی تمہیں شادی ہاں ؟؟؟ کیا کمی ہے اس لڑکے میں ؟؟ انہوں نے غصے سے اس کی طرف دیکھا تھا. اماں کوئی کمی نہیں ہے۔ پر ابھی فیحال مجھے کوئی شادی نہیں کرنی ہے۔ پلیز اماں۔۔۔ وہ ان کے پاس نیچے بیٹھ گئی تھی۔

فاریہ اور شایان بھی وہاں آ گئے تھے۔ امی اگر وہ کہہ رہی کہ اسے شادی نہیں کرنی تو آپ زبردستی کیوں کر رہی ہیں ؟ شایان نے انہیں سمجھایا تھا۔

یہ تو پاگل ہے تم بھی پاگل ہو گئے ہو کیا؟ ساری عمر نہیں کرے گی یہ شادی ؟؟ میں ساری عمر اس کو اپنے سر پہ اور اپنے گھر میں بٹھا کر نہیں رکھ سکتی۔۔۔۔۔۔ ان کی اس بات پر اس کے اندر کچھ چھن سے ٹوٹا تھا۔۔

اس نے نہ نم آنکھوں ایک نظر شایان کو پھر آسیہ بیگم کو دیکھا تھا۔ اس سے اگے وہ ایک لفظ نہیں کہہ سکی تھی۔ یا پھر سارے الفاظ حلق میں کہیں اٹک کر رہ گئے تھے۔ وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

شایان نے فاریہ کو مومل کے پیچھے جانے کا اشارہ کیا تھا فاریہ نے آہستہ سے دروازہ کھولا۔۔۔

وہاں صرف لمپ کی روشنی تھی وہ سامنے بیڈ سے ٹیک لگائی نیچے بیٹھی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتے اس کے

قریب جابیٹھی۔ مومل!!!!

اس نے آہستہ سے پکارا۔۔۔۔ مومل!!!!!اس نے پھر اسے آواز دی تھی. وہ جواب نہیں دے رہی تھی ۔ مومل یار کچھ تو بولو!!! مجھے شادی نہیں کرنی۔۔۔اس کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسو اس کا چہرہ بھگو رہے تھے۔ کوئی تو وجہ ہو گی شادی نہ کرنے کی۔۔۔ کچھ تو بتاؤ؟؟؟ اگر تم شہریار کی وجہ سے کہہ رہی ہو تو دیکھو تونے زندگی میں کسی نہ کسی سے تو شادی کرنی ہے ناتو ایک ایسے شخص سے کیوں نہیں جسے تم سے محبت ہے۔۔۔۔

کوئی محبت نہیں ہوتی!!!!!سب جھوٹ ہوتا ہے!!!سب لوگ جھوٹ بولتے ہیں!!!! یہاں کسی کو کسی سے محبت نہیں ہوتی یہاں ہر انسان مطلبی ہے۔ کوئی محبت نہیں ہوتی!!!!!وہ تقریبا چیختے ہوئے بول رہی تھی۔ سارے لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے ہیں۔

فاریہ نے ایک اور کوشش کی تھی۔

ہاں سب لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے لیکن۔۔۔ سب ایک سب بڑھ کر ایک ہوتے ہیں۔ وہ ہچکیوں کے درمیان روتے ہوئے بولی۔۔۔ مومل میری بات سنو آہستہ سے اس کے کندھوں سے پکڑتے اس کا رخ اپنی طرف موڑا تھا۔ مومل شہریار ایک اچھا لڑکا ہے اور سب سے بڑھ کر وہ تم سے محبت کرتا ہے۔

فاریہ یہ ہم انسانوں کے فطرت ہے جب تک کوئی چیز ہمیں نہیں ملتی اس کے پیچھے پاگلوں کی طرح بھاگتے ہیں لیکن جب وہ مل جاتی ہے تو اسے ایسے نظرانداز کرتے ہیں جیسے کبھی ہمیں اس کی ضرورت ہی نہیں تھی ۔ محبت حاصل کرنے کا جنون تو سب پہ سوار ہوتا ہے لیکن جب پھر انہیں ان کی محبت دے دی جاتی ہے تو پھر قدر نہیں کرتے کسی لاوارث چیز کی طرح ایسے چھوڑ دیتے ہیں کہ اس کے گھر والے اس کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں وہ کبھی نہیں پوچھتا۔۔۔ لوگ بدل جاتے ہیں فاریہ لوگ چھوڑ جاتے ہیں خوف آتا ہے مجھے انہی چیزوں سے۔۔۔ یہی سب سے بڑی وجہ ہے میرے یقین نہ کرنے کی۔۔۔ میں بہت پاگل

انسان ہوں فاریہ تم جانتی ہو کہ اگر مومل کو کسی سے محبت ہو گئی اور اس شخص نے یہ سب کچھ کیا۔۔۔ تو میں مر جاؤں گی۔۔۔۔

مومل۔۔۔۔۔ مومل میری بات سنو میری جان اس نے آہستہ اسے جھنجوڑا تھا رونے کی وجہ سے اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔ تمہاری ہر بات اپنی جگہ ٹھیک ہے۔ لیکن یہ سب وہ لوگ کرتے ہیں جو بزدل ہوتے ہیں۔ اگر مرد محبت کرتا ہے نا تو وہ کبھی اسے چھوڑتا نہیں ہے نہ کسی اور کے لیے نہ کسی وجہ سے۔۔ وہ ہمیشہ اپنی محبت کو اپنے پاس رکھتا ہے۔ جو بیچ راستے میں چھوڑ جائے یا پھر بدل جائے۔ وہ مرد نہیں ہوتا وہ بزدل ہوتا ہے اگر شہریار تم سے سچ میں محبت نہ کرتا ہوتا. تو وہ کبھی اپنے گھر والوں کو منا کر رشتے کے لیے نہ بھیجتا بلکہ تمہارے رویے کی وجہ سے وہ پیچھے ہٹ جاتا یا پھر صرف باتوں کی حد تک ہی وہ محبت کا ظاہر کر کے پیچھے ہٹ جاتا۔۔ اسے تم سے سچی محبت تھی تو اس نے یہ سب کچھ کیا۔ وہ اسے اپنی طرف سے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

پر مجھے پھر بھی یقین نہیں آتا فاریہ !!! مجھے پھر بھی ڈر لگتا ہے۔ میرے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے۔ کہتے ہی وہ اس کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ خاموش ہو جاؤ سب ٹھیک ہو جائے گا ٹینشن نہیں لو۔۔۔ اس نے آہستہ آہستہ سے اس کی کمر سہلائی تھی۔ اسے چپ کرانے کی کوشش کی تھی۔

____

اس بات کو کافی دن گزر گئے تھے۔ وہ بالکل خاموش ہو گئی تھی۔ وہ کسی سے بھی زیادہ بات نہیں کر رہی

تھی۔اسی وجہ سے گھر میں بھی خاموشی تھی۔شایان نے کئی مرتبہ اس سے بات کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ ہاں یا نا میں جواب دے کر چپ ہو جاتی۔

مومل آئس کریم کھانے چلتے ہیں۔تمہاری فیورٹ پستہ فلیور فاریہ نے اس کا کمرہ کے دروازے سے جھانکتے اسے بلایا تھا۔وہ جو کسی کتاب کو پڑھنے میں مصروف تھی۔نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔نہیں جانا تم لوگ جاؤ ۔۔۔۔کہتے ہوئے دوبارہ کتاب پر نظریں مذکور کی تھیں۔فاریہ نے ایک نظر اس کے جھکے سر کو دیکھا تھا اور وہ دروازہ بند کے واپس چلی گئی تھی۔کیونکہ وہ جانتی کہ جس موڈ میں وہ ہے اس وقت وہ نہیں سنے گی اس کی بات۔۔۔شایان جو کہ لانچ میں کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا فاریہ کو دیکھتے نظروں ہی نظروں میں مومل کا پوچھا تھا۔اس نے کندھے اچکاتے نفی میں سر ہلایا تھا۔شایان نے گہری سانس لی تھی اور پھر بولا میں دیکھتا ہوں اسے۔۔وہ کہتے ہیں سیڑھیاں پھلانگتے اس کے کمرے میں جا پہنچا تھا۔

دروازہ کھلنے کی اواز پر اس نے آنے والے کو دیکھا تھا۔بیوی کی وکالت میں آئے ہو تو واپس چلے جاؤ۔۔مجھے کہیں نہیں جانا

بیوی کی وکالت میں نہیں۔۔۔۔بہن کی محبت میں آیا ہوں۔پانچ منٹ ہمارے پاس ریڈی ہو جاؤ۔مجھے کہیں نہیں جانا شانی اور تم مجھ پر حکم نہیں چلا سکتے پورے ایک گھنٹہ بڑی ہوں تم سے۔

ہاں تو ایک گھنٹہ بڑی ہو کہ تم نے کون سا پہاڑ کھودے ہیں۔اس کے پاس آکر کر بیٹھتے اس نے کہا تھا۔ اس کے ہاتھ سے کتاب کھینچ کر سائیڈ پر رکھی تھی۔اس کی اس بات پر مومل نے پاس بڑا کشن اٹھا کر اسے مارا تھا۔آہ۔۔۔۔جنگلی بلی شایان نے گھورتے اسے دیکھا تھا۔اچھا چلو اٹھو جلدی کرو میری بیوی نیچے انتظار کر ری ہو گی۔اس نے معصومیت سے اس کی طرف دیکھا

اچھا اچھا اب ایسی شکل نہ بناؤ جو تم نہیں ہو۔۔۔۔وہ بیڈ سے اترتے بولی۔۔۔کیا نہیں ہوں میں؟؟دانت نکالتے اس کی طرف دیکھا تھا۔جہاں وہ اپنا عبایا پہننے کے لیے جا رہی تھی۔اس نے بات پر مومل نے رخ موڑ

کر غصے سے اس کی طرف دیکھا۔ معصوم۔۔۔۔۔ کہ کر وہ واشروم کیطرف چلی گئی تھی اور وہ بھی اٹھ کر نیچے آ گیا تھا۔

____

فاریہ جو کہ لاونج میں بیٹھے سبزی بنا رہی تھی۔ فون پر آتی کال نے اس کا دھیان اپنی طرف کھینچا تھا۔ اس نے فون کو کان سے لگایا تھا۔ السلام علیکم !!

وعلیکم السلام !! ایک گمبھیر آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔۔ کون ؟

شہریار بات کر رہا ہوں فاریہ۔۔۔ اس نے تعارف کراویا تھا۔ اچھاااا!...اس نے اچھا کو لمبا کھینچا تھا۔

کیسے ہیں آپ شہریار بھائی ؟؟

میں ٹھیک ہوں الحمدللہ آپ کیسی ہیں۔۔ ؟؟

الحمدللہ میں بھی ٹھیک ہوں۔

آپ لوگوں نے کوئی جواب نہیں دیا تو میں نے سوچا خود کال کر کے پوچھ لوں۔۔ کیا کوئی مسئلہ ہے ؟؟؟

دراصل بات تھوڑی ضروری ہے اور اہم بھی۔۔۔ اس طرح فون پر نہیں ہو سکتی۔۔۔۔

اگر صحیح لگے تو میں آپ سے مل لیتا ہوں۔ کسی ریسٹورینٹ میں۔۔۔ اس نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

شہریار بھائی میں آپ کو شایان سے پوچھ کر بتاتی ہوں ٹھیک ہے۔ ؟؟

ٹھیک ہے کوئی بات نہیں وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

اللہ حافظ اس نے کہتے ہی فون کاٹ دیا تھااور فون کو سائیڈ پر رکھتے وہ دوبارہ اپنے کام میں لگ گئی تھی۔اس نے شایان سے بات کی تھی اور اسے بھی لگا تھا کہ اس بارے میں انہیں شہریار سے بات کرنی چاہیے۔وہاں لوگوں کو کافی ہجوم تھا کیونکہ یہ شہر کا فینسی ریسٹورینٹ تھا۔وہ اسے سامنے ہی نظر آیا تھا۔براؤن پینٹ کے ساتھ سفید شرٹ پہنے کوٹ کو اس نے پیچھے چیئر پر رکھا تھا۔دیکھنے سے لگ رہا تھا وہ آفس سے سیدھا یہاں آ گیا ہے۔

السلام علیکم!!اس کے قریب جاتے فاریہ نے بولا۔وعلیکم السلام!!!وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تھا۔اسے ہاتھ کے اشارے سے بیٹھنے کا کہا۔

کیسی ہیں آپ؟؟میں تو بالکل ٹھیک ہوں لیکن آپ کے والی کا دماغ تھوڑا خراب ہے۔اس کے آپ کے والی کہنے پر اس کے چہرے پہ ہلکی سی مسکراہٹ آئی تھی کیا کہتی ہیں وہ؟؟

وہ آپ سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔اس بار وہ سنجیدہ تھی۔

پر کیوں؟وہ حیران ہوا تھا۔

اسے آپ پر آپ کی محبت پر یقین نہیں ہے۔وہ تھوڑے افسردہ لہجے میں بولی۔

ان سب کی کوئی خاص وجہ؟؟

وہ کہتی ہے کسی کو بھی کسی سے محبت نہیں ہوتی لوگ ایسے ہی جھوٹ بولتے ہیں۔پر سب لوگ ایک جیسے تو نہیں ہوتے۔۔۔۔

کیا وہ یہ نہیں جانتی ہے کہ سب لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے۔۔۔۔اس نے مزید سوال کیا تھا۔وہ کہتی ہے کہ سب ایک سے بڑھ کر ایک ہوتے ہیں۔دھوکے باز مکار اور جھوٹے۔۔۔۔فاریہ وہ یہ سب کچھ کیوں سوچتی ہے۔اسے غصہ آیا تھا۔کیونکہ وہ بھی اسی معاشرے میں رہتی ہے وہ مومل ہے تھوڑی مختلف ہے ہر چیز کو بہت باریکی سے دیکھتی ہے۔اب آپ تو اچھے سے جانتے ہیں ہمارے معاشرے کی حقیقت کو۔۔۔۔اس

نے معاشرے پر زور دیا تھا۔اس بار اس کا لہجہ بھی تلخ تھا۔

اس کی بات پر شہریار نے گہرا سانس لیا تھ۔اکہیں نہ کہیں وہ بھی اپنی جگہ ٹھیک تھی۔ لیکن آپ مجھے کوئی طریقہ بتادیں جس سے اس سے مجھ پر یقین آجائے۔اس کا بھروسہ جیتنا بہت مشکل ہے۔ شہریار بھائی یہ کام تھوڑا مشکل ہے۔میں یہ مشکل کام کرنے کو تیار ہوں۔بس آپ کچھ بھی کر کے اسے شادی کے لیے راضی کرلیں۔اس کا لہجہ منت بھرا تھا۔

ٹھیک ہے ہم اپنی پوری کوشش کریں گے باقی آگے آپ کی قسمت۔۔۔اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

لیکن میری ایک بات آپ ہمیشہ یاد رکھیے گا۔ شہریار بھائی جتنی اہمیت اور عزت آپ اسے دیں گے وہ اس سے بڑھ کر آپ کو دے گی لیکن اگر آپ نے وہیں اہمیت اور کسی اور کو دینے کی کوشش کی تو وہ شکوے نہیں کرتی شکایتیں نہیں کرتی بلکہ خاموشی سے آپ کی زندگی سے ہمیشہ لے چلی جائے گی اور آپ کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔

اس کی بات پر وہ ہلکا سا مسکرایا تھا اور بولا

"جتنی اہمیت اس کی میری زندگی میں ہے نہ وہ آج سے پہلے کسی اور کی تھی نہ کسی کی ہے اور نہ کسی کی ہوگی۔۔"

آپ بے فکر ہو جائیں۔اچھا ٹھیک ہے اب میں چلتی ہوں اور امید کروں گی کہ اپ اپنی باتوں پر قائم رہیں گے۔اپنا بیگ اٹھاتے ہوئے باہر کی طرف چلی گئی تھی۔

____

مومل!!مومل!!!وہ دروازہ کھولتے آوازیں لگاتے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔وہ کمرے میں نہیں تھی فاریہ کی نظر بالکنی میں پڑی تھی وہاں ہو گئی۔اسے یقین تھا کیونکہ وہ شام میں اکثر وہاں بیٹھ جاتی تھی۔بالکنی کا دروازہ عبور کرتے اس کے پاس جا کھڑی ہوئی تھی۔وہ سامنے آسمان میں اڑتے پرندوں کو دیکھ رہی تھی۔

مومل!!وہ آہستہ سے بولی تھی.فرماؤاب کیا یاد آگیا تمہیں۔۔۔اس نے چہرہ موڑ کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

مجھے ایک ضروری بات کرنی ہے تم سے۔

بولو کیا بات کرنی ہے۔

کیا تم شریار بھائی کو ایک موقع نہیں دے سکتی خود کو ثابت کرنے کا؟؟فاریہ نے اسے منانے کی ایک اور کوشش کی تھی۔مانا کہ مومل درانی نے اپنی زندگی میں بہت سے رسک لیے ہیں لیکن کسی کو ایک اپنی زندگی میں شامل کرنے کا رسک میں نہیں لے سکتی۔مومل میں نے بھی ایک عمر گزاری ہے لوگوں پر کھنے کا کچھ ہنر مجھے بھی آتا ہے اور جتنا میں اسے جان پائی ہوں وہ سب مردوں سے مختلف ہے۔ایک اچھا انسان ہے۔

میں نے اسے برا کب کہا ہے۔

لیکن کبھی اچھا بھی تو نہیں کہا۔اس نے مسکراہٹ دبائی تھی۔اس سے پہلے وہ بولتی۔۔۔اگر تم سب گھر والوں نے مجھے یہاں سے نکالنے کا ارادہ کر ہی لیا تو ٹھیک ہے لیکن مجھے سوچنے کے لیے تھوڑا وقت چاہیے۔

میں کچھ دنوں میں تمہیں جواب دے دوں گی۔اس نے کچھ سوچتے فاریہ کی طرف دیکھا تھا۔اس کی بات پر فاریہ خاموش سی چلی گئی تھی۔

____

مومل نے ہاں کر دی تھی اور آج وہ لوگ شادی کی ڈیٹ فکس کرنے آئے تھے۔اب کی بر سکینہ بیگم کے ساتھ شازیہ بیگم ریحان صاحب بھی آئے تھے۔ایک مہینے بعد کی تاریخ مقرر ہوئی تھی۔فاریہ نے سب کا منہ میں میٹھا کروایا تھا۔وہ صرف کچھ دیر کے لے آئی تھی۔اور وہاں ان سب کے پاس بیٹھی تھی اور پھر واپس اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔کمرے میں داخل ہو کے آہستہ سے چلتے ہوئے اپنے ڈریسنگ ٹیبل کے بالکل سامنے جا کھڑی ہوئی تھی۔ایک تلخ مسکراہٹ اس کے چہرے پر آئی تھی۔وہ اپنے آپ سے مخاطب تھی۔مومل درانی تمہاری زندگی میں ایک ایسا شخص کو شامل کیا جارہا ہے جو تم سے محبت کا دعویدار ہے لیکن تم سمجھتی ہو نا محبت کے دعویدار لوگوں کو پر تم جانتی ہو نا کہ محبت جیسی چیزیں ہمارے ہاں نہیں ہوتی ہمارے معاشرے میں نہیں پائی جاتی۔۔۔۔لیکن چلو زندگی نے ویسے بھی بہت سے کھیل کھیلے ہیں تمہارے ساتھ یہ ایک اور صحیح۔۔۔ایک آنسو ٹوٹ کر اس کی آنکھ سے گرا تھا۔

____

یہ تم کہاں جارہی ہو مومل نے فاریہ کو برقہ پہنے دیکھا تھا۔ظاہر ہے تمہاری شادی کی شاپنگ کرنے جارہے۔ اتنے کم دن رہ گئے ہیں وہ مصروف انداز میں بولی۔۔میری شادی کی شاپنگ وہ بھی میرے بغیر۔۔۔وہ اس کی طرف دیکھتے بولی۔۔۔

کیا تم بھی چلو گی ہمارے ساتھ...وہ اپنا کام چھوڑ کر خوشی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تھی۔ہاں ظاہر ہے بھئی میری شادی ہے میں اپنی پسند سے لوں گی سب کچھ۔۔۔شایان آپ بھی تیار ہو جائیں پھر ہمیں لے کر جایئے گا۔فاریہ نے صوفے پر بیٹھے شایان سے کہا تھا۔

میں نہیں لے کر جارہا تم لوگوں کو خود تو دس دس دکانیں گھومتے ہو مجھے معصوم کو اویں خوار کروذتے ہو۔وہ جو کمرے میں جارہی تھی اس کی بات پر ایک جھٹکے سے مڑی تھی۔

بیٹا تمہارے تو اچھے بھی جائیں گے تم کیسا نہیں جاؤ گے۔مومل نے اسے گھورا تھا۔

ہاں تو ٹھیک ہے نا میرے اچھوں کو لے جاؤ میں یہیں ٹھیک ہوں۔اس نے باقاعدہ اپنے بازو صوفے پر پھیلاتے بولا تھا۔شایان تم نہیں چاہو گے نا تمہاری بیوی کے سامنے تمہیں جوتے پڑیں۔اس نے گھورتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

اس کی بات پر شایان نے گردن موڑ کر اپنی جلاد بہن کو دیکھا۔تم جیسی بہن خدا دشمن کو بھی نہ دے۔اس زچ آتے کہا۔ہاں ٹھیک ہے نا دشمن کو نہ دے لیکن تم جیسوں کو ضرور دے تاکہ سیدھے راستے پر چلو ا۔۔۔ٹھو اب چلتے پھرتے نظر آؤ مجھے تم۔

____

آج اس کی مہندی تھی۔اس نے اورنج کلر کا شرارہ پہنا تھا۔ جس پر گولڈن کلر کا کام تھا اس کے گندمی رنگ پر وہ بہت جچ رہا تھا۔ وہ سٹیج پہ بیٹھے سب کو دیکھ رہی تھی۔

سامنے فاریہ ڈھولک لیے بیٹھی تھی اور اس کے اس پاس بہت سی لڑکیاں تھیں۔اس نے سختی سے منع کیا تھا کہ اس کی شادی پر کوئی گانا نہیں چلے گئے۔ مگر فاریہ تھوڑی ضد کر کے ڈھولکی لے آئی تھی کہ کچھ تو پتہ چلے کہ اس کی اکلوتی دوست کی شادی ہے۔

دوسری طرف شہریار نے سفید کاٹن کی سوٹ شلوار کے ساتھ باٹل گرین رنگ کی واسکٹ پہنی تھی۔۔

ماشاءاللہ میرا بیٹا کتنا پیارا لگ رہا ہے۔ شہزادہ لگ رہا ہے شہزادہ۔۔۔اللہ نظر بد سے بچائے۔۔۔دادی نے اس کی نظر اتاری تھی اور ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔۔دادی ہمیں بھی تو دیکھ لیں ہم بھی لائن میں کھڑے ہیں۔ شاہ میر نے دہائی دی تھی۔

ارے ماشاءاللہ تم بھی بہت اچھے لگ رہے ہو۔ سکینہ بیگم نے دونوں کو گلے لگایا تھا۔

____

آخر وہ دن آ ہی گیا تھا جس کا شہریار کو شدت سے انتظار تھا۔ گولڈن کلر کی شروانی پہنے مہرون کلر کی پگڑی سر پر پہنے پاؤں میں میچنگ کھسہ اس نے مسکراتے ہوئے خود کو آئینے میں دیکھا تھا۔

دوسری طرف مومل نے ڈیپ ریڈ کلر کا لہنگہ پہنا تھا۔ بالوں کو جڑے میں مقید کیے دوپٹے کو اس نے اچھے سے سر پہ پلر والی سے سیٹ کروایا تھا۔ فاریہ کی نظر جب مومل پڑی تھی تو اس نے بے ساختہ ماشاءاللہ کہا

تھا۔ شایان ان دونوں کو پالر سے لے کے سیدھا ہال چلا گیا تھا۔ پہلے ان دونوں کا نکاح ہوا تھا اور اس کے بعد اسے شادی ہال میں لایا گیا تھا۔

وہ دلہا بنا بیٹھا اس کا منتظر تھا۔ جب اس کی نظر سامنے اس پر پڑی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کی نظر اس کے دوپٹے پہ پڑی تھی جس پہ بڑے بڑے حروف میں لکھا گیا تھا۔ "شہریار کی دلہن"

وہ گھنگھٹ میں تھی لیکن وہ اب بھی اسے دیکھ سکتا تھا ایک لمحے کے لیے سب کچھ ساکت ہو گیا تھا۔ وہ کتنی حسین لگ رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ فاریہ اور سوہا کے ساتھ چلتے آ رہی تھی۔ بے اس کی نظر ہے اس کے گھنگھٹ کے پیچھے چہرے پر رک گئی تھی۔

نیلی انکھیں صرف اس کا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔ اس لمحے کے لیے اس نے کتنی دعائیں کی تھیں۔ وہ اس کی محبت تھی اسے مل جائے اس نے خدا کے سامنے کتنی منتیں کی تھیں۔ اتنی دعاؤں کے بعد بلا خر وہ اسے مل ہی گئی تھی۔

اس وقت اگر کوئی اس سے پوچھتا کہ

تمہیں زندگی میں کیا چاہیے؟

تو وہ کہتا کچھ نہیں سوچو چاہیے تھا وہ مل گیا تھا۔۔۔

اس نے ہاتھ اگے بڑھایا تھا گھونگٹ کی اوٹ سے اس کی نظریں سامنے اس کا ہاتھ پر گئی تھی اور اس نے آہستہ سے اپنا ہاتھ شہریار کی ہتھیلی پر رکھا تھا۔

"وہ کہہ سکتا تھا کہ زندگی کا حسین ہونا کسے کہتے ہیں". اس کے ہاتھ کو شیر نے مضبوطی سے پکڑا تھا۔ جیسے اگر اس نے تھوڑا سا بھی ڈھیلا چھوڑا۔ تو کوئی اسے چھین کر لے جائے گا۔ ان کی جوڑی کو وہاں بیٹھے ہر شخص کا سراہا تھا۔

اس کی نیلی انکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ وہ کتنا خوش ہے۔ رخصتی کا شور اٹھا تھا اس وقت اگر کوئی سب سے

زیادہ رو رہا تھا۔ تو وہ شایان تھا وہ اپنا دونوں ہاتھوں سے لہنگا پکڑتے اس کے سامنے جا کے کھڑی ہو گئی تھی۔
میں مر نہیں رہی ہوں جو تم اس طرح رو رہے ہو۔ مومل نے اس کے چہرے کو دیکھا تھا جہاں آنسو تھے۔
جب بھی بولنا غلطی بولنا اس نے آنکھوں سے رگڑتے مومل کو گھورا تھا۔ وہ آہستہ سے اگے بڑھا تھا اور اس
کے گلے لگ گیا۔ یہ ہی وہ لمحہ تھا جہاں اس کا ضبط ٹوٹا تھا۔

بچپن سے لے کر اب تک کا ہر لمحہ کی انکھوں کے سامنے آیا تھا۔ وہ شرارتیں وہ مستیاں آسیہ بیگم کی ڈانٹ
سب کچھ۔۔۔۔ وقت کتنی جلدی گزرتا ہے ناآج انہیں احساس ہو رہا تھا۔ اس سے الگ ہو کر وہ سب سے ملی
تھی۔

ولید نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا وہ بھی رو رہا تھا۔ اس کی یہ بہن کا اتنی بڑی ہو گئی پتہ ہی نہیں چلا
۔۔ ولید کو وہ منظر یاد آیا تھا جب وہ اس کی انگلی پکڑ کے چلتی تھی۔ وہ سب سے مل چکی تھی۔ شہریار نے اگے
بڑھ کر اس کا ہاتھ تھامہ تھا۔ اور گاڑی کے دروازہ کھولتے اسے گاڑی میں بٹھاتے وہ دروازہ بند کرتے خود بھی
دوسری طرف سے اکر بیٹھ گیا تھا۔ آسیہ بیگم نے نم آنکھوں سے جبار صاحب کو دیکھا تھا۔ وہ ان کے گھر کی
رونق تھی وہ جارہی تھی.

____

وہ آہستہ طرح سے کمرے کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔ اسے پتہ تھا کہ وہ روایتی دلہنوں کی طرح بیڈ پر بیٹھ
کر اس کا انتظار نہیں کر رہی ہو گی۔ کیوں؟؟ کیونکہ وہ مومل تھی۔۔۔ اس کے کمرے میں دائیں طرف ایک

بڑے سی شیشے کی ونڈو تھی۔ جس کے پردے ہٹاتے باہر کی بالکونی نظر آتی تھی۔ وہ اسی ونڈو کے پاس کھڑی آسمان کو دیکھ رہی تھی۔ جب دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ پلٹی تھی۔ وہ وہیں مجسم ہو گیا تھا۔

کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے؟؟ اس نے اپنے دل سے پوچھا تھا.

اس کی بات پر اس کے دل نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔۔ جن سے محبت ہو وہ خوبصورت لگتے ہیں اور اس لڑکی سے تمہیں بے حد محبت ہے".

کہتا تم صحیح رہے ہو یار اپنے دل کی بات پر ہلکا سا مسکرایا تھا۔

السلام علیکم وہ اس کی طرف دیکھتے بولا۔

وعلیکم السلام! وہ اب بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔ نہ اس نے آگے کچھ پوچھا تھا نہ وہ کچھ بولی تھی۔ وہ چپ چاپ الماری سے کپڑے اٹھاتے میں چینج کرنے چلا گیا تھا۔

وہ باہر نکلا تھا۔۔ وہ اب بھی ایسے ہی بیٹھی تھی۔ معاف کیجئے گا۔۔ میں اپ کو منہ دکھائی دینا بھول گیا ۔۔۔ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل سے ایک ڈبہ نکالتے اس نے وہ ڈبہ اس کی طرف بڑھایا تھا اس نے آہستہ سے دونوں ہاتھوں سے اس ڈبے کو پکڑا تھا۔ اس ڈبے کو کھولنے کے بعد اس نے ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا وہ منہ دکھائی میں اس سے یہ توقع نہیں کر رہی تھی۔ مگر وہاں اپنی فیورٹ گن دیکھ کر اسے واقعی خوشی ہوئی تھی۔ وہ اسے بہت پسند ی لیکن وہ کافی مہنگی تھی اسی لیے وہ خرید نہیں سکی مگر اس نے شہریار سے اس کی توقع نہیں کی تھی۔ اسے لگا تھا وہ کہاں جانتا ہو گا اس کے شوق اور پسند۔

اس کے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی۔

شکریہ۔۔۔۔۔۔

شکریہ کی کوئی بات نہیں ہے میرا دیا ہوا تحفہ اپ کو پسند آ گیا میرے لیے یہی کافی ہے۔ وہ صوفے پر بیٹھا تھا۔

"وہ مسکراتے اس کے تحفے کو دیکھ رہی تھی اور وہ اس سے"

کتنا خوبصورت تھا نا یہ سب کچھ۔۔۔وہ اس کے سامنے تھی اس کی تھی۔۔۔اس کے پاس تھی۔۔۔اس سے زیادہ کی خواہش نہیں کی تھی کبھی اس نے۔۔۔اتنے صبر اور دعاؤں کے بعد جو اسے ملا تھا وہ واقعی بہت حسین و خوبصورت تھا۔۔۔میں چینج کر لوں اس نے ڈبے کو سائیڈ ٹیبل پر رکھتے۔دونوں ہاتھوں سے لہنگا پکڑا تھا۔اور چینجنگ روم کی طرف چلے گئی تھی۔

اج ولیمہ تھا اور مومل کے گھر والے ناشتہ لے کر آئے تھے۔ولیمہ شام کو تھا اس لیے سب لیٹ ہی اٹھے تھے تقریبا۔وہ آئینے کے سامنے کھڑے اپنے بالوں کو کنگھا کر رہی تھی اور وہ بیڈ پر بیٹھ کر اسی کو دیکھ رہا تھا۔ ہاتھ میں پکڑا موبائل کو وہ آہستہ سے گھوما رہا تھا۔

اپ کہ یہ بال اصلی ہیں؟آخر وہ بول ہی پڑا تھا۔جو بات پچھلے دس منٹ سے وہ سوچ رہا تھا۔اس کے گھٹنوں سے ذرا اوپر کے بالوں کو دیکھتا کہا۔اتنے بے تقے سوال پر مومل کا برش کرتا ہاتھ رکا تھا۔اس نے مڑ کر اسے گھورا۔

ظاہر سی بات ہے اصلی ہی ہیں۔۔۔میں بس ویسے ہی پوچھ رہا تھا۔اس نے اس کی پشت کو دیکھا۔اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے بال سمیٹ کر جوڑا کیا تھا۔پھر صوفے پر رکھے اپنے دوپٹے کو اٹھا کر سر پہ لیا تھا ۔چلیں نیچے؟وہ اس کی طرف دیکھتے بولی.جو پہلے ہی اس کی ایک ایک حرکت کا ملاحظہ کر رہا تھا.اس طرح کہنے پر وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہوا تھا۔

جی جی چلیں وہ اگے تھی اور وہ اس کے پیچھے۔۔۔دونوں سیڑھیاں اترتے نیچے رہے تھے آ۔جب وہ لاونچ میں بیٹھے ہر شخص کی نظر ان پر گئی تھی۔وہاں بیٹھے ہر نفوس تو ان کو دیکھتے ہی ماشاءاللہ کہا تھا۔ولیمے پر مومل نے لائٹ پنک کلر کی مکسی پہنی تھی۔

جس پر سلور کلر کا کام تھا اس نے پالر والی سے کیا کرا چھا سے دوپٹہ سیٹ کروایا تھا۔ شہریار نے وائٹ کلر کا تھری پیس سوٹ پہنا تھا۔ وہ دونوں ہی چلتے ہوئے آرہے تھے۔ وہاں ہر شخص کی نظران پر تھی۔ شہریار کے چہرے سے تو مسکراہٹ ہی جدا نہیں ہو رہی تھی۔ اس بات پر ہادی اسے کئی دفعہ چھیڑ بھی چکا تھا۔۔۔۔

آج بڑا مسکرایا جارہا ہے۔ اور ہر بار کہتا تھا۔

" جسے زندگی مل جائے وہ خوش کیوں نا ہو"

____

وہ اپنے لیپ ٹاپ پر بیٹھے کچھ کام کر رہی تھی اور وہ بھی صوفے پر بیٹھے اپنے کام میں مصروف تھا۔ جب باہر اچانک سے باہر شروع ہوئی تھی۔ شہریار نے گردن موڑ کر ونڈو سے باہر برستی بارش کو دیکھا تھا۔ اور پھر نظریں اٹھا کر سامنے اپنی بیوی کو دیکھا تھا۔ جو عام لڑکیوں کی طرح بارش کو دیکھتے پر جوش نہیں ہوئی تھی۔ ہوتی بھی کیسے کیونکہ وہ مومل تھی۔۔۔ مومل !!! اس کی آواز پر اس نے لیپ ٹاپ سے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ جی !!! پہلے تو وہ اس کو اس طرح کہنے پر ایک لمحہ کے لیے رکا تھا۔ پھر بولا تھا باہر بارش ہو رہی ہے۔

تو کیا کیا جائے؟ وہ دوبارہ اپنے کام میں لگ گئی تھی انگلیاں تیزی سے کی کیبورڈ پر چل رہی تھیں۔ کیا آپ کو بارش نہیں پسند ؟؟؟

نہیں۔۔

کیوں ؟؟ وہ حیران ہوا تھا۔ اس نے زندگی میں پہلا شخص دیکھا تھا جسے بارش نہیں پسند تھی۔ بس ایسے ہی نظریں اب بھی لیپ ٹاپ پر تھیں۔ وہ اپنا کام چھوڑ کر مکمل اس کی طرف متوجہ تھا۔ نہیں اماں نے کبھی نہانا

ہی نہیں دیا۔اس کی بات پر نہ جانے اس کے دماغ میں کیا ایا تھا۔کہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس پاس جا کھڑا ہوا تھا۔

چلیں۔۔۔وہ اس کے چہرے کی طرف دیکھتے بولا تھا۔

کہاں؟؟اس کے اس طرح کہنے پر مومل نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا۔

بارش میں نہانے وہ پر جوش انداز میں بولا۔۔۔

اپ پاگل تو نہیں ہو گئے ہیں۔۔اسے اس کی دماغ کی حالت پر شک ہوا تھا۔

شاید۔۔۔پر بھی چلیں اس کا ہاتھ پکڑے کمرے سے باہر لے آیا تھا۔اب وہ دونوں کی گیراج میں کھڑے تھے اور سامنے ہی موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔

جائیں۔۔۔یقین کریں بہت مزہ آتا ہے بارش میں نہانے میں۔۔۔وہ اس کی طرف دیکھتے مسکراتے ہوئے بولا۔۔۔

مومل اس کے بات پر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے سامنے لان میں چلی گئی تھی۔چہرے اوپر کر کے آنکھیں بند کر کے وہ لان کے بیچوں بیچ گھومنے لگی تھی۔اس کے لمبے بال ہوا کے زور سے ادھر ادھر اڑ رہے تھے۔

چہرے سے ٹپکتی پانی کی بوندیں۔۔کتنا خوبصورت منظر تھا نا۔۔۔بارش کی بوندیں اس کے چہرے کو بھگو رہی تھیں۔اتنا خوبصورت منظر اس نے شاید ہی کبھی دیکھا ہو۔

تمہیں خبر ہوئی نہ زمانہ سمجھ سکا۔

ہم چپکے چپکے تم پہ کئی بار مر گئے۔

شہریار آپ وہاں کیوں کھڑے ہیں یہاں آئیں۔۔۔اس کے اس طرح زور سے بلانے پر وہ ہوش میں ایا

تھا۔اور پھر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے عین اس کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا۔

مجھے نہیں پتہ تھا کہ بارش اتنی خوبصورت ہوتی ہے۔وہ خوش تھی اور پر جوش انداز میں بولی تھی۔

شادی کے بعد آج وہ پہلی دفعہ اس کو اتنے ہنستے ہوئے دیکھا تھا۔

"میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ بارش اتنی خوبصورت اور حسین ہو سکتی ہے اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا"۔وہ دھیمے لہجے میں بولا تھا۔وہ سن نہیں پائی تھی۔آپ آج سے پہلے کبھی بارش میں نہائیں۔؟

ہاں کبھی کبھی دوستوں کے ساتھ اب وہ بات بدل گیا تھا۔۔۔

____

گھر کتنا خالی خالی سا ہو گیا نا مومل کے جانے کے بعد۔۔۔ حلیمہ بیگم نے پاس بیٹھی آسیہ بیگم کو کہا تھا۔کہ تو آپ صحیح رہی ہیں اماں پر کیا کریں یہی دستور دنیا ہے بیٹیوں کو ایک دن اپنے گھر جانا ہی ہوتا ہے۔وہ افسردہ لہجہ میں بولی تھیں۔

اچھا تو تم ایسا کرو شہریار کو فون کر کے کہو کہ کچھ دنوں کے لیے اسے یہاں چھوڑ جائے۔ان تین مہینوں میں وہ ایک دفعہ بھی رہنے نہیں آئی ہے۔اپ ٹھیک کہہ رہی ہیں اماں۔میں کرتی ہوں فون۔

وہ جو ٹی وی دیکھ رہی تھی۔آسیہ بیگم کی آواز پر اٹھ کر باہر کی طرف گئی تھی۔جی امی آپ نے بلایا۔ہاں بیٹا وہ شہریار کا نمبر تو ملا کے دو مجھے کچھ بات کرنی ہے اس سے۔۔۔ خیریت ہے نا امی۔۔۔وہ تھوڑا پریشان ہوئی تھی۔ہاں بیٹا خیریت ہے بس اسے کہتی ہوں کہ کچھ دنوں کے لیے مومل کو ہمارے ہاں چھوڑ جاؤ۔آسیہ بیگم

نے مسکراتے ہوئے کہا۔

سچی امی مومل آ رہی ہے وہ خوش ہوئی تھی۔

ہاں نااب تو مجھے شہریار کا نمبر ملا کے دو۔

چھاابھی ملا کر دیتی ہوں۔وہ کہتے ہوئے اندر فون اٹھانے چلی گئی تھی۔

____

اچھا انٹی۔۔۔۔ نہیں نہیں ایسے کوئی بات نہیں ہے۔۔۔۔وہ ہنستے ہوئے کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔لیکن نظر سامنے صوفے پر بیٹھی اپنی بیوی پر تھی۔لیکن ایک ہفتہ کچھ زیادہ نہیں ہے آنٹی نہ جانے وہ کس سے بات کر رہا تھا۔مومل نے چہرہ اٹھا کر سوالیہ نظروں سے اس کو دیکھا تھا۔

اچھا چلیں ٹھیک ہے اوکے اللہ حافظ۔اس نے کہتے ہی فون سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔کون تھا؟؟

میری ساس تھیں۔اس نے ساس پر زور دیا تھا۔

کیا کہ رہی تھیں آپ کی ساس؟؟اس طرح کہنے پر اسکی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔وہ کہہ رہی تھی کہ اپ کو کچھ دنوں کے لیے ان کے گھر چھوڑ آؤں۔اس کی نظریں ہنوز ابھی تک اس کے چہرے پر تھیں۔ہاں تو پھر کب جا رہے ہیں اپ مجھے چھوڑنا؟

کبھی بھی نہیں۔۔۔۔اس بار وہ سنجیدہ تھا۔

پر کیوں؟وہ تھوڑا اونچی آواز میں بولی تھی۔آپ جانتی ہیں کہ ایک ہفتے میں کتنے دن ہوتے ہیں؟

ہاں جی جانتی ہوں۔۔۔۔کیوں آپ نہیں جانتے؟اس بار اسے بھی غصہ آیا تھا۔ناجانے وہ کیوں اسے جانے نہیں دے رہا تھا۔

ٹھیک ہے لیکن صرف تین دن کے لیے۔۔۔

تین دن بہت کم ہیں شہریار۔۔۔۔

نہیں ہیں کم میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ یہ تین دن بھی کیسے گزریں گے۔آخری بات ہے اس نے بہت آہستہ اواز میں بولی تھی۔ مگر وہ سن چکی تھی کہ تو آپ ایسے رہیں جیسے پہلے آپ میرے گھٹنے سے لگ کر بیٹھے رہتے ہیں صبح آفس جاتے ہیں رات کو واپس ہیں۔۔ وہ اسے گھور رہی تھی۔

اچھا تو آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کے گھٹنے سے لگ کر بیٹھا رہوں۔ مسکراہٹ دباتے وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔

اب میں نے ایسا بھی کچھ نہیں کہا۔۔ وہ آنکھیں چھوٹی کرتے اس کی طرف دیکھتے بولی تھی۔

مطلب تو یہی تھا نا محترمہ۔ وہ اسے تنگ کر رہا تھا۔ نہیں مسٹر شہریار آپ میری بات میں سے اپنا مطلب نکال رہے ہیں۔

چلیں پھر تیاری کرلیں آپ کو شام کو چھوڑ آؤں گا۔اس نے ہار مان لی تھی۔

اس نے عین گیٹ کے سامنے گاڑی کھڑی کی تھی اور چہرہ موڑ کر اسے دیکھا تھا وہاں جا کر مجھے بھول مت جایئے گا۔ وہ اسے یاد دہانی کرا رہا تھا۔ یہ بھولنے کا رواج اپ کے ہاں ہو گا میں مومل ہوں اور مومل کچھ نہیں بھولتی۔ آپ اندر نہیں آئیں گے۔ وہ اس سے پوچھ رہی تھی۔۔ نہیں وہ کچھ کام ہے مجھے۔ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

چلیں ٹھیک ہے اللہ حافظ۔۔۔ وہ کہتے ہیں گاڑی سے دروازہ کھولتے باہر نکل گئی تھی۔۔ اس نے دوبارہ کہنا بھی گوارہ نہیں کیا تھا۔ اب وہ اپنے گھر کی بل بجا رہی تھی۔ وہ گاڑی میں بیٹھے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے ایک دفعہ بھی پیچھے مڑ کر اسے نہیں دیکھا تھا۔ کہیں نہ کہیں اسے دکھ ہوا تھا۔ وہ اندر جا چکی تھی اور وہ بھی گاڑی سٹارٹ کرتے چلا گیا۔

____

رات کا کھانا کھا کر وہ کچھ دیر سب کے ساتھ بیٹھی تھی اور پھر اپنے کمرے میں آگئی تھی۔

فاریہ نے تین کپ چائے بنائے تھے ایک کپ شایان کو دیتے باقی دو کپ لیے وہ مومل کے کمرے میں آگئی تھی۔ وہ جو اپنے فون پر مصروف تھی اس کے آتے ہی فون سائڈ پر رکھا تھا۔

کیسی ہو؟؟ تمہیں کیسی لگ رہی ہوں؟ اس نے مسکراتے ہوئے الٹا سوال کیا تھا۔

بہت خوش۔۔۔ وہ مسکرا رہی تھی۔

اندازہ اچھا ہے تمہارا۔۔ ایک سائیڈ سمائل اس کے چہرے پہ آئی تھی۔ میں اندازے سے نہیں یقین سے کہہ سکتی ہوں۔۔۔

خدا تمہارا یقین سلامت رکھے وہ ہنستے ہوئے بولی تھی۔

امین۔۔۔۔ ویسے ایک بات پوچھوں؟؟؟ اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

ہاں پوچھو۔۔۔ اس نے چائے کا کپ لبوں سے لگایا تھا۔

شہریار بھائی تمہیں کیسے لگے؟ وہ تھوڑے پر جوش انداز میں بولی تھی. ایک گہری سے مسکراہٹ کے چہرے پہ آئی۔ پھر اس نے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا تھا۔ اتنا مشکل سوال۔۔۔۔

مومل کے لیے تو کوئی سوال مشکل نہیں ہوتا کیونکہ تم اس سوال کا جواب نہیں دینا چاہتی ہو وہ ایک الگ بات ہے۔۔۔ وہ طنز کر رہی تھی۔

کتنا جانتی ہو نا تم مجھے۔۔ ونک کرتے وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ مومل!! محبت کرنے والے بہت انمول

ہوتے ہیں اور وہ ہر کسی کے نصیب میں نہیں ہوتے. اگر آپ کو زندگی میں ایسا شخص مل جائے تو اسے تجربوں کی بھینٹ نہ چڑھاؤ۔ بلکہ قدر کرو وہ کہتے ہیں نا کہ بے رخی کے کرنے والوں سے محبت روٹھ جاتی ہے اور جن سے محبت روٹھ جائے ان سے زیادہ بدنصیب اس دنیا میں کوئی نہیں ہوتا ہے۔ وہ ایک ایک لفظ بہت نرمی سے ادا کر رہی تھی۔۔

اور کچھ کہنا ہے وہ ڈھٹائی سے بولی تھی۔ اس کی بات پر فاریہ نے سرد آہ بھرتے نفی میں سر ہلایا تھا۔

میری باتوں پر غور کرنا وہ کہتے ہی سائیڈ ٹیبل سے دونوں کپ اٹھا کر چلی گئی تھی۔

____

سنا ہے بھابھی اپنے مئیکے گئی ہیں۔ وہ ہنسی کنٹرول کرتے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

مل گئی تجھے بھی خبر۔۔۔ اس نے فائل سے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھتے ہ گھورتے ہوئے کہا۔

ہاں میں گھر گیا تھا سوچا تھا بھابھی کے ہاتھ کی چائے پیوں گا لیکن پتہ چلا وہ میکے گئی ہیں۔ وہ بیچاری سے شکل بناتے ہوئے بولا۔ میں اپنی بیوی کو دوسروں کے لیے نہیں چائے بنا کر دینے کے لیے نہیں لایا۔۔۔ یااللہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ لوگ کتنی جلدی بدل گئے ہیں۔ اللہ جی مہربانی فرمایئے مجھے بھی ایک بیوی دے دیں۔ اس نے باقاعدہ اوپر دیکھتے دونوں ہاتھوں کو دعا کی شکل میں اٹھاتے رونی صورت بنائی تھی۔

شہریار نے اس کو اس طرح کرتے دیکھ نفی میں سر ہلایا تھا۔

بھابھی کا رویہ کیسا ہے تیرے ساتھ۔۔۔ اب کی بار وہ سنجیدہ تھا۔ تھوڑا غصے کی تیز ہے باقی سب ٹھیک ہے۔ وہ ہلکا سا مسکرایا۔۔۔ مطلب ٹکر کی ملی ہے تجھے لڑکی۔۔۔ ویسے تو تو کسی کی ذرا سی اونچی اواز برداشت نہیں کرتا۔ تو اب کیا کرتا ہے پھر۔۔۔ بھابھی کے سامنے۔۔۔ اس نے بھابھی پر زور دیا تھا۔ وہ اسے چھیڑ رہا

تھا۔

"وہ واحد عورت ہے میری زندگی کی جس کی اونچی آواز بھی مجھے قبول ہے اور ویسے بھی اس کی نہیں سنوں گا تو لعنت ہے پھر شہریار قریشی پر۔۔۔

تجھے تو محبت نے اچھا خاصا مجنو بنا دیا ہے۔اس نے قہقہ لگایا تھا۔

اس کی محبت میں مجھے کوئی مجنوں کہے وہ بھی منظور ہے۔اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتا ہے بولا تھا۔

خدا تجھے اور تیری محبت کو قائم رکھے۔۔۔۔

خدا تیری زبان مبارک کرے۔۔۔۔۔

____

مومل پارک چلیں؟؟ وہ لان کی کرسیوں بیٹھی تھی۔جب فاریہ نے پر جوش لہجے آ کر اس کی طرف دیکھتے بولا۔

ہاں چلو وہ اپنی کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

جلدی واپس آ جانا آسیہ بیگم نے پیچھے سے آواز لگائی تھی۔ٹھیک ہے اماں وہ بھی اونچی آواز میں بولتے گیٹ کو عبور کرتے پارک کی طرف چلے گئے تھے۔

وہ پارک میں رکھی بینچ پر بیٹھ گئی تھیں۔ابھی انہیں کچھ دیر گزری تھی۔مومل کی نظر سامنے ایک منظر پر

پڑی تھی۔اس نے غصے سے مٹھیاں بھینچی تھیں۔

تیزی سے قدم اٹھاتے وہ ان کی طرف بڑی تھی فاریہ بھی پریشان ہوتے اس کے پیچھے گئی تھی۔وہ اسے اکیلا نہیں چھوڑ سکتی تھی.

____

اسلام علیکم !.

اگر آپ بھی لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اسے دوسروں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو ہم فراہم کر رہے ہیں آپ کو ایک ایسا پلیٹ فارم جو آپ کے لکھی ہوئی پوسٹ کو دنیا تک پہنچائے گا۔

اپنا ناول، ناولٹ، آرٹیکل، افسانہ، شاعری یا کچھ بھی لکھا ہو پبلش کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ہم سے رابطہ کریں۔

mklibrary13@gmail.com

اس کے علاوہ آپ ہمارے انسٹا گرام اور واٹس ایپ پر بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

Instagram: @mklibrary.official

What's up: +92-3144810202

____

وہاں کچھ لڑکے وہ لڑکیوں کی تنگ کر رہے تھے۔ان میں سے جس لڑکے نے ایک لڑکی کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا مومل نے آہستہ سے اس کی کمر پر پسٹل رکھی تھی۔اگر اگلے دو سیکنڈ میں تم یہاں سے دفعہ نا ہوئے تو تیسرے منٹ میں مجھے تمہاری ہڈیاں توڑنے میں بالکل ٹائم نہیں لگے گا۔وہ دانت پیستے اسے کھا جانے والے

نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔وہ لڑکا آنکھوں میں خوف لیے ایک نظر مومل کو اور پھر ایک نظر اس کے ہاتھ میں موجود گن کو دیکھ رہا تھا۔تمہارے پاس باقی ایک منٹ رہ گیا ہے۔میں۔۔۔۔۔میں۔۔۔۔جا رہا ہوں وہ کہتے ہی وہاں سے بھاگا تھا۔اس کے ساتھی بھی وہاں سے بھاگ گئے تھے آپ لوگ ٹھیک ہیں؟

جی ہم ٹھیک ہیں اپ کا شکریہ ہماری مدد کرنے کے لیے۔۔۔وہ دونوں لڑکیاں مسکرائیں۔

گھر کہاں ہے آپ کا ہم چھوڑ دیتے ہیں۔۔اس نے گن واپس رکھتے انہیں آفر کی تھی۔نہیں نہیں ہمارا گھر ادھر پاس ہی ہے ہم چلے جائیں گے۔چلو جیسے آپ لوگوں کی مرضی۔وہ کہتی ہے فاریہ کی طرف مڑی ۔۔۔چلو گھر چلائیں۔۔

اس نے چہرے پر سخت بزاریت سجائے بولا تھا۔پر مومی ہم ابھی تو آئے تھے۔وہ روہانسی ہوئی تھی فاریہ یار چل میرے دماغ کا میٹر پہلے گھما پڑا ہے مزید نہ گھما۔۔چل۔۔۔مومل اس کا ہاتھ پکڑے پاک سے باہر آگئی تھی۔وہ دونوں روڈ پر چلتے گھر کی طرف جا رہی تھیں۔جب فاریہ نے بات شروع کی تھی۔

مومل یہ مردوں کا معاشرہ ہے یہاں یہ سب کچھ ہوتا ہے ہم جیسے لوگ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔اس کے سنجیدہ چہرے کی طرف دیکھتے تھے بولی

کاش فاریہ کا یہ مردوں کا معاشرہ ہوتا اگر مردوں کا معاشرہ ہوتا تو یہاں انسان محفوظ ہوتا۔۔۔سامنے دیکھتے وہ افسوس سے بولی تھی۔

مطلب؟؟

مطلب کہ مرد کو اللہ نے محافظ بنایا ہے وہ عورت کی حفاظت کرنے کے لیے یہاں موجود ہے م۔گر ہمارے معاشرے کے مرد یہ بات سرے سے ہی بھول چکے ہیں۔اگر وہ یہ بات سمجھ جائیں تو شاید کسی کے ساتھ برا نہ ہو۔۔اس نے تلخی سے اپنا سر جھٹکا تھا۔

____

اج وہ اپنے گھر واپس جا رہی تھی۔ شہریار اسے پہلے فون کر کے بتا چکا تھا کہ وہ اسے لینے آ رہا ہے۔ اس لیے وہ اپنا سامان پیک کرتے سیڑھیاں اترتے نیچے آ رہی تھی۔ جب اس کی نظر شہریار پہ پڑی تھی جو اس وقت شایان، آسیہ بیگم اور جبار کے ساتھ بیٹھا تھا۔

السلام علیکم۔۔۔۔ اس نے تھوڑی اونچی آواز میں بولا تھا۔ شہریار نے گردن گھما کر اسے دیکھا تھا۔ آج وہ اسے پورے تین بعد دیکھ رہا تھا۔

چلیں؟ اس نے پوچھا تھا۔ ارے بیٹا کھانا کھا کر جانا آسیہ بیگم نے انہیں روکنا چاہا تھا۔ نہیں انٹی کھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بس ہمیں ہم چلتے ہیں۔ وہ کہتے ہی اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔ ان سب سے مل کر اس نے ممل کے ہاتھ سے اس کا سامان پکڑ لیا تھا۔ آجائیں میں گاڑی میں آپ کا ویٹ کر رہا ہوں۔ اس کی آنکھوں میں جھانکتے اس نے آہستہ سے اس کی طرف دیکھتے بولا تھا

وہ بھی سب سے مل کر اس کے پیچھے چلی گئی تھی۔

کمرہ آپ کو بہت مس کر رہا تھا۔ اس نے سامان صوفے پر رکھا تھا۔ اس کی بات پر وہ پلٹی تھی۔

اور کمرے میں رہنے والا؟ اس نے نہیں کیا مس؟؟

اس کا حال نا قابل بیان ہے محترمہ۔۔۔۔ اس نے آہ بھری تھی۔

____

چائے پیئیں گی؟

وہ اس کی طرف دیکھتے بہت نرمی سے بولا تھا۔

وہ جو کوئی کتاب پڑھ رہی تھی نظریں اٹھا کر سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔

کون بنا رہا ہے؟؟

آپ۔۔۔ مسکراتے ہوئے اس نے بولا۔۔۔

وہ حکم نہیں دے رہا تھا مگر اس کے لہجے میں مان تھا کہ شاید وہ اس کی بات مان جائے اور وہ مومل تھی اسے مان رکھنے آتے تھے۔اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی کتاب سائیڈ پہ رکھی تھی اور بیڈ سے اترتے چپل پہنتے وہ چائے بنانے چلی گئی۔

اسے لگا تھا وہ انکار کر دے گی مگر اس طرح اس کے مان جانے پر اسے خوشی ہوئی تھی۔وہ چائے لے کر جب کمرے میں آئی تھی تو وہاں کہیں نہیں تھا۔اس نے پورے کمرے میں نظریں دوڑائیں تھیں۔

اسے بالکونی کا دروازہ کھلا ملا تھا۔یعنی وہ وہاں تھا۔اس کے پاس جاتے ہاتھ میں پکڑا کپ اس نے اس کی طرف بڑھایا تھا۔

شکریہ۔۔چائے کا کپ پکڑتے اس نے اس کی طرف دیکھا۔

شکریہ کہ کوئی بات نہیں ہے مسٹر شہریار قریشی میں ایسے نہیں کام کرتی رہتی ہوں۔وہ شوخ لہجے میں بولی

تھی۔اس کے طرح کہنے پہ شہریار نے ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا۔

ویسے ایک بات پوچھوں آپ سے ؟اس نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھتے بولا۔

جی پوچھیں۔۔۔۔

آپ کو محبت پر اور۔۔۔محبت کرنے والوں پر یقین کیوں نہیں ہے ؟اس نے نہایت تعجب سے پوچھا۔کیونکہ کہ ہم انسانوں کے فطرت ہے ہم تب تک اس چیز کے پیچھے بھاگتے ہیں جب تک وہ ہمیں حاصل نہ ہو۔جب وہ ہمیں مل جاتی ہے پھر۔۔۔کہاں وہ چیز اور پھر کہاں ہم۔۔۔یہی حال میرے نزدیک محبت کرنے والوں کا بھی ہے۔۔۔انہیں بھی جب ان کی محبت مل جائے تو کہاں کی محبت اور کہاں کے ہم۔۔۔۔اسے ایسے نظر انداز کرتے ہیں جیسے کبھی ہم نے اسے چاہا ہی نہیں تھا۔۔۔۔اور پھر آخر میں اسے چھوڑ دیتے ہیں۔۔۔۔

اس کے لہجے میں موجود تلخی کو شہریار نے اچھے سے محسوس کیا تھا۔

اپ کو لگتا ہے میں اپ کو چھوڑ دوں گا۔۔۔

شاید۔۔۔۔۔کہیں نہ کہیں۔۔۔۔۔۔۔وہ بلا جھجک بولی تھی

اس نے ایک دفعہ بھی نہیں سوچا تھا کہ اس کا یہ جواب اس کے دل پر قہر بن کے گزرا تھا

آپ کو چھوڑ دوں۔۔۔

تو مر نا جاؤں۔۔۔وہ اسے یقین دلانا چاہتا تھا۔

کوئی کسی کے بغیر نہیں مرتا شہریار۔۔۔وہ سنگ دل تھی اور وہ آج ثابت کر رہی تھی۔

میں مر جاؤں گا تو کیا اپ یقین کر لیں گی۔وہ زمانے بھر کا کرب اپنی آواز میں سموئے بولا تھا۔

آپ باتیں بہت خوبصورت کرتے ہیں مسٹر شہریار قریشی۔۔۔وہ طنز کر رہی تھی یا تعریف اس لیے اندازہ کرنا مشکل تھا۔۔

میری ہر خوبصورت بات صرف آپ کے لیے ہے محترمہ۔۔۔مگر کاش کبھی کسی ایک بات کا بھی آپ پر اثر

ہو جائے۔۔آخری بات اس نے بہت آہستہ سے بولی تھی۔وہ بھی اس کے انداز میں بولا تھا۔

چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے آپ کی۔۔۔وہ اس کے بات کو مکمل طور پر نظرانداز کر گئی تھ۔ی کبھی کبھی اس کا دل کرتا تھا کہ وہ اس شخص پر یقین کر لے مگر اس کا دماغ اس سے کہتا تھا کہ اپنے سامنے بھی اتنے لوگوں کی مثال دیکھ کر تم یقین کرنا چاہتی ہو۔پھر وہ ارادہ بدل لیتی تھی۔نہ جانے اس دل و دماغ کی جنگ میں جیت کس لیے ہونے والی تھی۔

___________________,

بھابھی مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔وہ سامنے رکھے صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ول ہاں بولو کیا بات ہے وہ مکمل اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

وہ۔۔۔نا۔۔۔۔۔۔دراصل۔۔۔وہ جھکائے جھجکتے ہوئے بول رہا تھا۔وہ۔۔۔وہ۔۔۔۔ہی کرتے رہو گے۔تو ہم اروبہ کو کہیں اور بیاہ دیں گے۔پھر بیٹھے رہنا۔لاپرواہی سے بولا گیا تھا۔

اس کی بات پر ہادی نے جھٹکے سے سر اٹھایا تھا۔حیرانی سے اسے دیکھا

آپ کو کیسے پتہ چلا۔۔۔وہ آنکھوں میں دنیا جہاں کی حیرانگی لیے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

کیونکہ میں مومل ہوں اس لیے۔۔۔وہ تھوڑا شوخ لہجے میں بولی تھی۔

آپ کو پتہ تھا تو پھر مجھ سے کیوں پوچھ رہی تھیں۔اس نے ناراضگی ظاہر کی تھی۔

میں دیکھنا چاہ رہی تھی کہ تم کیا جواب دو گے۔

پلیز بھابھی جی میری کشتی بار لگادیں رونی صورت بناتے اس نے محنت کرتے بولا تھا۔ شہریار کو پتہ ہے تمہاری داستان محبت کا۔ وہ آئیبرو اچکاتے اس کی طرف دیکھتے بولی۔

ارے نہیں بھابھی اسے پتہ چلا تو زمین میں گاڑ دے گا مجھے۔ خوف بھرے لہجے بولا۔

لو جی اب یا تو محبت کر لو یا پھر لڑکی کے بھائی سے ڈر لو۔ ایک کام ہو سکتا ہے۔ اس نے مکمل لاپرواہی ظاہر کی تھی۔ ایسا نہ کہیں بھابی کچھ مدد ہی کر دیں میری۔ وہ التجا کر رہا تھا دیکھو ہادی اگر تم اس معاملے میں واقع سنجیدہ ہو تو اپنے گھر والوں کو رشتے کے لیے بھیجو۔ وہ سنجیدہ تھی۔ بھابھی میں اس معاملے میں واقع سنجیدہ ہوں اور ٹھیک ہے میں ماما بابا سے بات کر کے ان کو بھیجتا ہوں۔ وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔ ٹھیک ہے پھر میں بھی بات کروں گی شہریار سے۔ وہ بھی بدلے میں مسکرائی تھی۔ شکریہ میری مدد کرنے کے لیے۔

شکریہ کہ کوئی بات نہیں ہے میں ایسے نیک کام کرتی رہتی ہوں۔ وہ ہنستے ہوئے بولی تھی۔

____

وہ گہرے نیند میں ڈوبی تھی جب اسے لگا تھا کہ اس کا کندھا کسی نے زور سے ہلایا۔

اس نے ادھی کھلی آنکھوں سے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔ کیا ہوا شہریار اتنی رات کو کیوں جگا رہے ہیں؟

اس کی نیند میں ڈوبی اواز کمرے میں گونجی تھی۔

اپ میرے ساتھ چلیں بتاتا ہوں۔

وہ اس کا ہاتھ پکڑے باہر کی طرف لے گیا تھا۔ بیک یارڈ میں جانے کے بعد اس کی آنکھیں مکمل کھل گئی

تھیں۔ پورے بیک یارڈ کو بہت ہی خوبصورتیسے سجایا گیا تھا۔ ہر طرف لائٹس گلاب کے پھول لگائے گئے تھے ۔اسے لگا تھا کہ جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے۔ جب اچانک سے جزبات سے لبریز آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔

"سالگرہ مبارک سکون قلب"

شہریار کی آواز اسے ہوش کی دنیا میں واپس لائی تھی۔ وہ جھٹکے سے پلٹی تھی۔

وہ ہاتھوں میں پھولوں کا خوبصورت بوکے لیے اس کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

کیا ہوا پسند نہیں ایا اپ کو؟؟ اس کی حیرت زدہ چہرے کی طرف دیکھتے بولا۔

نہیں بہت خوبصورت ہے یہ سب کچھ۔۔ بالکل ایک خواب کی طرح۔ اس کے ہاتھ سے بوکے لیتے وہ کھوئے ہوئے لہجے میں بولی۔

آئیں کیک کٹ کریں۔ وہ ہاتھ کے اشارے سے سامنے کی طرف لے گیا تھا۔

سامنے ہی دو کرسیاں تھیں جن کے درمیان ایک میز تھی۔ اس نے اس کے ہاتھ سے چھری پکڑی تھی۔ اس نے کیک کٹ کر کے اس کا چھوٹا سا ٹکڑا ایا شہریار کی طرف بڑھایا تھا۔

اب آپ کے گفٹ کی باری۔۔۔ آجائیں۔۔

ان سب کے بعد گفٹ کی ضرورت نہیں تھی شہریار۔۔۔۔

ایک تو جب بھی اس طرح اس کا نام لیتی تھی ہائے۔۔۔۔ جان ہی لے لیتی تھی۔

کیوں ضرورت نہیں تھی اپ آئیں میرے ساتھ۔۔ میری محترمہ کی سالگرہ تھی گفٹ کی ضرورت کیوں نہیں تھی۔۔ اب کی بار وہ اسے گیراج میں لے گیا تھا۔ جہاں ایک کالے کپڑے کے نیچے نہ جانے کیا تھا۔ اس نے سوالیہ نظروں سے شہریار کی طرف دیکھا۔ وہ اگے بڑھا تھا۔ ایک جھٹکے سے اس نے کپڑا اہٹایا۔ وہاں کچھ اور نہیں اس کی سب سے پسندیدہ ہیوی بائک تھی۔ وہ پوری آنکھیں کھولے کبھی بائیک کو اور کبھی اپنے

سامنے کھڑے شوہر کو دیکھ رہی تھی۔

جو اس کی ہر پسند اور شوق اس طرح پورا کرتے تھا کہ وہ حیران رہ جاتی تھی۔

ٹرائی نہیں کریں گی؟ وہ اس کی طرف چابی بڑھاتے بولا۔

ایک ریس ہو جائے۔۔۔ونک کرتے اس کی طرف دیکھ ہنستے ہوئے بولی تھی۔

جی ضرور۔۔۔اس نے سر کو خم کیا تھا۔

اب منظر بدلا تھا وہ تو نے اس وقت اپنی اپنی ہیوی بائکس پر بیٹھے تھے۔دونوں ہی نے بلیک ہوڈیز کے ساتھ جینز پہنی تھی۔فرق اتنا کہ مومل کی ہوڈی گھٹنوں تک تھی۔

کیا آپ ہارنے کے لیے تیار ہیں مسٹر شہریار قریشی۔۔۔ایکسائیٹ سمائل کے ساتھ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

جی بالکل مگر اپ کو ہرانے کے لیے وہ بھی اسی کے انداز میں بولا تھا۔

دونوں اپنی بائک سٹارٹ کی تھیں اور کچھ ہی دیر میں ان کی بائکس ہوا سے باتیں کرتی دکھائی دی تھیں۔ان کے بائکس کی اواز اس سنسان سڑک پر چنگاڑتی ہوئی جا رہی تھیں۔

اس نے نظریں اٹھا کر سامنے دیکھا تھا جہاں کوئی اور نہیں بلکہ شہریار تھا اس نے ریس بڑھا دی تھی کیونکہ وہ ہارنا نہیں چاہتی تھی۔اس کے بالکل قریب جاتے مومل نے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا تھا اور شہادت اور اس کی ساتھ والی انگلی کو ماتھے کے تک لے جاتی سلام کی صورت میں اس کی طرف اشارہ کیا تھا اور پھر بائک کو تیزی سے وہاں کے جاتے وہ ونگ پوائنٹ تک پہنچی تھی۔

مومل نے بائک روک کر ہیلمٹ اتارا تھا۔وہ جیت چکی تھی۔

وہ ہار گیا تھا۔،"پر ہاں جان بوجھ کر"

کیونکہ مومل کے چہرے پر جو جیتنے کے بعد خوشی تھی اس کے لیے وہ کچھ بھی کر سکتا تھا۔شہریار قریشی مومل

درانی کے لیے جیتی ہوئی جنگ بھی ہار سکتا تھا۔یہ تو پھر معمولی سی ریس تھی۔

تو پھر کیسا لگ رہا ہے اپ کو ہار کر مسٹر شہریار قریشی۔اپنے بائیک کو سٹینڈ پر لگاتے ہیلمٹ کو وہیں ہینڈل پر رکھتے ہوئے وہ آہستہ سے چلتے ہوئے اس کے عین سامنے آکھڑی ہوئی تھی۔اس کی بات پر وہ نیچے منہ کر کے مسکرایا تھا۔

بہت خوشی ہو رہی ہے محترمہ آپ کے جیتنے کی۔۔اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

اپنے ہارنے کا دکھ نہیں ہے ؟اس نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

آپ کی جیت کے آگے میرا ہارنا معنی نہیں رکھتا محترمہ۔وہ بہت اطمینان سے بولا تھا۔

گھر چلیں صبح ہونے والی ہے وہ واپس اپنی بائک کی طرف مڑتے بولی۔اس بار بھی اس کی اپنی بات کے نظر انداز ہونے پر اس نے ہنستے ہوئے نفع میں سر ہلایا۔

____

آپ واپس کب جا رہے ہیں ؟اس کی طرف دیکھتے بہت اہستہ سے بولی۔

ایک ہفتے بعد۔۔۔موبائل سے سر اٹھا کر اس نے سامنے کھڑی بیوی کو دیکھا تھا۔۔جس کی آنکھیں بہنے کے لیے تیار تھیں۔فاریہ ادھر آئیں۔اس کی پکار پر وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے اس کے پاس صوفے پر جا بیٹھی تھی۔

آپ رو کیوں رہی ہیں۔شایان نے چہرہ موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔آپ جا رہے ہیں نا۔۔اسی لیے اس کی

نمی میں گلی آواز شایان کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔

آ جاؤں گا جلدی واپس۔۔۔اس نے اپنی طرف سے تسلی دی تھی۔

کتنی جلدی؟؟؟اس کی معصومت سے پوچھا گیا سوال پر وہ ہلکا سا مسکرا دیا تھا۔

بہت جلدی وہ بھی اسی انداز میں بولا۔

میں کیسے رہوں گی آپ کے بغیر مجھے ڈر لگتا ہے۔فاریہ آپ کیپٹن درانی کی بیوی ہیں۔آپ کو مضبوط ہونا چاہیے۔نا کہ ایسا رونا چاہیے۔یہ دنیا کمزور لوگوں کے لیے نہیں ہے۔اس دنیا میں وہی لوگ سروائیو کر سکتے ہیں جو دنیا اور دنیا والوں کی ٹکر کے ہوں۔کمزور اور بزدل لوگوں کو یہ دنیا کچل کر رکھ دیتی ہے۔اسی لیے مضبوط بنیں اور ہر طرح سے حالات کا مقابلہ کرنا سیکھیں۔صرف اتنا سوچیں کہ زندگی اور موت اور عزت اور ذلت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔انسان کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔وہ اسے بہت پیار سے سمجھا رہا تھا یا پھر وہ اسے اس دنیا سے اور یہاں کے لوگوں سے لڑنا سکھا رہا تھا۔

"بہر حال جو بھی تھا کمال تھا۔"

____

وہ جو آئینے کے سامنے کھڑی اپنے بالوں کو برش کری تھی اور آئینے میں نظر آتے اس کے عکس کو دیکھ رہی تھی۔وہ اپنے فون میں جانے کیا کر رہا تھا۔وہ اب دونوں ہاتھوں سے بالوں کو سمیٹتے ان کو جوڑے کی شکل میں باندھتے ڈریسنگ کے سامنے رکھے کلپ کو بالوں میں لگاتے۔اس کی طرف مڑی تھی۔مجھے آپ کا فون

چاہیے۔۔۔ سنجیدہ چہرہ لیے وہ اس کے سامنے ہاتھ کیے کھڑی تھی۔

خیریت ؟؟؟ وہ اس کے اس طرح فون مانگنے پر حیران ہوا تھا۔ ہاں جی خیریت ہے بس مجھے آپ کا فون چاہیے۔ وہ بعضد تھی۔ سوری وائی فی فون دینے والا کوئی مذاق نہیں ہے۔ اسی لیے میں آپ کو فون نہیں دے سکتا۔ وہ سر کو دائیں بائیں نفی میں ہلاتے بولا۔

کیوں اس میں اپ کی گرل فرینڈز کے نمبر ہیں اسی لیے۔۔ آنکھیں چھوٹی کرتے وہ اس گھورت ہوئے بولی تھی۔

ہاں جی اگر آپ نے ان سے بات کرلی تو وہ مجھ سے ناراض ہو جائیں گی نا۔۔ اسے اپنی گرل فرینڈز کے ناراض ہونے کا ڈر تھا۔

کتنی گرل فرینڈز ہیں آپ کی۔ وہ دانت پیتے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے بول رہی تھی۔ ااس کی بات پر شہریار نے ٹھنڈی آہ بھری تھی۔ پہلے زیادہ تھیں مگر جب سے میری شادی ہوئی ہے آدھی نے تو بریک اپ کرلیا۔ وہ گہرے دکھ میں دکھائی دیا تھا۔

اچھا بہت افسوس ہوا سن کر ویسے ابھی کتنی بچ گئی ہیں۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ سامنے بیٹھے شخص کا سر پھاڑ دے۔ وہ غلط ٹائم پہ مذاق کر رہا تھا۔ بس زیادہ نہیں یہی کوئی 2015 وہ لاپرواہی سے کندھے اچکاتے بولا۔

2015 کچھ کم نہیں ہے وہ طنز کر رہی تھی۔

ہاں بس کیا کریں۔۔۔ فون دیں مجھے اپنا۔۔۔ وہ واپس اپنی اسی بات پر آگئی تھی۔ اس بار وہ غصے میں تھی۔

نہیں میں آپ کو اپنا فون نہیں دے سکتا۔ اس نے انکار کیا تھا۔ میں اپ سے بات نہیں کروں گی۔ شہریار۔ وہ دھمکی دینے پر اتر آئی تھی۔

چلیں ٹھیک ہے۔۔ وہ مکمل لاپرواہ بنا تھا۔ وسے یہ تو بتاتی جائیں اپنی بات پر کب تک قائم رہیں گی۔ میرا

مطلب ہے یہ سکون کب تک قائم رہے گا۔اس نے پیچھے سے آواز لگائی تھی اور یہاں اس نے اپنی موت کو دعوت دی تھی۔ مومل نے دروازہ کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھا تھا۔جب شہریار کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔

اس کی بات پر وہ ایک جھٹکے سے مڑی تھی۔ہاں میرے خاموش رہنے سے تو آپ کی زندگی میں سکون رہے گانا۔۔ٹھیک ہے۔۔وہ ٹھا کی اواز سے دروازہ بند کرتے چلی گئی۔اس کے جانے کے بعد اس کے اس کمرے میں شہریار کا کہ قہقہ گونجا تھا۔

شام کے کھانے پر وہ شہریار کے ساتھ والی کرسی چھوڑ کر اروبہ کے ساتھ بیٹھ گئی تھی۔مطلب مکمل ناراضگی کا اظہار تھا۔اس کی اس حرکت پر شہریار کو ہنسی آئی تھی۔

مومل کے اروبہ کے ساتھ بیٹھنے پر شاہ میر نے شریار کو کہنی ماری تھی۔۔حالات کچھ خراب لگ رہے ہیں۔ اس کی بات پر شہریار نے اسے گھوری سے نوازا تھا۔

کھانے پر دھیان دو۔۔۔وہ تھوڑے سخت لہجے میں گویا ہوا۔ منالیں۔۔مان جائیں گی میری بھابھی بہت اچھی ہیں۔اس نے مسکراہٹ دباتے کہا وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔

شاہ میر تم کھانے کے ٹیبل پر قتل ہونا پسند کرو گے۔اس نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھا۔

نہیں بالکل بھی نہیں وہ زور وشور سے نفلی میں سر ہلاتے بولا۔گڈ چپ چاپ کھانا کھاؤ۔

وہ کھانے کے بعد جیسے ہی کمرہ میں داخل ہوا تو وہاں نہیں تھی اسے لگا تھا وہ شاید کچھ ہی دیر میں اجائے گی۔ تقریبا ایک گھنٹہ انتظار کرنے کے بعد وہ بیڈ سے اترتے پاؤں میں چپل پہنتے اسے ڈھونڈنے گیا۔اس نے گیسٹ روم کا دروازہ کھو کا تھا۔وہ سامنے ہی کتاب پڑھ رہی تھ اس نے آنے والے کو دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی۔

شاید وہ بہت زیادہ ناراض تھی۔مومل!!!کمرے میں اس کی آواز گونجی تھی۔

جس کا اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

مومل!!!!اس نے ایک دفعہ پھر پکارا تھا۔اب آ

وہ اس کے عین سامنے جا کھڑا ہوا تھا۔"مومل میری بات کا جواب تو دیں۔ غصہ ہو لیں۔۔۔۔ باتیں سنا دیں۔۔۔۔ لیکن اس طرح ناراض نہ ہوں جاناں"

وہ آہستہ سے اس کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھتے بولا تھا۔اب کی بار اس نے چہرہ موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

کیا میں آپ کو جانتی ہوں؟ وہ اتنی سنجیدگی سے بولی تھی کہ وہ حیران رہ گیا تھا۔ایک لمحے کے لیے اس کے سوال پر شہریار نے سرد آہ بھری تھی۔ مطلب وہ اس سے بہت زیادہ ناراض تھی۔ پہچاننے سے تو انکار نہ کریں۔۔۔۔ وہ منت بھرے لہجہ میں بولا۔ یہ لے میرا فون جو دیکھنا ہے دیکھ لیں۔۔۔ جس سے بات کرنی ہے کر لیں۔اس نے جیب سے فون نکالتے اس کی طرف بڑھایا تھا۔

نہیں چاہیے لے جائیں اپنے فون کو بھی اور خود بھی یہاں سے چلے جائیں۔مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی ہے۔وہ غصہ تھی اور شدید۔۔۔۔۔

جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے میرا بولنا آپ کے سکون میں خلل ڈالتا ہے تو یہاں بیٹھ کر اپنا سکون کیوں غرق کر رہے ہیں۔جائیں اور جا کر سکون سے سو جائیں مسٹر شہر قریشی۔میرا دماغ نہیں خراب کریں۔اس کی بات پر شہریار کو ہنسی آئی تھی۔کہ وہ اتنی چھوٹی سی بات کو لے کر بیٹھ گئی تھی۔

"میرا سکون تو آپ ہیں مسز شہریار قریشی۔۔۔ وہ بہت آہستہ آواز میں بولا تھا۔چہرہ نیچے کیے وہ اپنی غلطی کے اعتراف کر رہا تھا۔

ناراضگی ختم کرنے کا کیا لیں گی؟ وہ ہنوز اس گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا۔

مومل نے اس کی بات پر چہرہ موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

سوچ لیں۔۔۔۔

محبت کے معاملوں میں اگر لوگ سوچنے سمجھنے سے کام لینے لگ جائیں تو پھر کیسی محبت۔۔۔۔آپ حکم کریں ۔۔۔اس بار وہ خوش دکھائی دے رہی تھا۔ چلو کسی طرح تو وہ راضی ہوئی

مارکیٹ میں جو نیو گن آئی ہے مجھے وہ چاہیے۔

ڈن۔۔۔۔۔کچھ ہی دنوں میں مل جائے گی اپ کو۔ وہ کھڑے ہوتے بولا تھا۔

سوچ لیں وہ تھوڑی مہنگی ہے۔ وہ کتاب رکھتے اس کی طرف مکمل متوجہ ہوئی تھی۔ کوئی مسئلہ نہیں ہے اور کچھ ؟؟ وہ بہت ہی پر سکون انداز میں بولا۔

"اس نے تو تب بھی نہیں سوچا تھا جب وہ اپنی سب سے قیمتی چیز اسے دے رہا تھا یعنی کہ اپنا دل..."

"وہ دنیا وار سکتا تھا اس کے صدقے میں یہاں وہ ایک گن کی قیمت کو لے کے بیٹھی تھی"۔

واک پہ چلیں۔۔۔ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ ریڈی ہو کر آجائیں۔ میں نے آپ کا ویٹ کر رہا ہوں۔

اب کی بار ہلکا سا مسکرائی تھی۔اور یہیں شہریار قریشی کی دنیا ختم ہوتی تھی۔

وہ دونوں اس سنسان سڑک پر آہستہ سے چلتے ہوئے جا رہے تھے۔ شہریار نے باٹل گرین کلر کی شرٹ کے ساتھ کھلا سا ٹراؤزر پہنا تھا۔

ایک بات پوچھوں آپ سے ؟؟ چلتے چلتے اس نے چہرہ موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔۔ وہ جو سامنے دیکھتے ہوئے چل رہا تھا۔جی پوچھیں...

آپ کو مجھ پہ غصہ نہیں آتا؟

مجھے آپ پر غصہ کیوں آئے گا؟

میرے رویوں پر۔۔۔میری تلخ باتوں پر۔۔۔

آپ کو اختیار دیا ہے۔آپ کو حق ہے یہ۔۔۔ورنہ شہریار قریشی کے سامنے کوئی نظریں اٹھا کر بھی بات نہیں کرتا ہے۔آپ میری محترمہ ہیں آپ کے پاس یہ اختیار ہے کہ آپ مجھ سے اس لہجے میں بات کر سکتی ہیں۔۔

اور مجھ پر یہ مہربانی کیوں؟؟

کیونکہ آپ عشق ہیں اور وہ بھی اکلوتا۔

اس بار وہ خاموش ہو گئی تھی۔اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔اور نہ ہی ایسا کچھ جو وہ بول سکتی۔وہ پھر سے یوں ہی خاموشی سے چلنے لگے تھے۔

محبت کی سب سے خوبصورت چیز کیا ہوتی ہے شہریار؟

محبوب۔۔۔۔وہ ایک لفظ میں اسے بہت کچھ جتا گیا تھا۔

اور وہ اتنا خوبصورت کیوں لگتا ہے۔

کیونکہ اس سے محبت ہوتی ہے۔

اور اس سے محبت کیوں ہوتی ہے۔

کیونکہ وہ محبوب ہوتا ہے۔

اور وہ محبوب کیوں ہوتا ہے۔

کیونکہ اس سے محبت ہوتی ہے۔

اب کی بار اسے اپنی بات واقعی بے وقوفی لگی تھی۔مگر وہ نہ جانے کیوں اس سے پوچھ رہی تھی۔اور کچھ پوچھنا ہے آپ نے وہ گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھتے بولا تھا۔جہاں وہ سامنے سنسان سڑک کی طرف دیکھ رہی تھی۔

اپ اتنے اچھا کیوں ہے اس کی نظریں سڑک پر ہی تھیں۔

۔صرف آپ کے لیے ہوں سب کے لیے نہیں ہوں۔

اس کی ہر بات اسے لاجواب کر رہی تھی۔اس کے پاس الفاظ نہیں تھے کہ وہ اسے جواب دیتی۔اسی لیے وہ اپنا سوال بدل دیتی تھی۔ لیکن خیر یہ بھی اچھا تھا۔

____

وہ دونوں اس وقت اس وسیع گھر کے گارڈن میں لگے جھولے پر بیٹھی تھیں۔میں آپ سے ایک بات پوچھوں؟۔

جھولا جھولتے ہوئے اروبہ نے گردن موڑ کر اسے دیکھا تھا۔ہاں پوچھو؟

اپ کو بھائی کیسے لگتے ہیں۔۔اس کی بات پر وہ ہلکا سا مسکرائی تھی۔

کافی مشکل سوال نہیں ہے یہ۔۔۔

میرے خیال سے بالکل بھی نہیں ہے۔اروبہ نے اسی کے انداز سے جواب دیا تھا۔

تمہارا بھائی۔۔۔۔۔۔وہ ایک لمحے کے لیے رک گئی تھی۔اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔مجھے میری کتابوں کے اس کردار جیسا لگتا ہے جو میرے لیے اس کہانی میں بہت خاص ہوتا ہے جس پر پوری کہانی ہوتی ہے جس کی وجہ سے میں نے وہ کہانی پڑھی ہوتی ہے بالکل ویسا۔۔۔

اتنے گہرے الفاظ استعمال کیے ہیں آپ نے یقین کریں مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا۔وہ ہنستے ہوئے بول رہی تھی۔

کوئی بات نہیں آجائے گا سمجھ۔۔

یہ رمشہ کب واپس آئی وہ سامنے آتی اپنی تایازاد کو دیکھ کر بولی۔

یہ گئی کہاں تھی۔۔۔اس نے الٹا سوال کیا تھا۔

کینیڈا۔۔۔یہ مجھے بالکل نہیں پسند بھابھی۔۔۔وہ ناک چڑھاتے بولی

بری بات ہے اروبہ ایسا نہیں بولتے۔۔۔اس نے گھوراتھا اسے۔

بھابھی آپ نے نہیں جانتی اسے۔۔وہ اب بھی باز نہیں آئی تھی۔اچھا خاموش۔۔۔ بالکل۔۔۔۔وہ اسی طرف آرہی ہے۔

اروبہ کیسی ہو؟؟وہ ان نے قریب آگئی۔Hey

یہ کون ہے؟؟وہ مومل کو دیکھ کر سرتاپیر دیکھتے اکڑے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔

پہچان تو گئی تھی مگر وہ جاننا چاہتی تھی کہ وہ یہاں کیا کررہی ہے۔

یہ میری بھابھی ہیں مومل شہریار قریشی۔اس نے جان بوجھ کر اس کا پورا تعارف کرایا تھا۔ویسے مجھے سمجھ نہیں آرہی تمہارے بھائی نے آخر اس میں کیا دیکھا ہے۔وہ آنکھیں گھماتے بولی۔

وہی جو انہوں نے تم میں نے دیکھا۔۔۔اروبہ نے اسے گھر کا کیا تھا۔

ویسے کسی کسی جو ان کی اوقات سے بڑھ کر چیزیں ملتی ہیں۔اور مجھے لگتا ہے کہ تم ان میں سے ایک ہو مومل۔

وہ آہستہ سے چلتے ہوئے عین اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی تھی۔اس کا طنز اچھے سے سمجھ گئی تھی۔

صحیح کہا تم نے مجھے تو میری اوقات سے بڑھ کر سب کچھ مل گیا لیکن تم اسی چیز سے اپنی اوقات کا اندازہ بھی لگا لو تمہاری پہنچ سے اور اوقات سے دور کوسوں دور ہے جو مجھے بہت آسانی سے ملا ہے۔

بہت غرور ہے تمہیں اس بات پر۔۔۔

نہیں ناز ہے اپنی قسمت پر بھی اور مان ہے اس شخص پر بھی۔۔۔آج رمشہ قریشی کے لیے یہ ہی کافی تھا۔ چلو

اروبہ ہمیں دنیامیں اور بھی کام ہیں۔فارغ وقت نہیں ہے ہمارے پاس ان جیسے لوگوں کے منہ لگنے کا۔۔وہ اس کا بازو پکڑتے وہاں سے چلی گئی تھی۔رمشہ نے غصے سے اس کی پشت کو گھورا تھا۔

____

وہ کمرے میں داخل ہوا تھا۔وہ وہاں نہیں تھی واش روم کا دروازہ کلک کی آواز سے کھولا تھا۔گیلے بال جن کی بوندیں زمین پر گر رہی تھیں۔سبز رنگ کا جوڑا جس پر ہلکا سا گولڈن کام تھا۔وہ کچھ کہنے آیا تھا۔لیکن اسے دیکھ کر اپنی جگہ ساخت ہو گیا تھا۔وہ بھول گیا تھا وہ کیا کرنے آیا ہے۔

اپ کو کچھ کہنا ہے شایان؟؟وہ اسے یوں کھڑا دیکھ کے آخر بولی پڑی تھی۔ہاں۔۔۔۔وہ۔۔۔میں۔۔۔آپ کے لیے کچھ لایا تھا۔

فاریہ کی آواز پر وہ واپس اپنی ہوش کے دنیا میں آیا تھا۔

کیا لے کر آئے ہیں اپ؟؟بالوں کو ایک ہاتھ سے کان کے پیچھے کرتے وہ کچھ قدم آگے ہوتے بولی تھی۔

شایان نے جیب سے ایک مخملی ڈبی نکالی تھی۔پھر وہ چلتے اس کے عین سامنے آیا تھا۔آہستہ سے اس نے ڈبی کو کھولتے اس نے نظریں سامنے اٹھا کر فاریہ کو دیکھا تھا۔وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

اس ڈبے میں خوبصورت سی رنگ تھی۔شایان نے آہستہ سے فاریہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تھا اور اسے کے ہاتھ کی تیسری انگلی میں وہ رنگ پہنائی تھی۔

کیسی لگی؟وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

بہت خوبصورت۔۔۔وہ رنگ کر دیکھتے ایک ٹرانس کی کیفیت میں بولی تھی۔

میری کل کی ٹکٹ بک ہو گئی ہے صبح نو بجے نکلنا ہے میں نے گھر سے۔وہ صوفے پر بیٹھتے اسے بتارہا تھا۔

وہ بھی اس کے پاس جابیٹھی تھی۔میں

آپ کاانتظار کروں گی وہ بوجھل لہجے میں بولی تھی۔

اور میں اپ کو بہت مس کروں گا۔اس کی طرف دیکھتے وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔

میں بھی اپ کو بہت مس کروں گی۔۔۔ایک آنسو ٹوٹ کر اس کی انکھ سے گرا تھا۔شایان نے ہاتھ بڑھا کر آہستہ سے اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔

یہاں بہت سارے لوگ ہیں ماما بابا دادی بھائی بچے مجھے امید ہے کہ تم سب میں گھل مل جاؤ گی۔ تمہیں میری کمی محسوس نہیں ہو گی۔وہ اسے تسلی دے رہا تھا۔

ساری دنیا کے لوگ اور چیزیں مل کر بھی میرے لیے اپ کی کمی کو پورا نہیں کر سکتے۔

آپ کیپٹن شایان درانی کی بیوی ہیں بہادر بنے زندگی بے خوف ہو کر بہادری سے جینے کا نام ہے۔ورنہ زمانہ نیچ کھائے گا

وہ آہستہ سے اپنا ہاتھ اس کے بازو پر مسلتے بولا۔

کوشش کروں گی۔۔ سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھتے وہ ہلکا سا مسکرائی تھی۔

یہ ہوئی نا بات وہ بھی بدلے میں مسکرا دیا تھا۔

____

وہ بک شیلف کے پاس کھڑے اپنی کتابوں کو ترتیب صحیح کرر ہی تھی۔ جب اس کا فون رنگ ہوا تھا۔ رنگ کی آواز پہ تو پلٹ کر چلتے ہوئے وہ بیڈ کے پاس آئی تھی اور فون اٹھایا تھا۔

"مجازی خدا"، فون سکرین پر جگمگاتا نمبر پر دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔

السلام علیکم ! ! دوسری طرف سے اس کی گھنبھیر آواز مومل کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔

وعلیکم السلام !

کیا کرر ہی تھیں آپ ؟؟

کچھ نہیں آپ بتائیں کیا کرر ہے تھے ؟

آفس میں ہوں۔۔۔۔ کام کام اور کام۔ وہ ہنستے ہوئے بولا۔

بات سنں۔۔۔ وہ اسے متوجہ کنے کے لیے بولا۔

جی۔۔۔۔

شام کو ریڈی ہو جائے گا میرے ایک دوست کی شادی ہے تو وہاں جانا ہے۔ وہ حکم نہیں دیتا تھا لیکن اس کا لہجہ اسے اس کی بات ماننے پر مجبور کر دیتا تھا۔ شاید وہ بولتا بہت پیارا تھا۔۔۔

ٹھیک ہے میں ریڈی ہو جاؤں گی۔ وہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئی تھی۔ کہ شاید وہ کچھ بولے گا۔

آپ کو مزید کچھ کہنا ہے ؟؟ آخر وہ بول ہی پڑی تھی۔

نہیں بس یہی بات تھی۔ اسے بھی سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا بولے۔ اوکے۔۔۔ اللہ حافظ کہتے ہی اس نے فون بند کر دیا تھا۔

اس کے فون کٹ کرنے پر شہریار نے ایک سرد آہ بھری تھی۔ کبھی ہمارا حال بھی پوچھ لیا کریں محترمہ۔۔۔ایک گہری سانس لیتے اس نے خود سے کہا۔

وہ آفس سے فارغ ہو کر گھر پہنچا تھا اور سیدھا اپنے روم میں چلا گیا تھا۔ مومل کمرے میں داخل ہوئی تھی تو اسے واش روم سے پانی کی آوازائی تھی۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا وہ آچکا ہے۔ وہ مکمل تیار تھی۔

اپنی ہیلز نکال کر وہ صوفے پر آبیٹھی تھی۔ سیاہ شلوار قمیض کے ساتھ پشاوری بھی چپل پہنے قمیض کی سلیوز کو کہنیوں تک فولڈ کرتے اس نے سنگھار میں اس آپ کو دیکھا۔ پھر وہاں رکھا برش اٹھاتے اپنے بالوں کو اچھے سے سیٹ کیا تھا۔ وہ اپنی ہیلز کو چھوڑ کر کہنی کو گھٹنے پر رکھے بہت فرصت سے اسے دیکھنے میں دیکھنے لگی تھی۔ شاید اج پہلی دفعہوہ اسے اتنے غور سے دیکھ رہی تھی۔ نیلی گہری آنکھیں ہلکی سی بیئرڈ بالوں کو اچھے سے سیٹ کیے وہ بیڈ پر رکھی اپنی شال اٹھا رہا تھا۔ دل نے تسلیم کیا تھا کہ واقعی دلکش اور خوبصورت نقوش کا مالک تھا۔ شال کو اچھے سے کندھوں پر سیٹ کرتے وہ پھر بال ٹھیک کرتے آئینے کی طرف مڑا تھا۔ دائیں ہاتھ اگے کر کے اس نے برفیوم اٹھایا تھا۔ خود پر سپرے کرتے اسے احساس ہوا تھا کہ کوئی اسے بہت غور سے دیکھ رہا ہے

خیریت ہے زوجہ محترمہ آج مجھ نہ چیز کو اتنے غور سے دیکھ رہی ہیں آپ۔۔۔ وہ گھڑی پہنتے اس کی طرف پلٹا تھا۔

اس کی بات پر وہ ہوش کی دنیا میں آئی تھی۔ اب وہ اسے کیا بتاتی یہ نہ چیز اسے اپنی ہر چیز سے بڑھ کر عزیز ہوتی جارہی تھی۔

اچھی خوش فہمیاں ہیں۔۔ جاری رکھیں۔۔۔ وہ کہہ رہے ہیں واپس اپنی ہیلز کا سٹیپ بند کرنے میں مصروف ہو گئی تھی۔

یہ عورت مجھے دوبل کے لیے خوش نہیں ہونے دے گی۔ وہ نفی میں سر ہلاتے ہیں خود سے بولا تھا۔اس نے

اسے اپنی ہیلز کے سٹیپ کے ساتھ الجھتے دیکھا۔

کوئی مسئلہ ہے ؟؟

آپ کے حکم کی تعبیر میں میں نے یہ ہیلز پہنی تھیں اور اب مجھ سے سٹپ بند نہیں ہو رہے۔ وہ جھنجھلاتے ہوئے بولی۔

کیا اپ نے اج سے پہلے کبھی ہیلز نہیں پہنی ؟ اس نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

نہیں۔۔۔

کیوں ؟؟ وہ حیران ہوا۔

کیونکہ ہیلز کی آواز سے لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اسلام میں عورت کو کچھ بھی ایسا پہننے سے منع کیا گیا جس سے آس پاس کے لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں۔ وہ نیچے منہ کیے سٹیپ بند کرتے اسے بتا رہی تھی۔ جانے انجانے میں وہ گہری بات کہہ چکی تھی۔

اس کی بات پر وہ پلٹ کر الماری کی طرف گیا تھا وہاں سے اس کے لیے ایک بہت نفیس اور خوبصورت سی فلیٹ شوز لیے واپس آیا۔ وہ اسے دیکھ رہی تھی وہ جھک کر اس کی ہیلز اٹھا رہا تھا۔ ایک دم سے اس کو فاریہ کی بات یاد آئی تھی۔

"وہ قدموں میں بیٹھ جائے تو مان لنا کہ محبت ہے" اس نے اس کی ہیلز کو اٹھا کر اس کی جگہ پر واپس رکھ دیا تھا ۔ مومل نے ایک بار پھر نظر بھر کر اس شخص کو دیکھا تھا۔ جس میں کہیں سے بھی ایگو نہیں تھی۔ جو اس کی تلخ باتوں کو اونچی آواز کو بھی خاموشی سے سن لیتا تھا۔

اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ شہریار قریشی جیسے مرد بھی اس دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ وہ ہر لحاظ سے پرفیکٹ تھا۔ ایک اچھا شوہر۔۔۔ ایک اچھا بھائی۔۔۔ اور سب سے بڑھ کر ایک اچھا انسان۔۔۔ ایک بات ہمیشہ اس کے دل کو خوشی دیتی تھی اور وہ یہ کہ۔۔۔

وہ اس کا تھا "مومل کا شہریار" یہ سوچ ہمیشہ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ لاتی تھی.

____

السلام علیکم بھابھی!

وہ لان میں انٹر ہوتے ہیں سامنے بیٹھی سوہا سے بولی تھی۔

وعلیکم السلام! سوہا نے کھڑے ہوتے ہیں اگے بڑھ کر اسے گلے لگایا تھا۔آج کیسے یاد آگئی ہماری تمہیں ۔۔۔وہ اسے چھیڑ رہی تھیں۔

ایسی بات نہیں ہے بھابھی بس مصروفیات کی وجہ سے چکر نہیں لگتا آپ کی طرف۔۔۔سوہا کے پاس رکھی کرسی پر وہ بیٹھتے وہ مسکراتے ہوئے وضاحتیں دے رہی تھی۔

اور سناؤ چھوٹی امی کیا کر رہی تھیں؟

ان کی کچھ طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو وہ اپنے کمرے میں آرام کر رہی تھیں۔

اچھا اچھا اللہ ان کو اچھی صحت دے۔۔

امین۔۔۔

ویسے کیا خیال ہے فاریہ شاپنگ پر چلیں؟آج ولید بھی گھر پر ہیں تو ان کے ساتھ چلے جاتے ہیں۔ تھوڑی اؤٹنگ بھی ہو جائے گی اور ڈنر بھی کر لیں گے۔ سوہا نے اسے اپنے خیالات سے آگاہ کیا تھا۔

چھا خیال ہے بھابھی ایسا کرتے ہیں مومی کو بھی کال کر کے بلا لیتے ہیں۔اس نے بھی اپنا مشورہ پیش کیا تھا۔

اچھا تم اسے کال کرواتے میں میں رباب بھابی کو تیار ہونے کا بولتی ہوں۔

شہر یار اس وقت صوفے پر بیٹھا ہے لیپ ٹاپ پر اپنے آفس کے کام میں بزی تھا اور مومل پاس بیٹھے کوئی کتاب پڑھنے میں مگن تھی جب اس کا فون رنگ ہوا تھا۔ مومل نے کتاب بند کرتے فون کو اٹھا تھا۔

وعلیکم السلام فاریہ کیسی ہو وہ خوشدل سے بولی۔

میں ٹھیک ہوں تم کیسی ہو کیا کر رہی تھی؟ ہم شاپنگ پہ جا رہے تھے تو میں کال کی تھی کہ تم بھی ریڈی ہو جاؤ ہم جاتے ہوئے تمہیں پک کر لیں گے۔ اس نے پورا پلان اسے سنایا تھا۔

فاریہ تم اچھے سے جانتے ہو کہ مجھے شاپنگ جیسی چیزیں بالکل نہیں پسند پھر تم مجھے کال کر رہی ہو۔۔

یار ایک دن سے کچھ نہیں ہوتا آ جاؤ۔۔۔ وہ اس کی منت کر رہی تھی۔

نہیں بالکل بھی نہیں میری طرف سے معذرت۔۔ دوٹک جو لہجے میں کہتا وہ گویا ہوئی۔

چلو ٹھیک ہے وہ افسردہ تھی۔ مومل نے فون بند کر کے واپس اپنی کتاب اٹھا لی تھی۔

آپ کو شاپنگ کیوں نہیں پسند ہے؟ وہ حیران تھا۔۔ وہ فاریہ سے اس کی گفتگو سن چکا تھا۔

بس ویسے ہی کوئی خاص وجہ نہیں ہے۔ اس نے نظریں کتاب پر جمائے بولا۔

ور آپ کو کتابیں اتنی زیادہ پسند کیوں ہیں؟ اس نے پھر سوال پوچھا۔

اس کی بات پر مومل نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔ پھر کتاب کو بند کرتے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"کتابیں زندگی اور طرز زندگی بدلنے کا ہنر رکھتی ہیں اور اگر کوئی کہے کہ ایسا نہیں ہے تو وہ غلط ہے"

کون سی ایسی کتاب ہے جس نے آپ کی زندگی کو بہت زیادہ متاثر کیا اور کیسے؟ وہ اپنے لیپ ٹاپ سائیڈ پہ رکھتے اس کی طرف متوجہ تھا۔

دنیا میں بہت سی ایسی کتابیں ہیں جو آپ کو بہت فائدہ دیتی ہیں۔ زندگی پر کافی اثر انداز بھی ہوتی ہیں۔

لیکن۔۔۔ جہاں تک مجھے لگتا ہے کہ میری زندگی کو جس نے بہت زیادہ متاثر کیا ہے تو وہ قرآن پاک ہے۔

وہ کیسے؟وہ متجسس تھا۔

میں نے بہت سی کتابیں پڑھی ہیں لیکن پھر جس دن میں نے قرآن پڑھا اس دن مجھے احساس ہوا کہ میں نے اب تک کی اپنی زندگی کتنے اندھیرے میں گزاری ہے۔جن کاموں سے اللہ نے منع کیا ہے ہم ان کو ایک روایت بنا کر دھڑلے سے کرتے ہیں۔اس نے افسوس میں سر ہلایا۔

مثلاً؟؟؟وہ پوچھنا چاہتا تھا۔

مثلاً۔۔۔میوزک سننا۔۔۔۔آج کل کے ریلیشن شپس۔۔آج کل ایک لڑکی کا دوسرے لڑکے کا ساتھ دوست ہونا۔کلبز میں ہونے والی پارٹیز۔۔۔۔بہت سی چیزیں ہیں جو ہمارے معاشرے میں ایک ایسی تلخ حقیقت ہیں جس کو کوئی تسلیم نہیں کرتا کہ وہ غلط ہیں۔

وہ غلط پر زور دیتے ہیں بولی تھی۔میں یہ نہیں کہہ رہی کہ میں ایک بہت نیک پارسا انسان ہوں۔ایک وقت تھا جب مجھے سونگز۔۔۔میوزک بہت پسند تھا۔لیکن۔۔۔جس دن مجھے پتہ چلا تھا کہ سب کچھ غلط ہے۔۔ اسلام میں یہ سب کچھ حرام ہے۔تو میں نے چھوڑ دیا۔۔بتانے کا مقصد یہ ہے کہ جب کسی چیز کے بارے میں آپ کو پتا چل جائے تو اسے چھوڑ دینا چاہیے۔

کیا آپ کو مشکل نہیں ہوئی تھی؟میرا مطلب ہے کسی کے لیے بھی اپنا شوق چھوڑنا بہت مشکل کام ہے۔اس کی بات پر وہ مسکرائی۔۔

جہاں بات محبت کی آجائے۔۔۔شہریار!وہاں پھر اگر۔۔مگر۔۔۔لیکن آسان مشکل کچھ نہیں دیکھا جاتا۔ وہاں صرف سامنے والی کی بات پر سر خم کیا جاتا ہے۔

آپ کو کس سے محبت ہے وہ بھی اس قدر۔۔۔اسے تھوڑی جیلسی ہوئی تھی۔

اللہ تعالی سے۔۔۔اس کو ایک لفظی جواب شہریار قریشی حیران کر گیا تھا۔

اپ کو اللہ تعالی سے اس قدر محبت ہے۔وہ حیران تھا۔

صرف محبت نہیں۔۔۔ عشق ہے مجھے۔۔۔۔ مومل کا عشق۔۔۔۔ عشقِ مومل۔۔۔

وہ پوچھنا چاہتا تھا کہ اللہ تعالی سے محبت کیسی ہوتی ہے۔ مگر وہ کچھ کہہ نہ سکا۔

اس کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ اللہ تعالی کی دی ہوئی نعمتوں کو شمار کرنا شروع کردیں اور پھر یہ دیکھیں کہ آپ کی دن بھر کی نافرمانی پر اللہ تعالی آپ سے ناراض نہیں ہوتے۔ مطلب آپ سے وہ سب کچھ نہیں چھینتے جو آپ کے پاس ہے۔اللہ تعالی اپنے بندوں سے اس کے قدر محبت کرتے ہیں کہ اگر انسان لاکھوں گناہ کر کے بھی معافی مانگ لی تو اللہ تعالی اسے معاف کردیتے ہیں۔

اللہ تعالی اپنے بندوں کو دن میں پانچ دفعہ بلاتے ہیں اور ہم اتنے غافل لوگ ہیں اللہ تعالی کی اس پکار کو سرے سے نظر انداز کر دیتے ہیں۔

کبھی ایک سوال خود سے کیا کریں۔۔ کہ اللہ تعالی کی آپ سے محبت کو دیکھتے ہوئے کم سے کم ان کے بلانے پر بھی چلے جایا کریں۔اللہ تعالی نے آپ کو اتنا کچھ دیا ہے آپ ان چیزوں کو دیکھتے ہوئے اتنا نہیں کر سکتے کہ ان کا شکر ادا کریں۔

جب آپ کو کسی سے بے انتہاء محبت ہو اور آپ اسے میسجز کالز کرتے ہیں۔ لیکن وہ آپ کی کسی ایک کال اور میسج کا جواب نہیں دیتا۔ تو کتنا برا لگتا ہے۔ کتنا دکھ ہوتا ہے۔

یاد رکھیں کہ اللہ تعالی بھی آپ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ تو آپ کو کسی اور کی محبت کی ضرورت بھی نہیں ہونی چاہیے۔

____

اس اوسط درجے کے گھر میں داخل ہوتے سامنے لاؤنج میں اس وقت پر آسیہ بیگم کو نظر آئی تھیں۔

السلام علیکم امی۔۔۔۔وہ تھوڑا اونچے آواز میں کہتے ان کے گلے لگی تھی۔

وعلیکم السلام کیسی ہے میری بچی۔انھوں نے پیار سے اس کے گال پر ہاتھ رکھا تھا۔وہ آگے بڑھا تھا۔اس نے ہلکا سا جھکتے ہوئے آسیہ بیگم کو سلام کیا تھا۔

آپ کیسی ہیں؟وہ صفحے پر بیٹھتے ان کا حال احوال پوچھ رہا تھا۔

اللہ کا شکر ہے بیٹا آپ گھر میں سب ٹھیک ہیں۔

جی الحمد للہ سب ٹھیک ہیں اور مومل صاحبہ اپنے اپ کو مکمل نظر انداز ہوتے دیکھ رہی تھی۔کہ کس طرح وہ اپنی باتوں میں مگن ہو کر اسے کو مکمل بھول گئے تھے۔

السلام علیکم شہریار بھائی۔۔۔وہ سیڑھیاں اترتے اس کی طرف آئی۔

وعلیکم السلام کیسے ہیں سالی صاحبہ؟گردن موڑ کر اس نے اس کی طرف دیکھا تھا۔

میں بالکل ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں جی جو۔۔۔فاریہ نے پاس بیٹھی مومل کو مکمل نظر انداز کیا تھا۔وہ اس دن اس کی شاپنگ والی بات پہ ناراض تھی۔میں ٹھیک ہوں آپ سنائیں۔

کہاں مصروف رہتی ہیں؟کبھی ہمارے گھر چکر لگا لیا کریں۔۔۔۔بس ٹائم نہیں ملتا لیکن انشاءاللہ ضرور آؤں گی۔اس نے انکھیں چھوٹی کرتے اسے دیکھا۔میں بھی یہاں موجود ہوں فاریہ بی بی مومل نے فاریہ پر زور دیا تھا۔

آپ کون کیا میں آپ کو جانتی ہوں؟؟اس کا لہجہ اجنبی تھا۔اچھا تو فاریہ بی بی کن لفظوں میں تعارف سننا پسند

کریں گی اپ میرا۔۔ وہ دانت پیستے بولی۔

مجھے آپ کے تعارف میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ وہ طنزیہ لہجے میں بولی تھی۔ وہ اسے اچھا خاصا غصہ دلا رہی تھی۔ شہریار ہنستے ہوئے ان کی لڑائی انجوائے کر رہا تھا۔

وہ پھر کچھ دنوں کے لیے اپنا مائیکے کی گئی تھی اور شہریار قریشی کے کمرے کو ویران کر گئی تھی۔ اس نے اندھیرے میں ڈوبے کمرے کو دیکھا۔ سرد آہ بھری تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ اس کال کرے لیکن ٹائم دیکھنے پر اسے احساس ہوا تھا۔ کہ وہ سو چکی ہو گی۔

یہ عورت کبھی مجھے سکون سے جینے نہیں دے گی۔ اتنے دنوں کے لیے کون جاتا ہے یار۔۔۔ وہ خود سے کہتا ہے بیڈ پر بیٹھ گیا تھا۔ چل شہریار سو جا نیند تو تجھے آنی نہیں لیکن کوشش کرتے ہیں۔ وہ لیمپ کی لائٹ آف کرتے لیٹ گیا تھا۔

____

ایسے کیوں بیٹھی ہو یہاں۔۔۔ کسی کی یاد آ رہی ہے؟ گیراج کی سیڑھیوں پر مومل کو بیٹھے دیکھ وہ شرارت سے بولی تھی۔

ہاں کہہ سکتے ہیں۔۔ اس نے بھی اسی کے انداز میں کہا۔

جیجو کی یاد آ رہی ہے؟ فاریہ نے اسے چھیڑا۔۔

ظاہر ہے اور کس کی آنی ہے۔۔ اس کا ذکر پہ مومل کے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی۔۔

اووووہوووو۔۔۔لگتا ہے مصوفہ کو محبت ہو گئی۔اس نے اونچی آواز میں ہوٹنگ کرتے کیا۔ہاں تو کر دے جا کر دنیا بھر اعلان۔

اچھا بتاؤ تو سہی اس میں سب سے زیادہ اچھی کیا بات لگی؟؟اس کی ایکسائٹمنٹ پر مومل نے نفی میں ساری ہلایا ۔۔

اس کا ہر انسان کی عزت کرنا۔۔۔۔چاہے وہ کوئی راہ چلتی ہوئی عورت ہو۔۔۔اس کے آفس میں کام کرتی ہوئی لڑکی۔۔۔گھر میں کام کرتا ہوا مالی۔۔۔ڈرائیور یا پھر ہر وہ انسان جس کا زندگی میں اس سے واسطہ پڑتا ہے۔۔۔اور سب سے زیادہ بڑھ کر اس کی بیوی۔۔۔وہ لمحے بھر کو رکی تھی۔

فاریہ کسی بھی رشتے میں سب سے اہم چیز عزت ہوتی ہے۔اگر مقابل محبت کا دعوی دار اور وہ اپ کو عزت نہیں دے رہا ہو تو ایسی محبت۔۔۔محبت نہیں ہوتی بلکہ سزا ہوتی ہے۔تمہیں پتہ ہے وہ جب جب مجھے آپ بولتا ہے نا تب تب میرے دل میں اس کے لیے عزت بڑھتی ہے۔وہ ایک ایسا انسان ہے جس کے ساتھ کوئی بھی رہے تو وہ کبھی خود کو غیر محفوظ تصور نہیں کرے گا۔ایک ایسا انسان ہے جسے واقعی محبت کرنی آتی ہے۔جو جانتا ہے کہ محبت کر کے پیچھے نہیں ہٹا جاتا۔جو جانتا ہے یہ ایک دفعہ ہاتھ تھامنے کا مطلب ہے عمر بھر اسے چھوڑنا نہیں ہے۔جو جانتا ہے کہ محبوب ظالم ہو،جابر ہو،بد تمیز ہو،لیکن ہوتا تو محبوب ہے نا۔آخری بات پر وہ ہلکا سا مسکرائی تھی۔

وہ صرف ایک اچھا شوہر نہیں ہے وہ ایک بھائی انسان ہے۔اچھا بیٹا ہے اور سب سے بڑھ کر ایک اچھا انسان ہے۔

اتنی تعریفیں۔۔۔۔شہریار بھائی سن لیں تو بے ہوش ہو جائیں خوشی سے۔وہ ہنستے ہوئے بولی تھی۔

اچھا اب یہ بتاؤ ان سے اظہار کب کر رہی ہو اپنی محبت کا؟

میں مومل ہوں اتنے عام سے لہجے میں اور اتنے عام طریقے سے تھوڑی کروں گی۔اپنے خاص انداز میں

کروں گی۔وہ ونک کر کے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

مومل بیٹا ابھی دو دن پہلے تو تم آئی ہو اب اتنی جلدی بھی جا رہی ہو۔کچھ دن اور رک جاتی۔۔اماں جانا ضروری ہے ورنہ رک جاتی۔وہ جلدی سے اپنا بیگ اٹھاتا۔ان کے گلے لگتے باہر کی طرف سے گئی تھی۔اچھا ٹھیک ہے اللہ حافظ۔۔اپنے کمرے سے نکلتے ہیں گیراج کی طرف آئی شاہ میر اسے لینے آیا تھا۔آج اروبہ کی شادی کی ڈیٹ فکس کرنے اس کے سسرال والے آرہے تھے۔شام چھ بجے وہ لوگ ان کے گھر پہ موجود تھے۔لاونج میں اس وقت وہ لوگ چائے پینے کے دوران گپ شب میں مصروف تھے۔جب رشتہ ہمارے بغیر پکا کر لیا تھا تو اب بھی نہ بلاتے۔کیا ضرورت تھی۔رمشہ نے آنکھیں گھماتے آہستہ سے کہا تھا۔

مگر ساتھ بیٹھی مومل صاحبہ بخوبی سن چکی تھیں۔بی بی تمہیں اب بھی کسی نے نہیں بلایا تھا۔جانا چاہتی ہو تو چلی جاؤ۔تمہارے پورشن کے دروازہ لیفٹ سائیڈ پر ہے۔مومل نے ہلکا سا اس کی طرف جھکتے غصے سے اس کی طرف دیکھ کر بولا تھا۔مہربانی کر کے اب آگے کچھ مت کہنا۔میں اپنا موڈ تمہاری وجہ سے خراب نہیں کرنا چاہتی۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی وہ اسے چپ کروا چکی تھی۔

اگلے مہینے کے بیس تاریخ کیسی رہے گی۔سکینہ بیگم نے ہادی کے والد سے پوچھا تھا۔جی جی بالکل ٹھیک ہے ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔وہ مسکرائی تھیں۔

مومل بیٹا سب کا منہ میٹھا کرواؤ۔سکینہ بیگم نے اس کی طرف دیکھا۔وہ خوش دکھائی دے رہی تھیں اردبہ کی شادی اتنے اچھے گھر میں ہو رہی تھی اس لیے وہاں بیٹھا ہر شخص خوش تھا۔سوائے ریحان صاحب کی فیملی کے۔مومل نے سامنے رکھی مٹھائی سے بھری پلیٹ اٹھائی تھی اور باری باری سب کے سامنے کی تھی۔

بھابھی میں دو لوں گا کیونکہ مجھے اس چڑیل کے جانے کی زیادہ خوشی ہے۔اس کی بات پر سب کا قہقہہ گونجا تھا۔

دروازہ ناک ہوا تھا۔وہ ابھی چینج کر کے نکلی تھی۔

آجائیں۔۔۔۔۔

بھائی آپ۔۔۔۔۔وہ شہریار کو دیکھتے بولی کوئی کام تو مجھے بلا لیتے میں آجاتی۔۔۔وہ دونوں صوفے پر بیٹھے تھے
۔

کیوں میں اپنی گڑیا کے کمرے میں نہیں آسکتا۔۔شہریار نے گردن موڑ اس کی طرف دیکھا۔

نہیں نہیں بھائی ایسی نہیں ہے۔وہ مسکرائی۔

تم خوش ہونا اروبہ۔۔نہ جانے کیونکہ وہ یہ سوال پوچھ رہا تھا۔جبکہ تاریخ بھی مقرر ہو چکی تھی۔

جی بھائی آپ ایسا کیوں پوچھ رہے ہیں؟

ویسے ہی وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں پیوست کیے سر جھکائے بیٹھا تھا۔س نے سر اٹھایا تھا اور اس کی آنکھوں میں نمی تھی۔اس گھر کے دروازے تمہارے لیے ہمیشہ کھلے ہیں اور اگر وہ نالائق تمہیں کبھی کچھ کہے تو مجھے ضرور بتانا ٹھیک ہے۔۔اس کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھتے بولا۔بھائی!!وہ اس کے گلے لگ کر رونے لگ گئی تھی۔شہریار کے پیار سے اسے چپ کرایا تھا۔

بس بچے روتے رہیں گے اللہ تمہیں ڈھیروں خوشیاں دے۔شاباش چپ ہو جاؤ اور جاؤ میں تم دونوں کے لیے چاکلیٹ لے کر آیا تھا۔بھاگو ورنہ میر ساری ختم کر دے گا۔بھائی میں آپ کو کہہ رہی ہوں اگر میر نے میری چاکلیٹ بھی کھائی تو آج وہ میرے ہاتھوں قتل ہو گا۔جلدی سے ہتھیلی سے آنسو صاف کر کے وہ نیچے کی طرف بھاگی۔۔اور پیچھے سے اس نے مسکرتے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا۔

____

اس وسیع رقبے پر بنا یہ فارم ہاؤس اپنے مثال آپ تھا. یہاں کی ہر چیز بہت ہی خوبصورتی سے بنائی گئی تھی۔
وسیع و عریض گیٹ سے انٹر ہوتے بائیں جانب بڑا سالان تھا۔اس کے چاروں اطراف پھول اور مختلف پودے لگائے تھے گئے تھ۔۔ے جساس کے حسن میں مزید اضافہ کرتے تھے۔ان کی تازگی اور دلکشی اس بات کی گواہ تھی کہ ان کا اچھا سا خیال رکھا جاتا ہے۔داخلی دروازے سے گزرتے اندر اتے وہاں لگے فانوس اور ہر چیز اپنے قیمتی ہونے کا ثبوت دیتی تھی۔وہ کسی شہزادے کا محل لگتا تھا۔جسے اس نے بہت نفاست اور محنت سے تعمیر کروایا تھا۔وہاں کی ہر چیز بہت قیمتی تھی۔آج اس محل نما فارم ہاؤس میں کو بہت ہی عمدہ اور دلکش طریقے سے سجایا گیا تھا۔جو کسی خاص کی آمد کی گواہی تھی۔
اسے کال آئی تھی کہ فارم ہاؤس میں کچھ مسئلہ ہو گیا ہے اس لیے وہ آج گھر جانے کی بجائے وہاں جا رہا تھا۔
اس کی گاڑی کو دیکھتے وہاں کے گارڈز نے فورا اس کے دروازہ کھولا تھا۔وہ گاڑی سے نکلتے اندر کی طرف بڑھا تھا۔سفید شرٹ کے ساتھ بلیک پینٹ۔۔۔سلیوز کو کوہنیوں تک فولڈ کیے۔۔نیلی آنکھیں تھکن کی وجہ سے ہلکی ہلکی سرخ تھیں۔اس حال میں بھی وہ کافی دل کا نشین لگ رہا تھا۔
ہال میں لائیٹس۔۔۔گلاب کے پھولوں اور بہت ساری موم بتیوں کے سٹینڈز رکھے گئے تھے۔وہ آگے بڑھا تھا ہال کے وسط میں ایک گول میز پر سرخ رنگ کا کیک رکھا گیا تھا۔
مسٹر شہریار قریشی!!!!ہال میں آواز گونجی تھی اور یہ آواز وہ بہت اچھا سے پہچانتا تھا۔اس نے چہرہ اٹھا کر سامنے سیڑھیوں کی طرف دیکھا تھا
بلیک کلر کی بے حد حسین اور خوبصورت میکسی جس پر بلیک ہی کام بہت نفاست سے کیا گیا تھا۔اس کے سیاہ لمبے بال کسی ابشار کی طرح گھٹنوں سے ذرا اوپر بکھرے تھے۔چہرے پر بہت مہارت سے میک اپ کیا گیا۔ جو اسے مزید دلفریب اور حسین بنا رہا تھا۔

شہریار کی نگاہیں ایک ہی جگہ تھم گئی تھیں۔ایک مسکراہٹ اس کے چہرے پر بکھری تھی۔۔

مسٹر شہریار قریشی۔۔۔آب کی بار وہ مکمل طور پر متوجہ ہوا تھا۔ مگر نظریں اب بھی اس کے چہرے پر تھیں۔۔۔

آپ کو دل کہوں۔۔۔ نہیں دل تو ایک دن بند ہو جانا ہے۔۔۔۔

آپ کو روح کہوں۔۔۔۔ نہیں روح تو ایک دن ساتھ چھوڑ جائے گی۔آپ کو جان کہوں۔۔۔ نہیں جان ایک دن چلی جانی ہے۔۔۔

آپ کو زندگی کہوں۔۔۔۔ نہیں زندگی بہت بے اعتبار چیز ہے۔

آپ کو چاند کہوں۔۔۔ نہیں چاند کو تو سب دیکھتے ہیں۔۔۔

وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے نیچے اترتے اس کی طرف آ رہی تھی۔اس کے الفاظ شہریار قریشی کو مبہوت کر رہے تھے۔وہ بنا پلک جھپکے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"میں اپ کو اللہ کی طرف سے دیا گیا وہ تحفہ کہوں گی جو مجھے اپنی ہر چیز اور ہر انسان سے بڑھ کر عزیز ہے. میں آپ کو اپنی زندگی کا وہ واحد انسان کہوں گی جس کا ساتھ مجھے جنت میں بھی چاہیے۔ مختصر یہ کہ۔۔ مومل قریشی کو شہریار قریشی سے محبت ہو گئی ہے۔وہ اپنا نام اس کے نام کے ساتھ لگا رہی تھی۔وہ اظہار محبت ک رہی تھی۔

آپ میری زندگی کے وہ واحد انسان ہے جس کے لیے مومل قریشی اپنے سارے اصول بھی توڑ سکتی ہے۔

اس کے الفاظ شہریار قریشی کو کسی صور کی طرح معلوم ہوئے تھا۔ جسم میں جان ڈالنے کی طاقت رکھتے تھے۔

میری لیے آپ وہ شخص ہیں جس سے میرے عشق کا ع شروع ہوتا ہے اور اپ پر ہی اختتام۔۔ارے اپ کو

تو مومل قریشی کیا قتل بھی معاف ہے۔

"آپ مول قریشی کا کل ہیں"۔۔۔

وہ عین اس کے سامنے کھڑی تھی۔ وہ تھوڑا آگے بڑھی تھی۔ اب منظر بدلا تھا وہ گھٹنوں کے بل بیٹھی تھی۔

ہاتھ میں ایک ڈبہ تھا۔ جس میں نہایت ہی خوبصورت گھڑی تھی۔ جس کے ڈالر میں ہیرا نسب کیا گیا تھا۔

اسے گھڑیاں بہت پسند تھیں۔ وہ اس کی پسند کا خیال رکھتا تھا تو اس کا بھی فرض تھا کہ وہ اس کی پسند کا خیال رکھے۔

مومل نے دو ماہ لگا کر اس گھڑی کا انتخاب کیا تھا۔ اس نے ہر مہنگی دکان چھان ماری تھی۔ مگر ہمیشہ اسے ہر چیز شخص کے مقابلے کمتر ہی لگتی تھی۔ آخر اسے یہ گھڑی ملی تھی جس کی قیمت اس قدر زیادہ تھی کہ آج تک کبھی اس نے خود اپنے لیے اتنی مہنگی چیز نہیں خریدی تھی مگر وہ اس کے لیے خرید سکتی تھی۔ کیونکہ وہ ڈیزرو کرتا تھا۔

اتنی مہنگی گڑی خریدنے کے لیے کے بعد بھی وہ ہمیں سوچتی تھی کہ یہ اب بھی اس شخص کے مقابلے کم ہے

۔

شہریار کو اس گھڑی کی بجائے اس کا اظہار قیمتی لگا تھا۔ وہ چاہتا تھا وقت رک جائے وہ یوں ہی بولتی رہے اور وہ یوں ہی سے خاموشی سے سنتا رہے۔

مسٹر شہریار قریشی کیا آپ اپنی پوری زندگی میرے جیسی لڑکی کے ساتھ گزارنا چاہیں گے۔ اس کی آواز شہریار کو سوچوں کے بھنور سے نکال کر باہر لائی تھی۔ اس کے بات پر وہ زیر لب مسکرایا تھا۔

بایاں ہاتھ گردن کے پیچھے لے جاتے آہستہ سے گردن کو مسلتے ہوئے گویا ہوا تھا۔

ویسے آپ اتنی بری بھی نہیں ہیں۔ آپ کے ساتھ زندگی گزارنے کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔ اس کی بات پر وہ کھل کر ہنسی تھی۔

اچھی بات ہے سوچ لیں کیونکہ یہ رسکی ہو سکتا ہے۔وہ ونک کرتے بولی تھی۔

وہ اب بھی اسی پوزیشن میں بیٹھی تھی۔ہاتھ میں گھڑی ہنوز تھی۔

"اگر رسک آپ جیسا حسین ہو تو کون کافر انکار کرے گا مسز شہریار قریشی"۔۔۔۔کہتی وہ اگے بڑھا تھا دونوں ہاتھوں سے اسے تھامتے ہوئے اس نے کھڑا کیا تھا۔اب لے آئی ہیں تو پہنا بھی دیں۔اس نے اگے بڑھتے ہوئے اسے گھڑی پہنائی تھی۔

کیک کٹ کرلیں۔۔۔وہ جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔اس کی بات پر سر خم کرتے میز قریب آگیا تھا۔

کیک کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا اس نے مومل کی طرف بڑھایا تھا۔شکریہ وہ آنکھوں میں جذبات کا سمندر لیے مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

ضرورت نہیں ہے۔۔میں ایسے نیک کام کبھی کبھی کرتی رہتی ہوں۔وہ مسکرائی تھی۔

____

ایک ہفتے بعد۔۔۔۔۔

شادی میں بہت کم وقت رہ گیا تھا۔وہ دن رات بازاروں کے چکر لگانے میں مصروف تھی۔آج بھی وہ ہاتھوں میں شاپنگ بیگز لیے ہال میں داخل ہوئی تھی۔اس کے ساتھ عروبہ بھی تھی۔وہ اپنے کمرے میں

چلی گئی تھی۔ جبکہ اس نے صوفے پر بیٹھتے سر صوفے کی پشت سے ٹکاتے آنکھیں موندلیں تھیں۔

صاحب آگئے ہیں تمہارے؟ اس نے ملازمہ کے ہاتھ سے پانی کا گلاس پکڑتے پوچھا۔ جی بی بی جی۔۔رمشہ بی بی آئی تھیں۔ ان سے بات کرنے۔ اس کے نام پر اس کے ماتھے پر کئی بلوں کا اضافہ ہوا تھا۔

چلی گئی یا ابھی بھی موجود ہے اس نے کنپٹی مسلتے بولی۔ نہیں بی بی جی۔۔۔ ٹھیک ہے تم جاؤ اور کھانا گرم کر کے میرے کمرے میں لا دو۔ وہ کہتے ہی اپنے بیگ اٹھاتے سیڑھیاں چڑھتے اپنے کمرے میں آگئی تھی۔

اس نے کھڑکی کھولی تھی اور سامنے ہی لان میں وہ دونوں نظر آئے تھے۔ وہ سرد آہ بھرتے بیڈ پر آبیٹھی تھی۔ ہاتھ بڑھا کر اس نے جوتے اتارے تھے۔ انہیں شوز ریک میں رکھتے وہ اپنے عبایہ کو الماری میں ہینگ کرتے فریش ہونے چلی گئی۔ وہ جسے ہی باہر نکلی تھی ملازمہ کھانے رکھ کر جا چکی تھ۔

اس نے ایک نظر سامنے رکھی ٹرے کو دیکھا تھا۔ پھر صوفے پر بیٹھتے۔ اس نے کھانا شروع کیا تھا۔ بالوں کو جوڑے کی شکل میں مقید کرر کھا تھا۔ سٹیپس میں کٹے ہوئے بالوں کی کچھ لٹیں اس کے چہرے کو چھور ہی تھیں۔

کچھ وہ پہلے ہی تھکی ہوئی گھر آئی تھی پھر شہریار کے ساتھ رمشاہ کو دیکھ کر۔۔۔۔ نہ جانے کیوں اچانک سے اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہوا تھا۔ اس نے سامنے کی پلیٹ کو واپس ڈھانپ دیا تھا اور بیڈ پر پاؤں لٹکاتے وہ کسی گہری سوچ نظر آئی تھی۔ کلک کی آواز سے دروازہ کھلا تھا۔ اس نے دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی شاید وہ جانتی تھی کہ کون ہوگا۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ اس پر شک کر رہی تھی مگر وہ شدت پسند تھی۔ اس کا کسی اور کے ساتھ ہونا اسے برداشت نہیں تھا۔ اس نے ایک نظر اسے دیکھا تھا جو پاؤں لٹکائے بیڈ پہ بیٹھی تھی۔

وہ اگے بڑھا تھا اور الماری سے اپنے کپڑے نکالتے فریش ہونے کے لیے واش روم میں گھس گیا۔

اس کے جانے کے بعد مومل نے سر اٹھا کر گردن موڑ کر واش روم کے دروازے کو دیکھا تھا۔ مطلب اتنی اہم بات ہو رہی تھی رمشہ بی بی سے کہ جناب کو فریش ہونے کا بھی وقت نہیں ملا۔۔۔ یہ سوچتے ہی اس نے

سختی سے دانت پیسے تھے۔

بالوں کو برش کرتے وہ آئینے میں اس کا عکس دیکھ رہا تھا۔اس کی پلکوں کی چپقلش اس بات کا گواہی تھی کہ وہ جاگ رہی ہے۔ برش کو واپس رکھتے ہیں وہ بیڈ کی دوسری جانب ا

آ کر بیٹھ گیا تھا۔

اس نے کروٹ بدل لی تھی۔اس کے ایسا کرنے پر شہریار نے ایک آہ بھری تھی۔میں وضاحت دینے کو تیار ہوں مگراس طرح منہ نہ موڑیں۔۔۔اس کا التجائی سا نرم لہجہ اس خاموش کمرے میں آہستہ سے گونجا تھا.

اس کی بات پر وہ اٹھ بیٹھی تھی اور بیڈ سے ٹیک لگاتے اس نے گردن مور کر شہریار کی طرف دیکھا تھا۔

کیا میں نے آپ سے کچھ کہا ہے۔نہیں نا تو پھر۔۔اس نے ائی برو چکاتے الٹا سوال کیا تھا۔

آپ کا کچھ نہ کہنا ہی تو وبال جان ہے کچھ کہہ دیں تو سن لوں گا اپنی وضاحت بھی دینے کو تیار ہوں۔ مگراپ کچھ بولیں تو کچھ پوچھیں تو۔۔وہ مکمل اس کی طرف منہ موڑتے بولا۔

وضاحت وہاں مانگی جاتی ہے جہاں اعتبار نہ ہو۔۔۔اور اعتبار وہاں نہیں ہوتا جہاں محبت نہ ہو۔۔اور جہاں جب تک مجھے یاد ہے تو ہم دونوں کو ایک دوسرے سے محبت ہے یعنی ایک دوسرے پر اعتبار یعنی ہم دونوں کو ایک دوسرے کو وضاحت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔آخر میں وہ مسکرائی تھی۔

اس کی باتیں سن کر ایک سکون تھا جو شہریار قریشی کے دل میں اترا تھا۔واقعی میں وہ سکون قلب تھی۔۔اور وبال جان بھی۔شکریہ۔۔۔

کس لیے؟؟ وہ جو سونے کے لیے دوبارہ لیٹنے لگی تھی۔اس کی بات پر پلٹی تھی۔

اعتبار کرنے کے لیے۔۔۔

مسٹر شہریار قریشی محبت کی پہلی شرط اعتبار ہوتی ہے اور اگر اگر مجھے آپ پر اعتبار ہی نہیں ہو گا تو پھر لعنت مومل قریشی کی محبت پر۔۔اب کی وہ مسکراتے ہوئے اس کی پشت کو دیکھ رہا تھا۔جو دوبارہ سونے کے لیے

لیٹ چکی تھی۔یہ لڑکی واقعی میں ایک پہیلی ہے۔

تیرا تو اب اللہ ہی مالک ہے شہریار۔۔وہ خود سے کہتا ہے لحاف اوڑھتے سونے کے لیے لیٹ گیا تھا۔

____

آج اروبہ کی مہندی تھی۔وہ صبح سے تیاریوں میں گھن چکر بنی ہوئی تھی۔اروبہ کو شاہ میر تیار ہونے کے لیے پالر چھوڑ آیا تھا۔مومل ہر چیز مکمل کر کے اپنے کمرے میں آگئی تھی۔الماری سے اپنا ڈریس اٹھایا تھا اور چینج کرنے کے بعد وہ ڈریسنگ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے لمبے والوں کو برش کری تھی۔میک اپ وہ کر چکی تھی ۔جیسا اسے پسند تھا۔

دونوں ہاتھوں سے بالوں کو اٹھا کے جوڑے میں مقید کیا تھا۔سامنے رکھے جھمکے اٹھا کر کانوں میں پہنے تھے۔ پھر بھاری کام والے دوپٹے کو کندھے پر رکھا تھا اور پھر پاس پڑا گولڈن کلر کا سادہ دوپٹہ اٹھا کے اس نے اچھے سے سر پہ پہنا تھا۔وہ آئینے میں خود کی تیاری کو دیکھتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔اب اسے صرف ایک ہی شخص کی تلاش تھی۔جو نہ جانے صبح سے کہا مصروف تھا۔

وہ سیڑھیاں اترتے لاؤنچ میں آگئی تھی۔پورا گھر مہمانوں سے بھرا تھا۔وہاں ہر انسان تھا مگر وہ نہیں تھا۔اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں تھیں مگر بے سود۔۔۔مہندی کا سارا فنکشن باہر لان میں کیا گیا تھا۔لان کو بہت ہی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔

وہ مہمانوں سے مل کر باہر لان میں آگئی تھی۔جہاں وہ کسی سے فون پر بات کرنے میں مصروف تھا۔عورتوں

مردوں کے لیے الگ الگ انتظام کیا تھا۔اس نے چاروں طرف دیکھا تھا وہاں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔وہ خاموشی سے جاکر عین اس کے پیچھے کھڑی ہوگئی تھی۔اسے لگا تھا وہ اس کے آنے سے بے خبر ہوگا۔مگر وہ شہریار قریشی تھا۔جو اس کی آہٹ بھی پہچانتا تھا۔

فون جیب میں رکھتے وہ آہستہ سے پیچھے کی طرف پلٹا تھا۔گولڈن رنگ کے گھٹنوں تک آتی قمیض کے ساتھ گولڈن شرارہ پہنے سرخ رنگ کے بھاری دوپٹے کو کندھے پر پھیلائے۔ہلکا سا میک اپ۔۔وہی حسین انکھیں۔۔۔جن پر وہ فدا تھا۔اس کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔

آج کچھ لوگ زیادہ ہی حسین لگ رہے ہیں تو لفٹ ہی نہیں کروا رہے۔وہ روٹھے ہوئے لہجے میں گویا ہوئی تھی۔اس نے تعریف بھی کی تھی تو کیسے۔۔۔ہاں وہ مومل تھی اس سے سیدھے کام کی توجہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔اس کے توصیفیہ جملے پر شہریار کا قہقہ گونجا تھا۔

ویسے یہ تعریف تھی کہ طنز وہ مسکراہٹ کنٹرول کرتے پوچھ ہی بیٹھا تھا۔

سمجھدار کے لیے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔وہ آنکھیں گھماتے بولی اگر ہم اتنے ہی سمجھدار ہوتے تو کیا ہی بات تھی محترمہ۔

اچھا تو تب کیا اپ نے کشمیر فتح کر لینا تھا۔۔

کر ہی لینا تھا۔۔کیا پتہ وہ ہنس رہا تھا۔

جا رہی ہوں میں۔۔آپ کریں کشمیر فتح۔۔۔میں ہی پاگل تھی جو آپ کو ڈھونڈ رہی تھی۔

بات تو سنیں۔۔۔۔سچ بتائیں آپ واقعی مجھے ڈھونڈ رہی تھیں۔اسے یقین نہیں آیا تھا۔

ظاہر ہے اپنے شوہر کو ہی ڈھونڈوں گی اور کسے ڈھونڈوں گی۔

جی جی معاف کر دیں محترمہ غلطی ہوگئی۔جو اپ سے پوچھ لیا۔

ویسے اج اپ اتنی پیاری کیوں لگ رہی ہیں مارنے کا ارادہ ہے مجھے غریب کو۔۔۔وہ دو قدم آگے بڑھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں جھانکتے آہستہ سے بولا تھا۔

توبہ کریں میاں صاحب کیسے کیسے الزام لگاتے ہیں۔میں کیوں ماروں گی آپ کو۔۔۔وہ باقاعدہ کانوں کو ہاتھ لگاتے بولی۔۔

مجھے لگا تھا میری مرنے والی بات پر اپ روایتی بیویوں کی طرح کہیں گے شہریار دوبارہ مرنے کی بات مت کیجئے گا میری عمر بھی اپ کو لگ جائے۔۔مگر اپ نے میری ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا۔وہ افسوس میں دکھائی دیا تھا۔

کوئی بات نہیں۔۔۔کوئی بات نہیں۔۔۔ہوتا ہے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے تسلی دی تھی۔جس پر وہ مسکرایا تھا۔

آج بارات تھی اور سارا انتظام شادی ہال میں کیا گیا تھا۔سب ٹائم سے وہاں پہنچ گئے تھے۔بارات کا بہت شاندار استقبال کیا گیا تھا۔پھر نکاح خواں نے نکاح پڑھایا تھا اور اروبہ۔۔اروبہ قریشی سے اروبہ ہادی خانزادہ بن چکی تھی۔کھانے کے بعد وہ وقت تھا جس نے سب کی آنکھیں نم کر دی تھیں۔شہریار نے آگے بڑھ کر اروبہ کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔اس کی آنکھوں میں نمی مومل سے چھپی نہیں تھی۔وہ اس کے پاس آکر کھڑی ہو گئی تھی۔

اس نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہلکا سا دبایا تھا۔وہ اسے اپنے ہونے کا احساس دلانا چاہتی تھی۔اس کے ایسا کرنے پر شہریار نے گردن موڑ کر پاس کھڑی اپنی زوجہ محترمہ کو دیکھا تھا۔وہ اس کے دیکھنے پر ہلکا سا مسکرائی تھی۔

---

*___________________-

دو ہفتے بعد۔۔۔اس خوبصورت کمرے کی وسیع بالکنی میں بیٹھے نہ جانے وہ کون سی سوچ میں گم تھا۔رات کی سیاہی ہر سو پھیلی تھی۔آسمان پر چاند اپنی پوری اب وتاب سے چمک رہا تھا۔مجھے نہیں پتہ تھا کہ آپ ایسے نیک کام بھی کرتے ہیں۔

اس نے اس کے ہاتھ میں پکڑی سیگرٹ پر چوٹ کی تھی۔شہریار نے گردن موڑ کر اسے دیکھا تھا جو سینے پر ہاتھ باندھے سنجیدگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

بس آپ کو تو پتہ ہے نا محترمہ نیک کام تنہائی میں کرنے چاہیے ورنہ وہ دکھاوے کے زمرے میں آتے ہیں۔ وہ زیر لب مسکراتے ہوئے بولا۔

اچھا اگر یہ بات ہے تو ذرا مجھے بھی اس نیک کام میں شمولیت کا شرف حاصل کرنے دیں۔وہ آہستہ سے چلتے ہوئے عین اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گئی تھی.اس کے اس طرح کہنے پر وہ اچھے سے اس کی بات سمجھ چکا تھا

۔

پاگل واگل تو نہیں ہو گئی ہیں آپ۔؟

آپ ہی کی صحبت کا اثر ہے مسٹر شہریار قریشی۔۔۔۔

یہ الزام ہے مجھ پر۔۔۔میں ایک شریف انسان ہوں۔۔۔

جی جی بالکل شرافت تو آپ سے ہی شروع ہو کر آپ پر ہی ختم ہوتی ہے۔وہ طنز کر رہی تھی۔

اس کا قہقہہ گونجا تھا۔پوائنٹ اچھا مقر رلیتی ہیں آپ۔۔کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے اپنی نیلی آنکھوں سے وہ اسے دیکھ رہا تھا۔مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔

جی بولیں۔۔۔۔سن رہا ہوں۔۔۔

مجھے بزنس کرنا ہے۔میں گھر میں رہ کر خود کو سپوائل نہیں کرنا چاہتی۔وہ اب بھی کافی ان لائن کمپنیز کے ساتھ کام کر رہی تھی۔لیکن بزنس اس کا خواب تھا۔

میرا بزنس۔۔۔۔مطلب آپ کا تو۔۔۔۔آپ کل سے آفس جوائن کریں۔اس نے آسان حل بتایا تھا۔

پنا بزنس شہریار۔۔۔۔نئے سرے سے شروع کر کے۔۔یہ آپ کا بنایا ہوا ہے۔اپ کا سیٹ اپ کیا ہوا ہے۔ اللہ اپ کو مزید ترقی دے لیکن مجھے اپنے بل بوتے پر بزنس کرنا ہے۔بنا بنا حلوہ نہیں چاہیے۔اس نے صاف انکار کیا تھا۔

اس کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔ہمیشہ سے ہی اس نے ایسی لائف پارٹنر کی خواہش کی تھی جو کبھی کسی پر انحصار نہ کرے۔ٹھیک ہے تو کوئی آئیڈیا کے دماغ میں بھی ہو گا۔کیا بزنس کرنا چاہتی ہیں۔

کوئی لوکیشن آپ کے دماغ میں اور نام کیا رکھیں گی آپ اپنے ریسٹورنٹ کا۔۔۔۔؟

لوکیشن میں آپ کو دکھادوں گی اور نام ہو گا "شاہ شمل"۔

شاہ مل۔۔۔۔اس نے زیر لب دہرایا تھا۔

اس کا کوئی خاص مطلب ہے یا آپ نے ویسے ہی سوچا ہے۔شاہ مل کا مطلب ہے شہریار مومل۔۔۔۔۔

اب کی بار وہ مسکرائی تھی اور وہ اس کی بات سن کر بالکل ساکت ہو گیا تھا۔اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ ذس طرح کا کچھ کرے گی۔

وہ واقعی اسے پل پل حیران کر دیتی تھی۔کیونکہ وہ مومل تھی اور وہ چیز ثابت کر چکی تھی کہ آپ اس سے ہر

چیز کی توقع کر سکتے ہیں۔

ٹھیک ہے۔۔۔آپ جو کرنا چاہتی ہیں۔۔۔۔بے فکر ہو کر کریں۔۔ شہریار قریشی جو ہمیشہ آپ اپنے ساتھ پائیں گی۔۔

شکریہ۔۔۔۔اس نے مسکرا کر بولا تھا۔

ایک بات کا خیال رکھے گا۔۔۔۔ بزنس کی دنیا میں غلطیوں کی بھر پائی ہو جاتی ہے۔۔۔ لیکن۔۔۔۔بے وقوفیوں کی نہیں۔۔۔۔اس نے نصیحت کی تھی۔

____

آج وہ واپس آیا تھا۔ پورے اٹھ ماہ بعد اتنے لمبے عرصے میں وہ مزید خوبصورت ہو گئی تھی۔ یا پھر ایسا شایان کو لگ رہا تھا۔ مومل بھی آج اس سے ملنے آئی تھی اور شہریار بھی اس کے ساتھ تھا۔

ویسے شہریار بھائی ایک بات بتائیں۔۔ وہ سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے بولا۔

ہماری تو یہ بہن تھی تو ہمیں اسے اپنے گھر میں رکھنا پڑا ہماری تو چلو مجبوری تھی۔ آپ کو آخر کون سی ایسی مجبوری تھی جو اتنے دھوم دھام سے آپ اسے اپنے گھر لے کر گئے اور اب تک آپ کو اس سے کوئی شکایت بھی نہیں ہے؟

اس کی بات سن کر مومل کا دل چاہا کہ وہ اس کا سر پھاڑ دے۔ اس نے پاس بڑا کشن اٹھا کر زور سے شایان کے سر پر مارا تھا۔ جبکہ شہریار نے اپنی ہنسی کنٹرول کی تھی۔

تمہیں مجبوراً مجبوراً رکھنا پڑا تھا اور میں۔۔۔اس نے پاس بیٹھی اپنی بیوی کو دیکھا تھا۔ جو غصے سے گال پھلائے

اس کے جواب کی منتظر تھی۔بہت خوشی سے لے کر گیا تھا اور بہت محبت سے میں نے انہیں اپنے گھر میں رکھا اور مجھے واقعی ان سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ایک سیکنڈ میں اس کا غصہ ختم ہوا تھا۔اس نے گردن گھما کر شایان کی طرف دیکھا تھا۔ایک فاتحانہ مسکراہٹ اس کی طرف اچھالی تھی۔۔

کہہ دیں شہریار بھائی کہ آپ مذاق کر رہے ہیں ورنہ میں ابھی ہارٹ اٹیک سے ہسپتال پہنچ جاؤں گا کہ آپ اس چڑیل کے ساتھ خوش رہتے ہیں۔

اگر تم نے اپنی بکواس بند نہ کی شانی پھر جو میں بولوں گی تمہارے لیے کافی ہو گا اس نے کافی پر زور دیا تھا اور فاریہ بھی ادھر ہی بیٹھی ہے آگے تم سمجھ رہے ہو۔

بندہ اجنبی کو راز بتادے لیکن بہن کو نا بتائے۔۔۔وہ خود سے ہی بڑبڑاتے بولا تھا۔

کیا بڑبڑا رہے ہو کیا بڑبڑا رہے ہو اونچا بولو ہمیں بھی تو سنائی دے۔وہ ہاتھ نچا نے نچا کر بولتا ہے اسے مزید اگ لگا گئی تھی۔

____

ایک سال بعد۔

ایک بڑی سی خوبصورت عمارت کے سامنے ایک مرسیڈیز آکر رکی تھی۔جس کے فرنٹ کے دونوں دروازے کھلے تھے اور دونوں نفوس باہر آئے تھے۔

وہ عین اس کی عمارت کے سامنے کھڑے ہو گئے تھے۔جس پر بڑے سے حروف میں لکھا تھا۔۔۔

"دی شاہ مل "اس سے تھوڑا نیچے دائیں دیوار پر بڑے بڑے حروف میں لکھا گیا تھا۔

"گر کسی کے پاس پیسے نہ ہوں تو وہ یہاں سے مفت کھانا کھا سکتا ہے "اس کو دیکھتے ہی اس کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔اس نے گردن موڑ کر ساتھ کھڑے اپنے مجازی خدا کو دیکھا تھا۔اس کی خوابوں کا تعبیر کرنے والا مسیحہ تھا وہ جسے اللہ نے صرف اسی کے لیے بھیجا تھا۔

جس نے ثابت کر دیا تھا کہ محبت کرنے والے اب بھی موجود ہیں وہ شہریار کو اپنی زندگی میں ہونے کا جتنا شکر ادا کرتی تھی اتنا کم تھا۔

وہ اس قابل تھا کہ اسے محبت کی جاتی ہے وہ اس قابل تھا کہ اس کے ساتھ زندگیاں گزاری جا سکتی تھیں۔ اس پہ عمر لٹائی جا سکتی تھی وہ اس قابل تھا.......

____

اسلام علیکم !.

اگر آپ بھی لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اسے دوسروں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو ہم فراہم کر رہے ہیں آپ کو ایک ایسا پلیٹ فارم جو آپ کے لکھی ہوئی پوسٹ کو دنیا تک پہنچائے گا۔

اپنا ناول، ناولٹ، آرٹیکل، افسانہ، شاعری یا کچھ بھی لکھا ہو پبلش کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ہم سے رابطہ کریں ۔

mklibrary13@gmail.com

اس کے علاوہ آپ ہمارے انسٹا گرام اور واٹس ایپ پر بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

Instagram: @mklibrary.official

What's up: +92-3144810202